مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ

سیرتِ امیر المؤمنین

سیدنا علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ

سکندر نقشبندی

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیّٗ مَوْلَاہُ

سیرتِ امیر المؤمنین

سیدنا علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ

سید سبط سکندر نقوی حنفی نقشبندی

نام کتاب: سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

تالیف: سکندر نقشبندی

ٹیلیفون: (001) 647 890 1317

sikander.naqshbandi@gmail.com

Link:

https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

سرورق: سید حماد الرحمان - ٹورنٹو کینیڈا

پروف ریڈنگ: اصغر حسین (مسی ساگا۔ کینیڈا)

تعداد: ایک ہزار

سنِ طباعت: 2016ء

قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست کی جا سکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285

نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712

عبدالرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-785-4737

منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151

قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640

سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) 001)403-926-5171)

انمول موتی

(حضرت علیؓ شیرِ خدا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

تقریظ

حضرت مفتی ذوالفقار علی مدظلہٗ Mufti Zulfiqar Ali

دارالافتاء جامعہ صدیق اکبر Darulifta Jamia Siddique Akbar

ٹنڈو اللہ یار ۔ سندھ ۔ پاکستان Tandoo Allah Yar Sindh

Email: mufti.zulfiqar@gmail.com

Phone: 00923003084884/0314308488

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم و مکرم جناب سکندر نقشبندی صاحب کی تالیف کردہ کتاب ’’سیرتِ امیر المومنین سیّدنا علی المرتضیٰؓ‘‘ بواسطہ برادرِ عزیز حضرت مفتی سخاوت علی موصول ہوئی۔ کتاب کے چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔

حضرت علیؓ بچوں میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر کے ایمان و اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ اس پر آپؓ بجا طور پر فخر بھی کیا کرتے تھے۔ آپؓ کو یہ بھی شرف حاصل ہر کہ آپؓ کا نکاح آپ ﷺ کی پیاری صاحبزادی سیّدہ فاطمہ الزہراء سے ہوا اور آپؓ کو آپ ﷺ کی دامادی کا شرف حاصل ہوا۔ آپؓ کو شیر خدا کا لقب بھی حاصل ہوا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے فضائل اور مناقب اور بہت ساری خوبیوں کے باوجود خلفاء اربعہ میں چوتھے نمبر پر ہیں۔ خلیفہ بلافصل سیّدنا صدیق اکبرؓ ہیں۔ اہلسنت والجماعت کا نظریہ بھی یہی ہے۔ مؤلف نے کتاب کو مستند اور اہم تاریخی کتب کے حوالہ جات

سے مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اعتدال کی راہ قائم ہوئی ہے اور حضرات خلفاء ثلاثہ کے مقام ومرتبہ سے نئی نسل کو آگاہی حاصل ہوئی ہے۔ جو لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بلافصل گردانتے ہیں اگر وہ اپنے دل ودماغ سے تعصب کا پردہ ہٹا کر کتاب کا مطالعہ کریں گے تو انہیں حقیقت حال معلوم ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

جناب سکندر نقشبندی صاحب نے کتاب کو مرتب کرنے میں بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہِ عالیہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور کتاب کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

آمین یارب العٰلمین

فقط والسلام

ذوالفقار علی عفہ اللہ عنہٗ

جامعہ صدیق اکبر۔ ٹنڈو اللہ یار خان

۲۶ ر ذوالقعدہ ۱۴۳۷ مطابق 30 اگست 2016

تقریظ

حضرت علامہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین و علی و آلہ و صحابہ اجمعین

امابعد:

مشکوۃ المصابح میں مسند احمد بن حنبل کے حوالے سے حضرت علی ؓ کی روایت سے اس بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ آپ کے بارے میں دو شخص ہلاکت کا نشان بنیں گے: ایک محبت میں حد سے تجاوز کرنے والا اور دوسرا آپ سے بغض رکھنے والا۔

(مشکوۃ: ۲/۵۶۵، باب مناقب علی بن ابی طالبؓ)

آپ ؓ سے بغض رکھنے والے کی ہلاکت تو واضح ہے کہ حضرت علی ؓ رسول اللہ ﷺ عم زاد، داماد، خلیفہ ٔراشد، فقاہت وتدوین میں بے مثال اور آپ کا ایک ایک قول وفعل امت مسلمہ کیلئے چشمہ ہدایت ہے، آپ کے بارے میں بغض رکھنا بلا شبہ باعث ہلاکت ہے، ایسا شخص دونوں جہانوں میں خائب وخاسر ہے، جبکہ آپ کی محبت میں حد سے تجاوز کرنے پر ہلاکت کی وجہ بھی خود حضرت علی ؓ کی زبانی

روایتِ مذکور میں موجود ہے کہ مجھ سے محبت کے نام پر میرے ایسے اوصاف ومحامد بیان کرنے کو محبت کا نام دے گا جو مجھ میں موجود نہیں ہیں، حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت علیؓ کے ساتھ دو انتہا پسند طبقوں کا معاملہ وہی ہوگا جو یہود ونصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قائم رکھا، یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انتہائی بغض و بہتان طرازی کی وجہ سے تباہ و برباد ہوئے اور نصاریٰ محبت میں غلو کر کے مقانِ الوہیت تک پہنچانے کی کوشش میں توحید کی بلندیوں سے تثلیث کی کھائی میں جا گرے، حضرت علیؓ کے بارے میں حضور ﷺ کے اس ارشادِ گرامی کی روشنی میں نواصب وخوارج اور روافض اور شیعانِ علی کو اپنے اپنے رویوں کو بغور جائزہ لینا چاہئے اور اپنی عاقبت کے لئے فکرمند ہونا چاہئے۔

حضرت علیؓ کی ذات ومقام کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا نظریہ دینِ وسط کا طریقِ حسن ہے، اور ان دونوں انتہاؤں کے بیچ واقع ہے، اس لئے ہدایت کے متلاشی حضرات اگر اہل سنت و الجماعت کے اجتماعی نظریہ کے مطابق حضرت علیؓ کی سیرت کو سمجھنے، سمجھانے اور عام کرنے کی کوشش کریں تو امید ہے کہ حضرت علیؓ جیسے ستارۂ ہدایت کے نام پر ہدایت سے دور رہ جانے والوں کی محرومیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

زیرِ نظر مجموعہ کو جہاں تک چیدہ چیدہ مقامات سے میں دیکھ سکا ہوں، مؤلف نے افراط وتفریط سے دامن بچاتے ہوئے راہِ اعتدال پر چلتے ہوئے حضرت

علیؓ کی سیرت بیان کرنے کی کوشش کی ہے، مجھے امید ہے کہ یہ مجموعہ مرکزِ ہدایت دروازۂ علم حضرت علیؓ تک پہنچانے میں مددگار ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت علیؓ سمیت جملہ صحابہؓ کرام بالخصوص حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نقش ہدایت کی پیروی نصیب فرمائے۔

آمین

والسلام

دستخط

(مولانا ڈاکٹر) عبدالرزاق اسکندر

مہتمم جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

0.1 ۔ پیش لفظ

از

سیدی مرشدی ومولائی شیخِ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حضرت حافظ منیر احمد خان

نقشبندی مدظلہٗ ۔ شعبہ تقابل ادیان وثقافت اسلامیہ

سندھ یونیورسٹی ۔ جام شورو ۔ پاکستان

محترم جناب سکندر نقشبندی صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ اس سے قبل سیرتِ طیبہ ﷺ پر ایک ضغیم کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ اب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وکرم اللہ وجہہ پر ایک مبسوط کتاب پیش فرما رہے ہیں۔ جزاھم اللہ خیراً

حضرت علیؓ چوتھے خلیفہ راشد ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کا سلسلہ نسب آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ الزہراءؓ سے چلا جو حضرت علیؓ کے عقد میں تھیں۔ اس نسبت نے حضرت علیؓ کے مقام اور مرتبہ کو مزید اعتبار عطا کر دیا۔

مگر حضرت علیؓ کی نسبت سے امت مسلمہ میں ایک تفریق پیدا ہوئی اور شیعانِ علی کے عنوان سے ایک گروہ نے حضرت علیؓ سے محبت کو دوسرے جلیل القدر صحابہ کرام کی تنقیص پر منحصر قرار دے کر امت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ یہاں سے دوسری بہت سی خرابیوں کے ساتھ ساتھ ایک ردعمل کا عنصر بھی پیدا ہوا۔ الحمدللہ اس

نوعیت کی کتب سے اہل سنت کا عقیدہ اور اہل بیت خصوصاً سیدنا علی المرتضیٰ ؓ سے ان کی عقیدت اور محبت کے جذبات سامنے آتے ہیں اور نئی نسل کو آ گاہی حاصل ہوتی ہے۔

فاضل مولف مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے مستند اور اہم کتب تاریخ وسیرت سے یہ کتاب مرتب کی ہے اور کہیں مختصر اور کہیں قدرے تفصیل سے حوالے بھی درج کیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول فرمائے اور آپ کے درجات عالیہ کو دنیا وآخرت میں خوب بلند فرمائے۔ آمین

پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان
چیئرمین
شعبہ تقابل ادیان و ثقافت اسلامیہ
جامعہ سندھ، جامشورو ۔ پاکستان

تعارف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الصلوۃ والسلام علیٰ رسول نبی الکریم

علامہ اقبال اسرارِ خودی میں فرماتے ہیں!

مسلم اول شہہ مرداں علیؓ — عشق را سرمایہ ایماں علیؓ

از ولائے دور مانش زندہ ام — در جہان مثل گہر تابندہ ام

نرگسم و ارفتہ نظارہ ام — در خیا بانش چوبواوارہ ام

زم زم از جوشند خاک من از وست — واگر ریزد زتاک من از وست

قوتِ دین مبین فرمودہ اش — کائنات آئیں پزیر از دودحواش

ترجمہ:

(۱) حضرت علیؓ کہ دلیری کے سردار ہیں۔ اسلام لانے والوں میں سرفہرست ہیں ان کی ذات عشق کے لئے ایمان کا سرمایہ تھی

(۲) میں (اقبال) آپ کے خاندان کی محبت کے سبب زندہ ہوں اور دنیا میں موتی کی طرح چمک رہا ہوں

(۳) میں سراپا آنکھ ہوں اور نظاروں میں کھویا ہوا ہوں میں آپ کی کیاری میں خوشبو کی طرح ادھر ادھر پھرتا ہوں

(۴) اگر میری خاک سے زم زم کا چشمہ پھوٹتا ہے تو یہ آپ کی محبت اور برکت کے سبب ہے

(۵) آپ کے فرمودات دینِ روشن کے لئے قوت کا باعث ہیں دنیا کو انہی کے خاندان سے آئین، قانون، اور دستور ملا

علامہ اقبال کی ایک طویل نظم سے اوپر چند اشعار درج کئے ہیں جس میں سے علامہ اقبال کی جنابِ علی ؓ اور اہلِ بیت سے شدید محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ معلوم ہو کہ سکندر نقشبندی صاحب نے اقبال کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جنابِ علی ؓ کی ایک محبت بھری داستان قلم زد کی ہے اور مختلف ماخوزات سے تفصیلی مواد ایک کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔ اس میں قرآن مجید سے، احادیثِ مبارکہ سے، سیرت النبی ﷺ سے اور مختلف تاریخ دانوں کے حوالہ جات کی مدد سے ایک ایسی کتاب لکھ دی ہے جو کہ نہ بہت ضغیم ہے کہ مجھ جیسا عام امتی اسے دیکھ کر ہی رکھ دے اور نہ ہی اتنی مختصر کہ تلاشِ حق کے طالب علم کو تشنگی محسوس ہو۔

اس کتاب میں جناب علی مرتضیٰ ؓ کے حالات شروع سے لے کر وصالِ مبارک تک اور اس کے بعد سب ہی کچھ شامل ہے۔ آپ ؓ کی زندگی کا سیاسی پہلو بھی ہے اور آپ ؓ کی روحانی اور شخصی زندگی بھی جس کو قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَقِيَاماً (64)
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ

إِنعَذَابَهَا كَانَ غَرَاماً (65)

إِنَّهَا سَاء تْ مُسْتَقَرّاً وَمُقَاماً (66)

(سورۃ الفرقان: ۶۴ ۔ ۶۶)

اور جو اپنے رب کے آگے سجدہ کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔۶۴۔ اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔۶۵۔ اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔۶۶

جنابِ علی المرتضیٰؓ سیاست سے زیادہ اسی دشت کے شہسوار تھے۔ آپؓ امیر المومنین تو بمشکل پانچ سال رہے لیکن ساری زندگی تزکیہ، احسان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں گذار دی۔ یہ شرف تمام صحابہ میں صرف آپؓ کو حاصل ہے کہ آپؓ تصوف (تزکیہ و احسان) کے چار میں سے تین سلسلوں یعنی چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ کے بانی اور امام ہیں۔ یعنی آپؓ سے اوپر صرف حضور اقدس ﷺ کی ذات ہے۔ جناب سے یہ سلسلے شروع ہوتے ہیں البتہ نقشبندی سلسلہ کے امام حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ ہیں اور ان سے اوپر حضورِ انور ﷺ ہیں۔

یہ کتاب نہایت توجہ سے مرتب کی گئی ہے اس میں انیس ابواب (Chapter) ہیں۔ مختلف عنوانات کے تحت آپؓ کی زندگی کے مختلف ادوار

قلم بند کیئے ہیں اور ہر عنوان کے تحت مناسب اور اس سے متعلق ذیلی عنوانات درج کیئے ہیں۔ جس سے قاری کے لئے اپنی ضرورت کے مضمون کے مطالعہ میں بہت سہولت محسوس ہوئی ہے۔ ہر عنوان اور ذیلی عنوان کو نمبر دے کر فہرستِ مضمون میں درج کر دیا گیا ہے جس سے کتاب کا مطالعہ مزید آسان ہو گیا ہے۔

ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ کتاب آسان اور روزمرہ استعمال کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ فہرست مضامین میں تفصیل سے درج ہے کہ قاری فہرست دیکھ کر جس جگہ سے چاہے کتاب شروع کر سکتا ہے اور اپنی مرضی کے عنوان کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

اس کتاب میں جناب ابوطالب کے متعلق وہی کچھ لکھا گیا ہے جو جمہور علماء سنت کا موقف ہے۔

علماء اہل سنت میں مولانا شبلی نعمانی اور امام ابن تیمیہ کی اپنی تحقیق ہے اور حضرت فاضل الرحمٰن گنج مراد آبادی جو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کے ایک عظیم عالم اور بزرگ گزرے ہیں ان کی تحقیق حضرت عبداللہ، حضرت آمنہ (والدین ماجدین پیغمبرِ عظیم ﷺ) اور جناب ابوطالب کے متعلق بالکل مختلف ہے۔ حضرت ابوطالب کا معاملہ تاریخ اسلامی اور علمی بحث سے ضرور تعلق رکھتا ہے لیکن جزو ایمان نہیں۔ اس لئے مولف نے اچھا کیا کہ کتاب میں صرف جمہور علماء کا موقف بیان کیا ہے جو نہایت مناسب ہے اس لئے کہ یہ کتاب ایک عام امتی کے لئے لکھی گئی ہے جس میں ایسی تحریروں سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے جو ذہنی انتشار (Confusion) کا باعث بنیں۔

اس کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ حوالہ جات واقعہ کے نیچے درج کر دئے گئے ہیں حالانکہ اس قسم کی کتابوں میں کتاب کے آخر میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ اس لئے مناسب ہے کہ مسلمانوں کے درمیان حضرت علیؓ کی شخصیت کے کچھ پہلو پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس لئے تحریر کو مدلل بنانے کے لئے لازم تھا کہ موقع پر حوالہ دیا جائے تا کہ پڑھنے والے کو ان بیانات کے ماخذ (source) کا علم ہو سکے اور اس کی صداقت کو ماننے میں آسانی ہو۔

یہاں یہ بات بہت اہم ہے کہ ہمارے سکندر بھائی نے جو میرے پیر بھائی بھی ہیں اور ہم پیشہ انجینیر بھی اس سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر ایک ضغیم کتاب " سیرتِ رسول اعظم ماہ و سال کے آئینہ میں " سپر د قلم کے چکے ہیں۔ یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب سیرت ہے جس میں ہر اہم واقعہ کے سامنے واقعی کی تاریخ دی گئی ہے۔ اس کے بعد سکندر صاحب نے حضرت ابو بکر صدیقؓ پر اور اس کے بعد یہ کتاب حضرت علیؓ پر لکھ کر اس سلسلہ کو پورا کیا ہے جو حضورِ پر نور ﷺ کی ذاتِ اقدس سے شروع ہوا یہ ایک انجینیر کی اس کوشش کی قبولیت کی دلیل ہے کہ پہلی کتاب بارگاہ نبوی میں قبول ہوئی تو دوسری اور تیسری کتاب کی بھی اجازت ملی اور اللہ پاک کی دی ہوئی توفیق سے مکمل ہو گئیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

ذَلِکَ فَضۡلُ اللَّهِ يُؤۡتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِيمِ O

(سورۃ الجمعہ۔۴)

یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

یہ اللہ کا فضل نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک شخص جو پیشہ کے اعتبار سے انجینیر ہے کینیڈا کی خون اور ایمان کو جما دینے والی سردی اور بے دینی کے ماحول میں بیٹھ کر یکہ بعد دیگرے حضورِ اکرم ﷺ اوران پر جان نچھاور کرنے والے ساتھیوں پر ایسی کتابیں لکھیں جو آج کل کے انتہائی مشغول قاری کے لئے مطالعہ کی کشش رکھتی ہوں، یہ محض اللہ کی توفیق ہے۔ اللہ پاک ہمارے سکندر بھائی کی اس کاوش کو انتہائی درجہ میں قبول فرمائے۔ آمین

میں اپنے آپ کو ہرگز اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس متبرک اور عالمانہ کتاب کا تعارف لکھوں لیکن سکندر بھائی کے اصرار پر مجبوراً یہ قلم بند کرر ہا ہوں اور کیا عجب کہ یہ بارگاہِ اہل بیت میں قبول ہو کر میری شفاعت کا باعث بنے۔ جیسا کہ حضرت عبدالاحدؒ نے اپنے قابلِ فخر صاحبزادے امام ربانی مجدد الف الثانی محبوب سبحانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کو نصیحت فرمائی کہ محبتِ اہل بیت کو لازم پکڑو کہ اس کے بغیر روحانی دنیا میں آگے بڑھنا ممکن نہیں۔

دعا ہے کہ اللہ پاک سکندر بھائی کو اپنے عظیم پیغمبر کا سچا اور پکا امتی بنا کر اہلِ بیت کے طفیل دونوں جہانوں میں سرفراز اور سر بلند فرمائے۔

آمین ثم آمین

آخر میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ

کیا فائدہ بیش و کم سے ہو گا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہو گا
جو کچھ ہوا، ہوا تیرے کرم سے
جو کچھ ہو گا تیرے کرم سے ہو گا

ڈاکٹر اقبال علی

۱۹/مئی ۲۰۱۶ء

سینٹا کلارا ۔ کیلیفورنیا ۔ امریکہ

سابق پروفیسر: این۔ای۔ڈی یونیورسٹی آف انجینیر نگ کراچی۔ پاکستان
شاہ فہد جامعہ البپڑول المعادن۔ الزہران۔ سعودی عرب
یونیورسٹی آف انجینیر نگ اینڈ ٹیکنالوجی۔ لاہور۔ پاکستان

0.2 ۔ عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُ ہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَناوَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ یَّھْدِ ہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مِنْ یُّضْلِلْہٗ فَلَا ھَادِ یَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَ ہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِیِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ ہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ بَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا ☆ اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حدیثِ رسول مقبول ﷺ

وَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فِیْکَ مَثَل'' مِّنْ عِیْسیٰ اَبْغَضَتْہُ الْیَھُوْدُ حَتّٰی بَھَتُوْ ا ُ مَّہٗ وَ اَحَبَّتْہُ النَّصَارٰی حَتّٰی اَنْزَ لُوْ ہُ بِالْمَنْزِلَۃِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَہٗ ثُمَّ قَالَ یَھْلِکُ فِیْ رَجُلَانِ مُحِبّ'' مُفْرِط'' یُقَرِ ضُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وَ مُبْغِض'' یَحْمِلُہٗ شَنَا نَیْ عَلٰی اَنْ یُبْھِتَنِیْ ۔ (رواۃ احمدؒ)

اور حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا "تم میں عیسیٰ (علیہ السلام) سے ایک طرح کی مناسبت ہے۔ یہودیوں نے ان (عیسیٰؑ) سے بغض اور عناد رکھا تو اتنا زیادہ رکھا کہ ان کی ماں مریم پر زنا کا بہتان تک باندھ دیا اور عیسائیوں نے ان سے محبت و وابستگی قائم کی تو اتنی زیادہ اور غلو کے ساتھ قائم کی کہ ان کو اس مرتبے و مقام پر پہنچا دیا جو ان کے لئے ثابت نہیں (یعنی ان کو اللہ یا اللہ کا بیٹا قرار دے دیا)۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰل اِبْرَاھِیْمِ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ.

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ ☆

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے کہا مجھے یقین ہے کہ اس ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی طرح میرے بارے میں بھی دو شخص (یعنی دو گروہ) اس طرح ہلاک ہوں گے کہ ان میں سے ایک تو مجھ سے محبت رکھنے والا ہوگا اور محبت میں حد سے تجاوز کرے گا۔ مجھ کو ان خوبیوں اور بڑائیوں کا حامل قرار دے گا جو مجھ میں نہیں ہوں گی اور دوسرا وہ گروہ جو مجھ سے بغض و عناد رکھے گا

میری دشمنی سے مغلوب ہو کر مجھ پر بہتان باندھے گا۔

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ محبت اور عقیدت وہی مستحسن و مطلوب ہے جو حد سے زیادہ تجاوز نہ کرتی ہو اور عقل اور شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو۔ ایسی محبت اور عقیدت جو حد سے تجاوز کرتی ہو گمراہی کی طرف لے جاتی ہے اور صراطِ مستقیم سے ہٹا دیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس طرح کی محبت اور عقیدت رکھنے والے شخص کو جو بظاہر مسلمان اور دیندار نظر آتا ہے، گمراہ اور گناہ گار انسان کہا جاتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کو جس چیز نے صراطِ مستقیم پر رکھا ہوا ہے وہ محبت اور عقیدت کے باب میں ان کا اعتدال اور توازن ہے۔ وہ افراط اور تفریط سے محفوظ ہیں۔

امام احمدؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا علیؓ نے فرمایا! کچھ گروہ مجھ سے محبت رکھیں گے یہاں تک کہ میری محبت میں غلو کے سبب ان کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اور کچھ گروہ مجھ سے دشمنی رکھیں گے یہاں تک کہ میری دشمنی کے سبب وہ دوزخ میں جائیں گے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا!

اللّٰھم العن کل مبغض لنا و کل محب لنا غال (مسند احمدؒ)

الٰہی: ہم سے دشمنی رکھنے والوں پر لعنت کر اور ہمارے غالی محبین پر بھی لعنت کر۔

تاریخ اسلام کی کسی شخصیت کی سوانح عمری لکھنا اتنا دشوار نہیں جتنا سیدنا علی

المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ پر لکھنا ہے۔ کیونکہ بدقسمتی سے یا خوش قسمتی سے ان کی شخصیت کے ساتھ مختلف طبقوں کو روحانی تعلق قائم ہو گیا اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنا گہرا ہو گیا کہ عقائد کی شکل اختیار کر گیا۔ سنّی ، شیعہ، معتزّلی، امامیہ اور خارجی مورّخ لاشعوری طور پر جذبات سے متاثر نظر آتے ہیں کہ آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ان تمام واقعات، حالات اور کیفیات کو سمیٹ کر ان کے بارے میں لکھنا آسان نہیں ہے کہ جسے سب طبقے قبول کر لیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی ہمہ جہت شخصیت کی حیاتِ طیبہ کے تمام پہلوؤں کو ان کے شایانِ شان طریقہ سے مرتب کرنا اس بندۂ ناچیز کی عقل و دانش سے بہت بالاتر ہے لیکن اپنی معلومات اور صلاحیت کے مطابق ایک حقیر سی کوشش ہے جو پیش خدمت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہر انسان پر بے شمار ہیں، اگر کوئی انسان ان کی شکر گزاری کرنا چاہے تو یہ ناممکن ہے کہ وہ شکر گزاری کا کامل حق ادا کر سکے۔ ان میں سے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہم پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ سے ہمیں نسبت عطا فرمائی اور الحمدللہ ہمیں مسلمان بنایا۔ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وقت گزارنے والی مقدس ہستیوں کے ذریعہ ہم تک وہ تمام باتیں پہنچیں جن کی ہمیں ضرورت ہے اور وہ ہماری ہدایت کا ذریعہ بنیں۔

انسانی دل کے حالات و کیفیات وقت اور زمانے کے ساتھ بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی یہ قلب مسلسل کی ہوئی نصیحتیں اور باتیں اور لمبے چوڑے مطالعہ کو تسلیم نہیں کرتا اور

اس کا انکار کر دیتا ہے اور کبھی اس قدر نرم ہو جاتا ہے کہ مختصر سی خاموش نصیحت اس کے دل پر اتنا اثر کرتی ہے کہ وہ دل پر نقش ہو جاتی ہے۔ دراصل دل کی یہی کیفیت ہے جس میں اخلاص وقربِ الٰہی، عاجزی وانکساری، زہد وعبادت، تقویٰ و بزرگی، موت وفکرِ آخرت وغیرہ پر مشتمل بزرگانِ دین اور اسلاف کے حالات و واقعات دل کی دنیا تبدیل کرنے میں موثر کردار ادا کرتے ہیں اور دل ودماغ میں ایک بابرکت جوش پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو پچھلے انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام اور اسلاف کے واقعات اور قصّے وقتاً فوقتاً بیان فرماتے رہتے تھے جو اصحابِ رسولؓ کے دلوں پر نقش ہو جاتے تھے۔ انسانی فطرت میں ایک خاص قسم کی خواہش اور پیاس ہوتی ہے جو اپنے اسلاف اور بزرگوں کے حالات اور تاریخی واقعات کو سننے اور جاننے سے دلچسپی رکھتی ہے۔ ماضی کے حالات مستقبل کا لائحہ عمل طے کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

مسلمان ہی ایسی قوم ہے جن کی تاریخ اور ان کے بزرگوں کے واقعات مستند طریقوں سے اور تسلسل کے ساتھ کتابوں میں ملتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کی تاریخ کی کتابوں میں وقت کے ساتھ ساتھ جھوٹی سچی کہانیاں شامل ہوتی جاتی ہیں اور ان کے پڑھنے اور ماننے والے ان کو آسانی کے ساتھ ہضم بھی کر لیتے ہیں۔ لیکن اسلامی تاریخ میں بعد میں آنے والا کوئی اضافہ کرے تو ناقدین اس کو فوراً پہچان لیتے ہیں اور اس کی تصحیح کر دیتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے جتنے شعبے تاریخ میں قائم کئے ہیں اتنے کسی مذہب کی تاریخ میں نہیں ملتے۔ تمدن میں، معاشرت میں، علم کے مختلف شعبوں میں اصول مرتب کئے ہیں۔

آخر میں پروردگار عالم کے حضور انتہائی تذلل وتضرّع کے ساتھ دعا ہے کہ میری یہ کوشش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اسے میرے لئے ذخیرۂ آخرت بھی بنا دے اور اس کتاب سے تمام قارئین کو استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے

(آمین ثم آمین)

﴿ وما تو فیقی الّا با للّٰہ علیہ تو کّلت و اِلیہ اُنیب ﴾

(سورۃ ہود ۔ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

طالبِ دعا

سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)

14/ رجب المرجب 1436ھ بروز ہفتہ
بمطابق 02/ مئی 2015ء
ٹورنٹو ۔ کینیڈا

Tel:(001) 647 890 1317 (C)

Email: sikander.naqshbandi@gmail.com

Link: https//archive.org/details/@sikander.naqshbandi

حاصلِ علم

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا

(سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ)

1.0 ۔ خاندانی حالات

1.1۔ قبیلہ

آپ ؓ کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا۔ قریش کی وجہ تسمیہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔

ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ تقرش سے مشتق ہے اور تقرش تفریق کے بعد جمع کرنے کو کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب متفرق اور بکھرے ہوئے تھے تو قصی بن کلاب کے زمانے میں حرم میں جمع ہوئے اس لئے ان کو قریش کہتے ہیں۔ ابن ہشام نے بھی تقریباً یہی وجہ بیان کی ہے۔ ابنِ کثیرؒ نے دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ قریش تقرش سے مشتق ہے جس کے معنی تجارت کے ہیں کیونکہ یہ تجارت پیشہ لوگ تھے اس لئے ان کا نام قریش پڑ گیا۔ (سیرتِ ابن کثیرؒ)

رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ کے آباؤ اجداد میں حضرت ہاشم کے پردادا کے پردادا کا نام فہر بن مالک تھا، ان کا لقب قریش تھا۔ ان کے والد نے ان کا نام فہر رکھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ بڑا پتھر جس سے ہتھیلی بھر جائے۔ امام زہریؒ لکھتے ہیں کہ فہر کی ماں نے ان کا نام قریش رکھا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا اصل نام قریش تھا اور فہر لقب تھا۔

قبیلہ قریش پورے عرب میں عالی نسب قبیلہ مانا جاتا تھا۔ کیونکہ ان کی زبان ولہجہ معیاری تھا۔ ان کے مہمان نوازی، شجاعت و جواں مردی سارے عرب میں مشہور تھی۔

علامہ زہری اور قسطلانی کہتے ہیں کہ قریش فہر کی اولاد کو کہتے ہیں جو فہر کی اولاد میں سے نہیں ہے وہ کنانی ہے۔ اس کی تائید ترمذی اور مسلم شریف کی حدیث جس کو واثلہ بن اسقعؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ اسمٰعیل میں کنانہ کو چنا، کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا، قریش میں سے ہاشم کا انتخاب کیا اور بنو ہاشم میں میرا انتخاب کیا۔

(مسلم کتاب الفضائل، ترمذی ابواب المناقب)

دوسرے حضرات جن میں امام شافعیؒ، عراقیؒ، صلاح علائیؒ شامل ہیں، کہتے ہیں کہ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کیا جاتا ہے۔ اس قول کو علامہ نوویؒ نے صحیح اور مشہور قرار دیا ہے۔ علامہ زرقانیؒ کہتے ہیں کہ دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ فہر کے والد مالک نے فہر کے علاوہ کوئی اور اولاد نہیں چھوڑی۔ مالک کے علاوہ نضر کے دولڑکے صلت اور یخلد تھے جو بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔ اس لئے نضر اور فہر کی اولاد میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں ایک ہی ہیں۔

(زرقانی ج ۱ ص ۷۵)

1.2۔ خاندان

حضرت علی ؓ کا تعلق قبیلہ قریش کے بنی ہاشم خاندان سے ہے۔
حرمِ کعبہ کی خدمت قریش کے اس خاندان بنو ہاشم کی ذمہ داری تھی جس کی وجہ سے اس خاندان کا مقام ومرتبہ بہت بلند تھا۔ بنو ہاشم کے پاس **السقایة اور الرفادة** کی منصب تھے۔ السقیۃ حاجیوں کو پانی پلانے کا بندوبست کرنا تھا جو اس وقت ایک مشکل ترین کام تھا۔ حضرت عبدالمطلب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے زم زم کے بند کنویں کو خواب میں اشارے کے تحت ڈھونڈا اور کھود کر دوبارہ جاری کیا جو آج تک جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک جاری رہے گا۔ دوسرا کام الرفادۃ یہ حجاج اکرام کے رہائش اور خوراک کا بندوبست کرنا تھا، یہ دونوں کام انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ کے دادا حضرت عبدالمطلب اپنے آباؤاجداد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے یہ خدمت بڑی خوبی اور شوق سے سرانجام دیتے تھے۔ یہ اپنے دادا قصی بن کلاب کی طرح مال دار نہیں تھے لیکن پھر بھی خدمت میں کسی قسم کی کمی نہیں آنے دیتے تھے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کے درمیان ان کا مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان کی لوگ بہت عزت واحترام کرتے اور ان سے عقیدت رکھتے تھے۔ یہ خاندان حضرت ابراہیم علیہ اسلام کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مکہ آنے کے بعد اسی جگہ مقیم ہونے سے آباد ہوا۔

1.3 ۔ والدِ ماجد

حضرت علی کے والد کا نام عبد مناف تھا اور ان کی کنیت اپنے بڑے بیٹے کے نام کی وجہ سے ابو طالب تھی۔ جناب ابو طالب کی پیدائش رسول اللہ ﷺ کی ولادت با سعادت سے پینتیس (35) سال پہلے مکہ میں ہوئی۔ حضرت علیؓ کے والد جناب ابو طالب اور رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبد اللہ حقیقی بھائی تھے۔ ابو طالب، عبد اللہ اور زبیر بن عبد المطلب ماں کی طرف سے بھی حقیقی بھائی تھے، ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ تھا۔ جناب عبد المطلب کا جب انتقال ہونے لگا تو انہوں نے خاص طور پر جناب ابو طالب کو بلا کر رسول اللہ ﷺ کا خیال رکھنے کی وصیت کی۔ جناب ابو طالب کا شمار مکہ کے نہایت با اثر بزرگوں میں ہوتا تھا۔ جناب ابو طالب نے ہر موقع پر اور ہر مشکل وقت میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی بڑی خواہش تھی کہ جناب ابو طالب اسلام کی روشنی سے بھی منور ہو جائیں۔ اس لئے وقتاً فوقتاً ان کو اسلام کی دعوت دیتے رہتے تھے۔

صحیح بخاری میں حضرت مسیّب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابو جہل اور عبد اللہ بن امیّہ بھی موجود تھے۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا چچا جان آپ '' لا الہ الا اللّٰہ '' کہہ دیجئے تا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ کے ایمان کی شہادت دے سکوں۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیّہ نے کہا!

ابوطالب ! کیا تم عبدالمطلب کا دین چھوڑ دو گے پھر دونوں مسلسل ان سے بات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری بات جو ابوطالب نے لوگوں سے کہی وہ یہ تھی کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور وفات پا گئے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ جب تک میں اس بات سے روک نہ دیا جاؤں میں ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْآ اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِمَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُم اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ O

(سورۃ التوبہ ۔ ۱۱۳)

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔

پھر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ج وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (سورۃ القصص۔۵۶)

ترجمہ: آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ سرور عالم (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا! ''لا الہ الا اللہ'' کہیے دین اسلام میں داخل ہو جایئے میں قیامت کے دن آپ کے حق میں ایمان واسلام کی گواہی دوں گا۔ انہوں کے جواب دیا کہ اگر مجھے قریش کی طرف سے عار اور طعن وتشنیع کا ڈر نہ ہوتا کہ حالت موت سے گھبرا کر اور بزدل ہو کر اسلام قبول کر لیا تو میں ضرور کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیتا اور تمہیں خوش کر دیتا۔

ابو طالب نے کہا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ میری خدمت کی قدر کرتے ہوئے اور اس کی جزاء اور بدلہ دینے کے لئے یہ فرمارہے ہو اور آپ کی پوری ہمدردی میرے ساتھ ہے اور میری موت اور جدائی کا سخت غم ہے۔ انہوں نے بنوعبدالمطلب کو بلایا اور ان سے کہا کہ تم جب تک محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی بات سنتے اور مانتے رہو گے خیر اور بھلائی ساتھ ساتھ رہے گی۔ لہٰذا ان کی بات ماننا اور ان کی مدد ونصرت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا تم راہ راست پالو گے۔

آنحضرت (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! چچا جس چیز کا حکم دے رہے ہو خود کیوں نہیں اختیار کرتے۔ ابو طالب نے کہا! اگر صحتمند اور تندرستی میں کلمہ پڑھ لیتا تو اور بات تھی اب حالت موت اور کمزوری میں کلمہ پڑھنا مجھے پسند نہیں ہے۔ قریش کہتے پھریں گے کہ انہوں نے کلمہ محض موت کے خوف سے پڑھا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو ابو طالب کی وفات کی اطلاع دی تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چچا جان! آپ نے

صلح رحمی کا حق ادا کر دیا اور میرے حق میں کوئی کوتاہی نہیں کی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ پھر آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! جاؤ ان کو غسل دو کفن دو اور زمین میں دفن کرو۔ جناب ابو طالب کا انتقال 10ھ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ہوا۔

ابن ہیثم سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میرے دادا حضرت عبدالمطلب کی پیروی کی یہاں تک کہ انتقال فرمایا اور وصیت کی کہ مجھے عبدالمطلب کی قبر کے ساتھ دفن کیا جائے۔ پس میں نے اس بات کا تذکرہ حضور نبی کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا! ان کی وصیت کے مطابق عمل کرو۔ چنانچہ ہم نے انہیں غسل دیا اور حجون کے قبرستان میں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ دفن کر دیا۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمان نبوی کے مطابق عمل کیا۔ دوبارہ حاضر ہوئے تو فرمایا خود بھی غسل کرو، چنانچہ انہوں نے بھی غسل کیا۔

1.3.1۔ رسول اللہ ﷺ کی شان میں جناب ابو طالب کے اشعار

قریش کے بنو ہاشم سے بائیکاٹ کے موقع پر جناب ابو طالب نے ایک شاندار قصیدہ لامیہ پڑھا ہے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ کی مدح کی انتہا کردی ہے۔ اسلام کے محاسن کا تذکرہ ہے اور پھر مکمل اور بھرپور حمایت کا اعلان ہے۔ یہ قصیدہ (۹۲) اشعار پر مشتمل ہے اور البدایہ والنھایہ ج۳ ص۵۱ پر موجود ہے۔ یہاں اس میں سے چند اشعار نمونے کے طور پر قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

وَاللّٰہِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ بِجَمْعِھِمْ

حَتّٰی اُوَسَّدَ فِیْ التُّرَابِ دَفِیْنَا

خدا کی قسم! یہ لوگ اپنی جماعت لے کر اس وقت تک حملہ نہیں کر سکتے

جب تک کہ میں قبر میں دفن نہ کیا جاؤں

وَدَعَوْتَنِیْ وَ زَعَمْتَ اَنَّکَ صَادِقُوْ

صَدَّقْتَ فَیْہِ وَ کُنْتَ ثَمَّ اَمِیْنًا

آپ (ﷺ) نے مجھے دین کی دعوت دی اور آپ (ﷺ) نے سچے ہونے کا دعویٰ بھی کیا، آپ (ﷺ) نے سچ کہا اور آپ (ﷺ) اس میں امین بھی ہیں

وَعَرَفْتَ دِیْنَکَ لَا مَحَالَةَ اَنَّهٗ

مِنْ خَیْرِ اَدْیَانِ الْبَرِیَّةِ دِیْنًا

میں نے یقیناً آپ (ﷺ) کے دین کو پہچان لیا کہ تمام ادیان سے یہ بہتر دین ہے

لَوْ لَا الْمَلَامَةُ اَوْ حَذَارُ مَسَبَّةٍ

لَوَجَدْتَنِیْ سَمِحًا بِذَاکَ مُبِیْنًا

اگر لوگوں کے طعن اور گالی کا خطرہ نہ ہوتا تو آپ (ﷺ) مجھے اس دین

میں کھل کر سخاوت کرنے والا پاتے

لَعُمْرِیْ لَقَدْ کُلِّفْتُ وَجْدًا بِاَحْمَدَ

وَاِخْوَتِهٖ دَابَ الْمُحِبِّ الْمُوَاصِلِ

اپنی عمر کی قسم میں احمد مجتبیٰ (ﷺ) اوران کے احباب کی وجہ سے

دائمی اور مسلسل عاشق کی طرح محبت میں مبتلا کیا گیا ہوں

فَمَنْ مِّثْلُهٗ فِی النَّاسِ اَیُّ مُؤَمَّلٍ

اِذَا قَاسَهُ الْحُکَّامُ عِنْدَ التَّفَاضُلِ

جب خوبیوں اور فضیلتوں میں مقابلہ شروع ہو جائے تو لوگوں میں

ان کی طرح امید گاہ خلائق کون ہوسکتا ہے؟

حَلِیْمٌ رَشِیْدٌ عَادِلٌ غَیْرُ طَائِشٍ

یُوَالِیْ اِلٰهًا لَیْسَ عَنْهُ بِغَافِلِ

وہ حق پر قائم انصاف پسند بردبار اور سنجیدہ ہیں جو اپنے معبود کی
عبادت اور تعلق سے کبھی غافل نہیں

کَرِیْمُ الْمَسَاعِیْ مَاجِد’‘ وَ ابْنُ مَاجِدٍ

لَہٗ اِرْثُ مَجْدٍ ثَابِتُ غَیْرُ نَاصِلٖ

ان کے کارنامے اچھے ہیں وہ خود بزرگ اور بزرگوں کی اولاد ہیں
ان کی بزرگی قدیمی اور موروثی ہے جو تغیر پذیر نہیں

وَاَبْیَض’‘ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ

ثِمَالُ الْیَتَامیٰ عِصْمَة’‘ لِلْاَ رَامِلٖ

وہ ایسے خوبصورت ہیں کہ ان کے چہرۂ انور کی برکت سے بادل سے
بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کے غمخوار، بیواؤں کے محافظ ہیں

یَلُوْ ذُبِہٖ الْھُلَّاکُ مِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ

فَھُمْ عِنْدَہٗ فِیْ رَحْمَةٍ وَ فَوَاضِلٖ

بنو ہاشم کے تباہ حال لوگ ان کی پناہ لیتے ہیں پس وہ لوگ
ان کی وجہ سے نعمتوں اور رحمتوں میں ہیں

کَذَبْتُمْ وَ بَیْتِ اللّٰہِ نَبْدِیْ مُحَمَّداً

وَ لَمَّا نُطَاعِنْ دُوْنَہٗ وَ نُنَاضِلٖ

خانہ کعبہ کی قسم! تم جھوٹ کہتے ہو کہ ہم محمد (ﷺ) کو بے یارو مددگار چھوڑ دیں گے
جب تک کہ ہم ان کی دفاع میں نیزہ بازی اور تیراندازی نہ کریں

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰی نُصَرِّعَ حَوْلَهٗ

وَ نَذْ هَلَ عَنْ اَبْنَائِنَا وَ الْحَلَا ئِلِ

ہم ان کو اس وقت دشمن کے حوالے کریں گے جب ہم سب ان کے ارد گرد

کٹ کر گر نہ جائیں اور اپنی بیویوں اور بچوں کو بھول نہ جائیں

وَ اَیَّدَ هٗ رَبُّ الْعِبَادِ بِنَصْرِهٖ

وَ اَظْهَرَ دِیْنًا حَقُّهٗ غَیْرُ زَائِلِ

ربِ کائنات نے اپنی نصرت اور مدد سے ان کی تائید کی ہے اور

انہوں نے ایسا دین پیش کیا ہے جو نا قابلِ زوال ہے

فَوَاللّٰهِ لَوْ لَا اَنْ اَجِیْئَ بِسَبَّةٍ

تَجُرُّ عَلٰی اَشْیَا خِنا فِی الْمَحَافِلِ

اللہ کی قسم! اگر میری وجہ سے میرے بزرگوں پر ایسی بدنامی نہ آتی

جس کے تذکرے مجالس میں نہ ہونے لگیں

لَكُنَّا تَبِعْنَاهُ عَلٰی كُلِّ حَالَةٍ

مِنَ الدَّ هْرِ جِداً غَیْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ

تو ہم ہر حالت میں زمانے بھر تک مذاق سے نہیں بلکہ

سچے دل سے ان کی متابعت کرتے

لَقَدُ عَلِمُوُا اَنَّ ابُنَنَا لَا مُکَذَّب''

لَدَیُنَا وَ لَا یَعُنِیُ بِقَوُلِ الْاَ بَاطِلِ

قریش کوخوب معلوم ہے کہ ہمارالختِ جگر ہمارے ہاں جھٹلایا نہیں جاتا

اور نہ اہلِ باطل کے باطل قول سے ان کا ارادہ کیا جاتا ہے

فَاَصُبَحَ فِیُنَا اَحُمَد'' فِیُ اَرُوُمَۃٍ

یَقُصُرُ عَنُھَا سَوُرَۃُ الُمُتَطَاوِلِ

پس احمد مجتبیٰ (ﷺ) ہمارے ہاں ایسی عزت اور شرافت پر فائز ہیں

جس کے سامنے بڑوں بڑوں کی عزتوں کی دیواریں پست ہیں

حَدَبُتُ بِنَفُسِیُ دُوُنَہٗ وَحَمَیُتُہٗ

وَدَافَعُتُ عَنُہٗ بِا لُذَّرٰیٰ وَ الُکَلَا کِلِ

میں نے اپنی جان جھکا کر حفاظت وحمایت کا حق ادا کر دیا اور میں

نے بچاؤ کا ہر سامان اور سینہ سامنے رکھ کر ان کا دفاع کیا

(توضیحات مشکوۃ)

1.4۔ والدہ ماجدہ

حضرت علیؓ کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ تھا۔ یہ پہلی ہاشمی خاتون تھیں جن کی شادی ہاشمی خاندان میں ہوئی اس طرح حضرت علیؓ نجیب الطرفین ہاشمی ہوئے۔ حضرت علیؓ کی والدہ کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی سعادت نصیب کی اور ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت اور شفقت کرتیں تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی ماں کی طرح پرورش کی۔ ان کے انتقال کا جب وقت قریب آیا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ آپ ﷺ صحابہ اکرامؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے آ کر حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ کے انتقال کی اطلاع دی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے اور صحابہ اکرامؓ سے فرمایا کہ ہم اپنی ماں کے پاس جاتے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کے ساتھ اٹھ کر چل دیئے۔ جب حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ کو دیکھا تو سرہانے کھڑے ہو کر رقت انگیز لہجے میں فرمایا! اے میری ماں، میری والدہ کے بعد آپؓ میری ماں تھیں۔ اللہ تعالیٰ آپؓ پر رحم فرمائے اور حضورِ انور ﷺ نے ان کی بہت زیادہ تعریف کی۔ جناب ابو طالب کاروبار کرتے تھے اور ان کے یہاں کھانا دعوت کے طور پر ہوتا تھا۔ وہ ہم سب کو اپنے ساتھ کھانے پر جمع کر لیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسدؓ کا یہ معمول تھا کہ اس میں سے کچھ بچا لیا کرتیں تھیں تا کہ میں (رسول اللہ ﷺ) اس میں سے بعد میں بھی کھا لوں۔ (حاکم)

آپ ؓ کی وفات ۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ جب حضرت فاطمہ بنت اسد ؓ کی وفات ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے کفن و دفن کے انتظامات فرمائے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنا کرتا ان کے کفن میں شامل کیا اور قبر تیار کرنے کے لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت ابو ایوب انصاری ؓ اور حضرت عمر بن خطاب ؓ کو ذمہ داری دی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے جنازے کو کاندھا دیا۔ قبر تیار ہونے کے بعد پہلے خود اس میں لیٹ گئے اور یہ دعا فرمائی، خدا کی ذات جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے اور اس کو فنا نہیں۔ اے ربِ کریم! تو فاطمہ بنتِ اسد ؓ کی مغفرت فرما دے، آپ ان کو دلیلِ حق فرما دیجیے۔ ان کی قرار گاہ میں وسعت فرما دیجیے آپ نہایت رحم کرنے والے ہیں پھر ان کو دفن کیا۔ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا کہ اس خاتون کے میرے اوپر بہت احسانات ہیں۔ آپ ؓ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔ قبر کھودنے میں حضرت عمر فاروق ؓ شریک تھے اور حضرت فاطمہ بنت اسد ؓ کو لحد میں رسول اللہ ﷺ، حضرت عباس ؓ اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے اتارا۔ (اسد الغابہ، جلد پنجم)

(مجمع الزوائد از ہیثمی اور جمع الفوائد از محمد بن سلیمان القاسی المغربی)

1.5 ۔ برادران حضرت علیؓ

جناب ابوطالب کے چار بیٹے تھے۔ طالب، عقیلؓ، جعفرؓ اور علیؓ۔ ان چاروں بیٹوں کی پیدائش میں دس دس سال کا وقفہ تھا۔ طالب غزوۂ بدر میں کفارِ مکہ کی طرف سے مسلمانوں سے لڑے، آخیر عمر تک کفر پر قائم رہے اور کفر پر ہی موت آئی۔ ایک دوسری روایت میں ابن اثیر لکھتے ہیں کہ جنگِ بدر کے موقع پر ایک قریشی سے طالب کا جھگڑا ہو گیا تو قریشی نے کہا کہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تم بنی ہاشم میں سے ہو ہمارے ساتھ آ تو گئے ہو لیکن تمہارا دل محمد (ﷺ) کے ساتھ ہے۔ طالب یہ سن کر غصہ میں آ گئے اور مشرکین سے الگ ہو کر مکہ واپس آ گئے۔ ابن کلبی کہتے ہیں کہ طالب کو جبراً جنگ میں شامل کیا گیا تھا۔ طالب نہ جنگی قیدیوں میں تھا نہ مقتولین میں تھا اور نہ وہ واپس مکہ آیا۔

باقی تینوں بھائیوں کو اسلام کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت عقیل بن ابوطالبؓ ان کی کنیت ابویزید تھی اور یہ فتح مکہ کے وقت ایمان لائے۔ بعض روایات میں ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ایمان لے آئے تھے۔ ۸ھ میں ہجرت کی۔ غزوۂ موتہ میں آپؓ نے شرکت کی تھی۔ آپؓ ۲ھ میں جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے لڑنے آئے تھے، گرفتار ہوئے آپؓ کے چچا عباسؓ نے آپؓ کا فدیہ دے کر آپؓ کو مسلمانوں کی قید سے چھڑوایا تھا۔ جناب ابوطالب کو آپؓ سے خصوصی انسیت تھی۔ مکہ میں جب بہت سخت قحط پڑا تو رسول اللہ ﷺ اور حضرت عباسؓ جناب ابوطالب کے پاس گئے کیونکہ وہ مالی طور پر کمزور تھے اور ان کا کنبہ بڑا

تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے تجویز دی کہ ایک ایک بچہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عباس ؓ اپنی کفالت میں لے لیں جس سے ان کا بوجھ کچھ کم ہو جائے گا۔ جب انہوں نے جناب ابو طالب سے بات کی تو انہوں نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس رہنے دو باقی دونوں کو لے جا سکتے ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ حضرت علی ؓ کو اپنے گھر لے آئے اور حضرت جعفر ؓ کو حضرت عباس ؓ اپنے گھر لے گئے۔ حضرت عقیل ؓ مضبوط حافظہ کے مالک اور حاضر جواب تھے۔ قریش کے نسب کے سب سے بڑے ماہر مانے جاتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ فرماتے ہیں قریش میں چار ایسے بزرگ تھے جن کو لوگ اپنے معاملات میں ثالث اور قاضی بنایا کرتے تھے۔ ان میں عقیل، مخرمہ، حُویطب اور ابوجہم تھے۔ حضرت عقیل ؓ کی وفات حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور میں ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 96 سال تھی۔ حضرت عقیل ؓ کے بارہ (12) بیٹے تھے۔ ان میں نو حضرت حسین ؓ کے قافلہ میں شامل تھے اور شہادت کی سعادت حاصل کی۔ ان میں مسلم بن عقیل سب سے بہادر تھے۔ یہ وہی ہیں جن کو حضرت حسین ؓ نے قافلہ سے پہلے کوفہ بھیجا تھا اور وہاں ان کو ظالمانہ طور پر شہید کر دیا گیا تھا۔

حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ ان خوش نصیب لوگوں میں شامل ہیں جن کو شروع ہی میں اسلام لانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ ؓ کا شمار سابقون اولون میں ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب مواخات کرائی تو حضرت جعفر ؓ کا بھائی حضرت معاذ بن جبل ؓ کو بنایا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد زمین پر چلنے والوں اور گھوڑوں پر سوار ہونے والوں میں بہترین شخص

جعفر بن ابو طالب ؓ تھے۔ یہ روایت صحیح اسناد سے ترمذی اور نسائی میں مذکور ہے۔ بغوی نے مقبری کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ ؓ کا قول نقل کیا ہے کہ جعفر ؓ مسکینوں سے محبت کرتے تھے، ان کو پاس بٹھایا کرتے تھے، ان کی خدمت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ان کی خدمت کرتے تھے۔ ان سے گھل مل کر باتیں کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ حضرت جعفر ؓ کو ابوالمساکین کی کنیت سے یاد کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **اشبهت خلقی و خُلقی** تمہاری شکل وصورت اور عادات وخصائل دونوں میں میری شباہت ہے۔ حضرت جعفرؓ نے حبشہ کی ہجرت کی تھی۔ حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر نجاشی بادشاہ اور اس کے ساتھیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ غزوۂ خیبر کے بعد جب حضرت جعفرؓ حبشہ سے واپس مدینہ طیبہ آئے تو رسول اللہ ﷺ انتہائی خوش ہوئے۔ ان کی پیشانی کو چوما اور فرمایا! میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے اس وقت کس بات کی زیادہ خوشی ہے، جعفرؓ کے آنے کی یا فتح خیبر کی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی ؓ سے جب بھی حضرت جعفر ؓ کا واسطہ دے کر کوئی سوال کیا تو انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا۔

حضرت جعفر بن ابو طالب ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں جمادی الاولیٰ 8ھ میں غزوۂ موتہ میں بہادرانہ طور پر جنگ کرتے ہوئے اور اسلامی جھنڈے کی حفاظت کرتے ہوئے شہادت پائی۔ حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) گھوڑے پر سوار تھے دشمن نے آپؓ کے بازو پر اتنی زور سے وار کیا کہ بازو کٹ کر گر گیا، آپؓ نے جھنڈا دوسرے بازو میں لے لیا، دشمن نے دوسرے بازو پر بھی وار کر کے اسے کاٹ دیا تو آپؓ نے جھنڈا سینے سے لگا کر باقی بازوؤں سے سنبھال کر

اونچا رکھا۔ یہاں تک کہ دشمن نے اتنی زور سے آپ پر وار کیا کہ آپؓ کے دو ٹکڑے ہو گئے اور آپؓ بھی شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر اکتالیس (۴۱) برس تھی۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں دونوں بازوؤں کے بدلے میں جنت میں دو بازو (پر) عطا کئے جس کے ذریعے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اس لئے ان کا لقب جعفر طیار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور جعفر الجناحین پڑ گیا (طیار کے معنی اڑنے والا اور ذوالجناحین کے معنی دو بازوؤں والا)۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ میں نے جنگ موتہ کے روز حضرت جعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جبکہ وہ شہید ہو چکے تھے کھڑے ہو کر ان کے جسم پر نیزے اور تلوار کے پچاس زخم شمار کئے ان میں سے کوئی بھی زخم پیچھے نہیں لگا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے جسم پر نوے زخم تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں میں ان مجاہدین کے ساتھ تھا، جب شہداء کی لاشوں کو تلاش کیا گیا تو حضرت جعفرؓ کی لاش کو دیکھا کہ ان کے جسم کے سامنے کے حصہ پر نوے سے زیادہ تیروں اور نیزوں کے نشان تھے۔

حضرت علی نے بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے بن گئے۔ حضرت جعفرؓ بھی ابتدائی اسلام لانے والے لوگوں میں شامل تھے اور حضرت عقیلؓ نے صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

1.6 ۔ حضرت علیؓ کی بہنیں

حضرت علیؓ کی دو حقیقی بہنیں تھیں۔ ام ہانی ؓ فاختہ بنت ابو طالب اور جمانہ ؓ بنت ابو طالب۔ بعض لوگوں نے امِ ہانیؓ کا نام فاطمہ اور بعض نے ہند لکھا ہے۔ ان کی شادی ہبیر ہ بن عائذ المخز ومی سے ہوئی۔ ابو عمر سے روایت ہے کہ جب مکہ فتح ہو گیا تو ہُبیر ہ مکہ سے فرار ہو کر نجران کی طرف چلے گئے اور اس موقع پر چند اشعار کہے جس میں اپنے فرار کا عذر بیان کیا۔ جب ان کو خبر ملی کہ حضرت امِ ہانی ؓ مسلمان ہو گئی ہیں تو اس پر چند اشعار کہے۔ امِ ہانی کے بطن سے ہُبیر ہ کے ایک بیٹے عمرو تھے۔ اسی حوالہ سے انہوں نے اپنی کنیت ابو عمرو رکھی تھی۔ فتح مکہ والے دن رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) حضرت ام ہانیؓ کے گھر تشریف لے گئے وہاں آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے غسل فرمایا اور ان کے گھر میں آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ حضرت ام ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے اپنے شوہر کے دو بھائیوں کو پناہ دے رکھی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا تو آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جسے تم نے پناہ دی اسے ہم نے بھی پناہ دی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ام ہانیؓ حضرت علی ؓ کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔ حضرت جمانہ بنتِ ابو طالب کی شادی ابو سفیان بن حارث ؓ بن عبدالمطلب سے ہوئی، یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔ جن سے ایک بیٹے عبداللہ پیدا ہوئے۔ (دار قطنی)۔ غزوۃ خیبر کے بعد جن لوگوں کو مالِ غنیمت میں سے حصہ ملا ان میں شامل تھیں جو تیں وسق تھا۔

1.7 ۔ شجرہ مبارک

علیؓ بن ابی طالب (عبدمناف) بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن فہر بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن اُدو بن المقوّم بن تارخ بن یشجب بن یعرب بن ثابت بن اسمٰعیل علیہ اسلام بن ابراہیم علیہ السلام۔ (فتح الباری)

1.8 ۔ حضرت علیؓ کی ولادت

حضرت علیؓ اپنے سب بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپؓ کی پیدائش شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔ (الاصابہ ابن حجر ج ۴، ص ۱۶۴)

آپؓ کی ولادت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض نے آپؓ کی ولادت خانہ کعبہ میں لکھی ہے۔ لیکن اکثر علماء اس قول کو ضعیف کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ کی ولادت رسول اللہ ﷺ کی ولادت کے تیس سال بعد یوم الجمعہ تیرہ رجب المرجب عام الفیل کے تیس سال بعد شعب بنی ہاشم میں ہوئی۔ بعض مورخین (حاکم) نے لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ بنتِ اسد کو دردِ زہ کی شدت محسوس ہوئی اور بہت زیادہ پریشان ہوئیں تو جناب ابو طالب ان کو خانہ کعبہ میں لے آئے تھوڑی دیر میں ایک حسین و جمیل لڑکے کی ولادت ہوئی۔

جناب ابو طالب نے آپؓ کا نام علی رکھا اور کہا کہ اس کی سربلندی،

عزت و افتخار ہمیشہ قائم رہے گا۔ آپ ؓ کی والدہ نے آپ ؓ کا نام حیدر رکھا۔ حیدر دراصل آپ ؓ کے نانا اسد کا نام تھا۔ آپ ؓ کی پیدائش کے وقت آپ ؓ کی والدہ نے رکھا تھا۔ حضرت علی ؓ کو اپنے لئے جو نام سب سے زیادہ پسند تھا وہ ’’ ابوتراب‘‘ تھا۔

1.9 ۔ کنیت

حضرت علی ؓ کی تین کنیتیں تھیں۔ ابوالحسن، ابوالسبطین اور ابوتراب۔ ابوتراب سیدنا علی ؓ کی کنیت ہے یہ کنیت اس طرح ملی کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی ؓ گھر پر نہیں ہیں۔ پوچھا کہ علی ؓ کہاں ہیں۔ سیدہ حضرت فاطمہ الزہراء ؓ نے فرمایا! میرے اور ان کے درمیان کچھ ان بن ہوگئی تھی اور وہ غصہ سے گھر سے باہر چلے گئے ہیں۔ آج تو انہوں نے گھر پر قیلولہ بھی نہیں کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت انس ؓ سے فرمایا کہ دیکھو کہ علی ؓ کہاں ہیں۔ حضرت انس ؓ نے آکر بتایا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فوراً مسجد تشریف لائے تو دیکھا مسجد کی دیوار سے لگے ہوئے فرش پر سو رہے ہیں۔ چادر کاندھوں سے سرک کر علیحدہ ہوگئی تھی جس کی وجہ سے آپ ؓ کے پہلو اور پیٹھ پر مٹی لگ گئی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ کے جسم سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمایا! اٹھو اے ابوتراب اٹھو۔ حضرت علی ؓ کو یہ کنیت بہت پسند آئی اور جب ہی سے حضرت علی ؓ کی کنیت ’’ ابوتراب ‘‘ مشہور ہوگئی۔

1.10 ۔ حضرت علیؓ کی اولاد

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اولاد میں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سمیت پندرہ بیٹے ہیں اور سترہ بیٹیاں ہیں۔

آپؓ کے بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

1)حسن، 2)حسین، 3)محسن، 4)ابوبکر، 5)عمر، 6)عثمان، 7)محمد، 8) محمد اوسط، 9)محمد اصغر، 10) عبداللہ، 11)عباس، 12)جعفر، 13)عبداللہ، 14)یحییٰ، 15) عون (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت مرتضی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی بیٹیوں کے نام۔

1) زینب کبریٰ، 2) ام کلثوم، 3) رقیہ، 4) ام حسن، 5) رملہ کبریٰ، 6) ام ہانی، 7) میمونہ، 8) زینب صغریٰ، 9) رملہ صغریٰ، 10) ام کلثوم صغریٰ، 11) فاطمہ، 12)امامہ، 13)خدیجہ، 14) ام الکرام، 15) ام جعفر، 16)ام سلمہ، 17)جمانہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)۔

سیدہ فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی کے دو صاحبزادے حسنؓ اور حسینؓ پیدا ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ایک صاحبزادے محسن تھے جن کا کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا۔ (بعض مورخین ان کے وجود کے قائل نہیں) صاحبزادیوں میں حضرت زینب الکبریٰؓ اور حضرت امِ کلثومؓ تھیں۔ حضرت امِ کلثومؓ سے حضرت عمر فاروقؓ نے نکاح کیا تھا۔

حضرت ام البنین بنتِ حذام کلابیہؓ سے عباس، جعفر، عبداللہ،

اور عثمان پیدا ہوئے۔ یہ چاروں بھائی حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

لیلیٰ بنتِ مسعود بن خالد سے عبید اللہ اور ابو بکر پیدا ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق یہ دونوں بھی حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

اسماء بنتِ عمیس ؓ الثعمیہ سے محمد اصغر (حضرت امام حسینؓ کے ساتھ شہید ہوئے تھے)، اور یحیٰ پیدا ہوئے۔ ایک بیٹے عون بھی پیدا ہوئے۔

صہباء (یا ام حبیب) بنت ربیعہ (جاریہ) سے ایک فرزند عمر اور بیٹی رقیّہ پیدا ہوئیں۔ عمر بن علی کی عمر پچاسی سال ہوئی حضرت علیؓ کی آدھی میراث انہوں نے حاصل کی، ان کا ینبوع میں انتقال ہوا۔ (تاریخ طبری)

امامہ بنتِ ابی العاص (حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیِ) سے ایک فرزند محمد اوسط پیدا ہوئے۔

خولہ بنتِ جعفر بن قیس سے ایک فرزند محمد اکبر پیدا ہوئے۔ محمد بن علی کہلائے اور یہ محمد بن حنفیہ کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ ان کا انتقال طائف میں ہوا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (تاریخ طبری)

ام سعید بن عروہ بن مسعود ثقفیہ سے ام الحسن، رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم صغریٰ تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

محیاۃ بنتِ امراء القیس بن عدی کلبی سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو کم سنی میں فوت ہوگئی۔

ام ہانی بنت علیؓ، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ صغریٰ، ام کلثوم صغریٰ

، فاطمہ، امامہ، خدیجہ، ام الکرم، ام سلمہ ، ام جعفر جمانہ اور نفیسہ یہ سب متفرق امہات کی اولاد تھیں۔

حضرت علیؓ کے بیٹے عبداللہ بن علی تھے جن کو مختار بن ابی عبید نے المذار میں قتل کر دیا تھا۔

حضرت علیؓ کی پانچ بیٹوں سے نسل آگے چلی ہے جن میں حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، محمد بن علی (حنفیہ)، عباس، اور عمر شامل ہیں۔

1.11۔ حضرت علیؓ کا سوانحی خاکہ

امیر المومنین سیدنا علیؓ بن ابو طالب قریشی ہیں، کنیت ابو الحسن اور ابو تراب تھیں۔ کم عمروں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے شخص ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چچازاد ہیں اور نہ صرف اس اعتبار سے آنحضرت ﷺ کے بھائی ہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کا مواخات میں ان کے ساتھ بھائی چارہ بھی ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی لاڈلی بیٹی فاطمہ الزہراؓ کے خاوند ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے والد ہیں۔ حضرت علیؓ باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں۔ آپؓ سابقون اولون میں سے ہیں۔ پیر کے دن رسول اللہ ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا اور منگل کے دن حضرت علیؓ نے اسلام قبول کر کیا۔ آپؓ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی بت یا مورتی کو سجدہ نہیں کیا اور نہ ہی شیطانی راہ کی پیروی کرتے ہوئے بت پرستی کی اور نہ ہی ان کے لئے نذر و نیاز پیش کی اور نہ کبھی کسی

بت کے سامنے التجاء و درخواست کی اور نہ ہی ان بتوں کے لئے کوئی جانور ذبح کئے۔ آپؓ نے حجر اسود کے سوا کسی پتھر کو عقیدت سے نہیں چھوا اور نہ کسی شجر کا طواف کیا۔ قبول اسلام کے وقت ان کی عمر کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قبولِ اسلام کے وقت آپؓ کی عمر پندرہ برس تھی۔ بعض حضرات نے آٹھ سال اور بعض نے دس سال بیان کی ہے۔ حضرت علیؓ کے بہت سارے القاب ہیں، ان میں امین، شریف، ہادی، مہدی، یعسوب المسلمین، ابو الریحانین، وغیرہ۔ سیدنا علیؓ غزوۂ تبوک کے علاوہ سب جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ غزوۃ تبوک کے لئے جاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ آپؓ کو اپنے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لئے اپنا خلیفہ بنا کے مدینہ میں چھوڑ گئے تھے اور فرمایا کہ تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میرے نزدیک تمہارا وہی درجہ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک حضرت ہارون علیہ السلام کو تھا۔

حضرت علیؓ گہرے گندمی رنگ کے تھے۔ آنکھیں بڑی بڑی تھیں اور قد میانہ مائل بہ پستی تھا۔ چہرہ ایسا روشن و تاباں جیسے چودھویں کا چاند، پیٹ بڑا اور سر کے بال کسی قدر اُڑے ہوئے تھے۔ داڑھی گھنی اور لمبی تھی اور جسم بھاری بھر کم تھا۔ دہن کشادہ، سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے۔ علم ودانش، عقل ودانائی میں یکتا تھے۔ زہد وتقویٰ کے پیکر، سخی النفس، قوی القلب، نہایت بہادر وشجاع تھے۔ 18/ذی الحجہ 35ھ جمعہ کا دن جو حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا دن تھا خلیفہ مقرر ہوئے۔ 17/رمضان المبارک 40ھ جمعہ ہی کے دن فجر کی نماز کے

وقت مسجد میں ایک شقی القلب عبدالرحمان ابن ملجم نے تلوار سے قاتلانہ حملہ کیا جس کے زخم کی وجہ سے تین راتوں کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملے اور مرتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

بعض مورخین نے تاریخِ وفات 17/رمضان المبارک 40ھ لکھی ہے اور قاتلانہ حملہ دو دن پہلے کا بیان کیا ہے۔ حضرت علیؓ کو غسل دینے والوں میں دونوں صاحبزادوں کے علاوہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بھی شامل تھے۔ حضرت حسنؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور فجر سے پہلے تدفین عمل میں آئی۔ حضرت علیؓ کی عمر وفات کے وقت تریسٹھ سال تھی۔ بعض حضرات نے پینسٹھ سال اور ایک قول کے مطابق ستر سال تھی۔ آپؓ کی خلافت چار سال نو ماہ رہی۔

(مظاہر الحق)

1.12 ۔ رسول اللہ ﷺ سے قربت ونسبت

حضرت علیؓ نے آغوشِ نبوت میں پرورش پائی۔ حضرت علیؓ ابھی کم سن تھے کہ اس سال مکہ میں سخت قحط پڑ گیا لوگوں کا معاشی طور پر گزارا بہت مشکل ہو گیا۔ جناب ابو طالب کثیر العیال تھے۔ آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا! چچا ابو طالب کثیر العیال ہیں اور آجکل لوگوں پر جو مصیبت آئی ہوئی ہے آپ جانتے ہیں۔ اس حالت میں چچا ابو طالب کس طرح اپنے خاندان کا گزارا کر رہے ہیں۔ چلیئے ان کے گھر چلتے ہیں اور ان کے گھر کے کچھ لوگوں کی

ذمہ داری ہم لے لیتے ہیں تا کہ ان کا بار کچھ کم ہو جائے۔ دونوں حضرات ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلہ میں بات کی انہوں نے کہا کہ طالب اور عقیل کو میرے پاس رہنے دو ان کے علاوہ جس بچہ کو لینا چاہو لے لو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔

(تاریخ الکامل لابن الاثیر، ج ۲ ص ۲۰)

قولِ زریں

گناھوں پر نادم ھونا
ان کو مٹا دیتا ھے
اور نیکیوں پر مغرور
ھونا ان کو برباد
کر دیتا ھے

(امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ)

2.0 ۔ قبولِ اسلام اور اس کے بعد

2.1 ۔ السابقون الاولون

حضرت علیؓ دس سال کے تھے جب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کا منصب عطا فرمایا۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ اور ان کی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ ایک جگہ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتفاقاً حضرت علیؓ وہاں پہنچ گئے اور دونوں کی خاص قسم کی حرکات وسکنات کو دیکھ کر حیران ہوتے رہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگ یہ کیا کر رہے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے تھے اور تم کو بھی اس کی دعوت دیتے ہیں اور لات وعزیٰ کی پرستش سے روکتے ہیں۔ یہ اللہ کا دین ہے جس کو اللہ نے اپنے لئے پسند فرمایا اور اسی کے لئے انبیاء کو مبعوث کیا گیا۔ میں تم کو بھی خدائے واحد کی طرف بلاتا ہوں جو تنہا معبود ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایسی بات میں نے آج تک نہیں سنی اس لئے میں اپنے والد سے مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

چونکہ اسلام کا معاملہ ابھی تک پوشیدہ تھا اس لئے اس راز کا ظاہر ہونا اور جناب ابوطالب سے اس بات کا تذکرہ کرنا رسول اللہ ﷺ نے مصلحت کے خلاف سمجھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے والد سے بات کرنے سے منع کر دیا اور فرمایا کہ خود سوچ لو اور ابھی کسی سے اس بات کا تذکرہ مت کرو۔ حضرت علیؓ خاموش ہو گئے اور واپس چلے گئے۔ دوسرے دن صبح رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور کہا کہ کل آپ ﷺ مجھ سے کیا فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ لات وعزیٰ کا انکار کرو اور خدا کا شریک ٹھہرانے سے باز رہو۔

حضرت علیؓ نے فوراً شہادت دی اور کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن مبعوث ہوئے اور میں منگل کے دن مسلمان ہو گیا۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت علیؓ پہلے ایمان لانے والے ہیں اور مردوں میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے نماز پڑھی۔ حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد پہلا شخص جو ایمان لایا وہ حضرت علیؓ تھے۔ اس میں اختلاف ہے کہ مسلمان ہونے کے وقت حضرت علیؓ کی عمرِ مبارک کتنی تھی۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں " **اسلم علی و هو ابن عشر سنين** "۔حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کہ " **اسلم علی و هوا ابن ثلاث عشر** "۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں " **هذا اصح ما قيل فی ذلک** " اسی طرح پندرہ، اٹھارہ، سات، اور آٹھ سال کی بھی روایات ہیں۔ محمد بن عبدالرحمٰن زرارہ کہتے ہیں کہ علیؓ نو سال کی عمر میں ایمان لائے۔ مگر قرائن کے پیشِ نظر دس سال کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔

آپؓ نے بہت دنوں تک اپنا اسلام مخفی رکھا اور چھپ چھپ کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے عام اعلانِ نبوت سے پہلے جب نماز کا ارادہ ہوتا تو آپ ﷺ مکہ مکرمہ کی

قریبی گھاٹیوں میں تشریف لے جاتے اور حضرت علی ؓ کو بھی ساتھ لے جاتے۔ دونوں وہاں فریضۂ نماز ادا کرتے اور پھر واپس لوٹ آتے۔ حضرت حسن بن زید ؓ سے مروی ہے کہ حضرت علی ؓ نے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی کیونکہ انہوں نے بہت کم عمری سے آغوشِ رسالت میں پرورش پائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کو جب رسول اللہ ﷺ نے اسلام لانے کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ میں جا کر اپنے والد سے مشورہ کر کے آتا ہوں۔ آپ ؓ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ دل میں خیال آیا کہ مجھے والد نے نصیحت کی تھی کہ تمہیں جو بات بھی محمد (ﷺ) کہیں اسے قبول کر لینا چنانچہ اس نصیحت پر عمل کرتے ہوئے واپس ہوئے اور اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

2.2 ۔ بنوعبدالمطلب کواسلام کی دعوت

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت علیؓ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ بعثت کے چوتھے سال جب قریبی عزیز واقارب کوعذابِ الٰہی سے ڈرانے کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے اس کی تعمیل میں کوہ صفا پراپنے خاندان والوں کوجمع کرنے کے لئے ایک دعوت کا اہتمام فرمایا، جس کا انتظام کرنے کے لئے حضرت علیؓ سے کہا۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا!

اے بنومطلب ! میں تمہارے سامنے دنیااورآخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہےاور میرا مددگار ہوتا ہے تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز آئی اگرچہ میں عمر میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگیں کمزور ہیں، لیکن میں آپ ﷺ کا معاون اور مددگار اورقوتِ بازو بنوں گا۔ یہ آواز علی بن ابی طالبؓ کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اپنی بات کودہرایا۔ اس کے جواب میں ہرمرتبہ حضرت علیؓ ہی کی آواز آئی۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے ان کو یہ اعزاز بخشا کہ تم میرے وارث اور بھائی ہو۔

2.3 ۔ رسول اللہ ﷺ کی صحبت

ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو رسول اللہ ﷺ مکہ کہ کسی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علی بن ابو طالبؓ بھی اپنے والد اور رشتہ داروں سے چھپ کے جاتے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ ایک عرصہ تک جاری رہا۔

ایک دن رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ ایک گوشہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اتفاق سے جناب ابو طالب وہاں پہنچ گئے اور ان کو نماز پڑھتے ہوئے حیرانی سے دیکھتے رہے۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دین اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے پیغمبروں اور ہمارے باپ ابراہیمؑ کا دین ہے۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے، کفر، بت پرستی اور الحاد سے منع کیا ہے اور اپنی خاص عبادت فرض کی ہے۔ جس کو اس طرح سے ادا کیا جاتا ہے۔ میں آپ سے بھی اس پر ایمان لانے کی درخواست کرتا ہوں اور آپ ہی اس کے سب سے پہلے مستحق ہیں۔ ابو طالب نے کہا!

اے پیارے! میں اپنے آبائی دین کو نہیں چھوڑ سکتا لیکن تم اپنا کام اطمینان سے کرتے رہو۔ میں تمہاری ہر طرح سے حفاظت کروں گا۔ پھر اپنے بیٹے (حضرت) علیؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ بیٹا! محمد (ﷺ) تمہارے

ساتھ ہر گز بُرا نہیں کر سکتے یہ جو کچھ کہیں اس کو سر آنکھوں پر لے لواور اس پر عمل کرو۔

(سیرت ابن ہشام) (تاریخ الکامل ابن اثیر، ج ۲ص ۲۰)

(اسد الغابہ معارج النبوۃ)

اس یقین دھانی کے بعد جناب ابو طالب نے اپنے قول کا عملی ثبوت دیا۔ قریشِ مکہ کے کفار نے آپ ﷺ کو دین سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ بارہا جناب ابو طالب سے رسول اللہ ﷺ کی شکایت کی یہاں تک کہ جان سے مار ڈالنے کی دھمکی بھی دی لیکن جناب ابو طالب ہر موقع پر ان کے لئے رکاوٹ بن گئے اور اپنی زندگی کے آخیر لمحوں تک آپ ﷺ کی حفاظت اور معاونت کرتے رہے۔

2.4 ۔ ایمان لانے والوں کی مدد

لوگوں کو جیسے جیسے اسلام کی حقانیت کا معلوم ہوتا تو وہ اس کے بارے میں جاننے کے لئے مکہ آتے اور ایمان لانے کے شرف سے بہرامند ہوتے۔ حضرت علیؓ ایسے لوگوں کی مدد کرتے تھے اور بڑی حکمت اور ہوشیاری سے ان کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچا دیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کے ایمان لانے کا واقعہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں!

حضرت ابو ذر غفاریؓ کو جب رسول اللہ کی بعثت کی خبر ملی تو انہوں نے

اپنے بھائی انیس جو کہ شاعر بھی تھے سے کہا کہ تم اس وادی میں جاؤ اور اس شخص کا پتہ لگاؤ جو اپنے آپ کو اللہ کا نبی کہتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے پاس آسمان سے اطلاعات آتی ہیں۔ ان کی باتیں سنو اور مجھے آکے بتاؤ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے بھائی مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور رسول اللہ ﷺ خدمت میں پہنچے اور ان سے ملاقات کی۔ رسول اللہ ﷺ کی باتیں سنیں اور واپس آکر ابوذرؓ کو بتایا کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ شریفانہ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں اور ایسی بات کرتے ہیں جو شاعری نہیں ہے۔ ابوذرؓ نے کہا کی جو معلومات میں چاہتا تھا وہ تمام تم نہیں لے کر آئے۔ پھر انہوں نے خود مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ اپنا زادِ راہ لیا اور پانی کا ایک مشکیزہ لیا اور مکہ پہنچ گئے۔ آپ کسی سے پوچھنا نہیں چاہتے تھے اس لئے حرم میں آکر بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو پہنچانتے بھی نہیں تھے اندازے سے آپ ﷺ کی تلاش شروع کر دی۔ جب رات ہوئی تو ان کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا اس لئے مسجد میں ہی لیٹ گئے۔

حضرت علیؓ نے ان کو دیکھا تو سمجھ لیا کہ یہ کوئی باہر سے آنے والا مسافر ہے۔ حضرت علیؓ ان کے پاس گئے اور ان کو اپنے گھر میں ٹھہرانے کی دعوت دی جو حضرت ابوذرؓ نے قبول کر لی۔ نہ حضرت علیؓ نے ان سے یہاں آنے کی وجہ پوچھی اور نہ انہوں نے بتائی۔ حضرت علیؓ نے ان کو اپنے گھر ساتھ لے گئے اور رات کو انہیں قیام وطعام کرایا اور صبح ہوئی تو وہ پھر واپس حرم تشریف لے آئے۔ سارا دن حرم کعبہ میں رہے لیکن رسول اللہ ﷺ سے ملاقات نہیں ہوسکی۔ رات ہوئی تو پھر یہ حرم میں لیٹ گئے۔ اتفاق سے پھر حضرت علیؓ کا گزر وہاں سے ہوا تو دیکھا کہ آج

بھی مسافر یہاں لیٹا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ نے سوچا کہ شاید اس کو آج بھی اپنے ٹھکانے کا نہیں پتہ لگا اس لئے یہ یہاں لیٹا ہوا ہے۔ آپؓ نے پھر ان کو اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی جو انہوں نے قبول کی اور ان کے ساتھ چل دئے۔ دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے سے نہ وجہ پوچھی اور نہ بتائی۔ صبح ہوئی تو پھر ایک دوسرے کو کچھ بتائے بغیر حضرت ابوذرؓ خانہ کعبہ میں آکر بیٹھ گئے۔ تیسرا دن بھی ایسے ہی گزر گیا اور ان کی ملاقات رسول اللہ ﷺ سے نہ ہوسکی۔ رات ہوگئی اور ابوذرؓ پھر لیٹ گئے۔ تیسری رات کو پھر حضرت علیؓ نے ان کو دیکھا اور اپنے گھر لے گئے۔ حضرت علیؓ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ یہاں کس کام سے آئے ہیں شاید میں آپ کی کوئی مدد کرسکوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تم وعدہ کرو کہ تم اس معاملہ میں میری مدد کروگے تو میں بتاؤں گا۔ حضرت علیؓ نے ان کی شرط کو قبول کرتے ہوئے کہا کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔ ابوذرؓ نے پوری بات حضرت علیؓ کو بتا دی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یقیناً یہ صحیح بات ہے اور وہ اللہ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ جب صبح نیند سے بیدار ہونا تو میرے ساتھ چلنا میں تمہیں ان کے پاس پہنچا دوں گا۔ تم میرے پیچھے پیچھے چلنا اور اگر کسی جگہ میں خطرہ محسوس کروں گا تو میں رک جاؤں گا جیسے استنجا کے لئے ٹھہر گیا ہوں اور تم سیدھے چلتے رہنا۔ پھر چلتے چلتے جس گھر میں میں داخل ہوؤں تو تم بھی داخل ہو جانا۔ وہ اسی طرح چلتے ہوئے حضرت علیؓ کے پیچھے پیچھے بیت الارقم میں داخل ہوگئے۔ وہاں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی آپ ﷺ کی بات سنی اور اسی وقت ایمان لے آئے۔

2.5 ۔ ہجرت

رسول اللہ ﷺ کا مشکل ترین دور مکہ میں بعثت کے بعد کی تیرہ (۱۳) سالہ زندگی کا دور تھا۔ اس دور میں حضور اکرم اور صحابہ کرام ؓ نے بے پناہ تکالیف اور مصائب کا سامنا کیا۔ قریشِ مکہ رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے اصحاب ؓ کو تکلیف اور اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ آپ ﷺ اس سرزمین کو خیر آباد کہہ کر کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائیں۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرتِ مدینہ کا حکم آیا پھر تاریخ اسلام کا عظیم ترین واقعہ پیش آیا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے بستر پر شیرِ خدا حضرت علی ؓ کو سلایا تا کہ لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر کے مدینہ ہجرت کر کے آجائیں اور خود حضرت ابو بکر ؓ کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ان حالات میں کہ جب کفارِ مکہ آپ ﷺ کو قتل کرنے پر تُلے ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا آپ ﷺ کے بستر پر سونا کوئی آسان کام نہ تھا۔ حضرت علی ؓ کامل یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اپنے آپ ؓ کو رسول اللہ ﷺ پر قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہوئے بلا خوف وخطر رسول اللہ ﷺ کی چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور فرماتے ہیں کہ اس رات سے بہتر نیند میں کبھی نہیں سویا۔

صبح جب کفارِ قریش نے دیکھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بستر پر حضرت علی ؓ سو رہے ہیں تو ان کو بہت غصہ آیا۔ حضرت علی ؓ کو پکڑ کر خانہ کعبہ لے آئے اور تھوڑی دیر تک قید رکھا پھر چھوڑ دیا اور رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈنے تمام صحرا میں

پھیل گئے۔

حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق تین دن مکہ میں قیام کیا لوگوں کی امانتیں ان کو واپس کیں اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ مدینہ پہنچے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ قبا میں بنی عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن الہدم کے مکان پر قیام پزیر تھے۔ حضرت علیؓ آپ ﷺ کے قافلے میں شامل ہو گئے۔ جب حضرت علیؓ کے قبا پہنچنے کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو میرے پاس بلا لاؤ۔ لوگوں نے عرض کیا کہ تھکان کی وجہ سے ان سے آیا نہیں جا رہا۔ یہ سن کر آپ ﷺ خود اٹھے اور حضرت علیؓ سے ملے اور معانقہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ سفر کی مشقت سے ان کے پیر سوجھ گئے ہیں اور سوجھے ہوئے پیروں سے خون نکل رہا ہے۔ آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک حضرت علیؓ کے پیروں پر لگایا اور دعا فرمائی، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ پھر میرے پیروں میں کبھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔ (کنز العمال، الکامل لابن الاثیر)

3.0 ۔ حضرت علیؓ مدینہ منورہ میں

3.1 ۔ مسجدِ نبوی کی تعمیر میں شرکت

مسجدِ نبوی کی تعمیر میں حضرت علی ؓ نے ایک عام مزدور کی طرح کام میں حصہ لیا۔آپ ؓ مسجد کی تعمیر کے لئے پتھر اور مٹی خود اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور خوشی سے اشعار پڑھتے تھے۔

لا یستوی من یعمر المساجد ید ائب فیه قائماً

و قاعداً و من یری عن الغبار حائدا

جو مسجد تعمیر کرتا ہوا کھڑا ہو کر اور بیٹھ کر اس مشقت کو برداشت کرتا ہے اور

جو گرد و غبار کے باعث اس کام سے جی چراتا ہے وہ برابر نہیں ہو سکتے۔

(زرقانی ج ۱ ص ۴۲۶)

3.2 ۔ مواخات

مواخات دو بار ہوئی ایک بار ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مہاجرین کے درمیان ہوئی جس کے نتیجے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپس میں بھائی بنے۔ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، مصعب بن عمیرؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ، ابو عبیدہؓ اور سالم مولیٰ ابی حدیفہؓ، سعید بن زیدؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ، اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر

بن عوامؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسرے کے بھائی بنے۔ حضور اکرم ﷺ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ دینی بھائی بھی بن گئے۔ (شامی)

دوسری بار ہجرت کے پانچ ماہ بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مکان پر مہاجر اور انصار کے درمیان بھائی چارہ کروایا۔ اس میں کل نوے (90) افراد تھے آدھے مہاجر اور آدھے انصار تھے، مواخات کی بنیاد یہ تھی کہ ایک دوسرے کے غم خوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبتی قرابت داری کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور وراثت کا یہ حکم جنگِ بدر تک قائم رہا، اس کے بعد ایک دوسرے کے لئے وراثت کا حکم ختم کر دیا گیا لیکن باہمی اسلامی اخوت اور ایثار و محبت کا تعلق قائم رہا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی بھائی حضرت خارجہ بن زبیر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی بھائی حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت سعد بن الربیع انصاری، حضرت زبیر بن عوامؓ کے بھائی حضرت سلامہ بن سلامہ بن دقش رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے بھائی حضرت ثابت بن منذر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت مصعب بن عمیرؓ کے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمار بن یاسرؓ کے حضرت حدیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوحدیفہ بن عتنہ بن ربیعہؓ کے بھائی حضرت عباد بن بشیرؓ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنے۔ سلمان فارسیؓ اور ابو الدرداء عویمر بن ثعلبہؓ، بلال بن رباح ؓ اور ابو رویحہ عبد اللہ بن عبدالرحمانؓ، حاطب بن ابی بلتعہؓ اور عویم بن ساعدہؓ، ابومرثد ؓ اور عبادہ بن صامت ؓ، عبداللہ بن جحش ؓ اور عاصم بن ثابت ؓ، عتبہ بن غزوانؓ اور ابودجانہ ؓ، ابوسلمہ بن عبدالاسد ؓ اور سعد بن خیثمہ ؓ، عثمان بن مظعونؓ اور ابوالہیثم بن تیہانؓ، عبیدہ بن حارث ؓ اور عمیر بن حمام ؓ، طفیل بن حارث ؓ اور سفیان نسر خزرجیؓ، صفوان بن بیضاء ؓ اور رافع بن معلیٰ ؓ، مقداد بن اسود ؓ اور عبداللہ بن رواحہ ؓ، ذوالشمان ؓ اور یزید بن حارث ؓ، ارقم ؓ اور طلحہ بن زید ؓ، زید بن خطاب ؓ اور معن بن عدیؓ، عمرو بن سراقہ ؓ اور سعد بن زید ؓ، عاقل بن بکیر ؓ اور مبشر بن عبدالمنذر ؓ، خنیس بن حذافہ ؓ اور منذر بن محمد ؓ، سرۃ بن ابی رھم ؓ اور عبادہ بن خشخاش ؓ، مسطح بن اثاثہ ؓ اور زید المزین ؓ، عکاشہ بن محصن ؓ اور مجذر بن دمار ؓ، عامر بن فہیرہ ؓ اور حارث بن صمہؓ اور مہجع ؓ مولیٰ عمر ؓ فاروق اور سراقہ بن عمرو بن عطیہ ؓ بھائی بھائی بنا دیے گئے۔ (فتح الباری)

حضرت علیؓ کا بھائی چارہ کا رشتہ کسی انصاری سے قائم نہیں ہوا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ میری مواخات آپ (ﷺ) نے کسی سے نہیں کروائی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور سہل بن حنیفؓ کے درمیان بھائی چارگی کا تعلق قائم کیا۔

ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ اور سہل بن حنیف کے درمیان مواخاۃ کروائی۔ ابن اسحاق اور بعض سیرت اور مغازی کے مؤلفین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی مواخاۃ اپنے ذات سے کرائی یعنی اپنا دینی بھائی بنایا۔

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچنے کے بعد انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ قائم کیا۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا گیا جو معاشی اور معاشرتی ہر لحاظ سے ایک دوسرے کا بھائی تھا۔ حضرت علیؓ کی مواخات حضرت سہل بن حنیف انصاری کے ساتھ ہوئی۔

(از خطیب بغدادی، ص ۷۰)

3.3 ۔ سیدہ فاطمہ الزہراءؓ سے نکاح

ماہ رجب ۲ ہجری میں حضرت علیؓ کا نکاح حضرت فاطمہؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے کر دیا۔ نکاح کا مہر چار سو مثقال مقرر کیا گیا۔ اس وقت حضرت علیؓ کی عمر ۲۱ سال یا ۲۴ سال تھی اور حضرت فاطمہ ؓ کی عمر میں اختلاف ہے جو ۱۵، ۱۸ یا ۱۹ سال تھی۔ (شرح مواحب المدینہ، ج ۲ ص ۳)

حضرت علیؓ نے جب حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے آپ ؓ سے دریافت کیا کہ مہر دینے کے لئے تمہارے پاس کیا ہے۔ وہ بولے! کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا وہ حطمیہ زرہ کیا ہوئی؟ حضرت علی نے عرض کیا کہ وہ تو ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! بس وہ کافی ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے مہر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت علی ؓ نے جواب دیا کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے اور ایک زرہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑا تمہارے لئے ضروری ہے البتہ زرہ بیچ دو۔ حضرت علی ؓ نے زرہ ساڑے چار سو درہم میں فروخت کر دی جو حضرت عثمان ؓ نے ان سے خرید لی اور بعد میں وہ حضرت علی ؓ کو شادی کے تحفہ کے طور پر واپس دے دی۔ حضرت علی ؓ نے رقم رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دی جس سے آپ ﷺ نے شادی کا انتظام کیا۔

طبری نے لکھا ہے کہ آپؓ کا نکاح صفر میں ہوا اور بعض مورخین نے ذیقعدہ لکھا ہے۔ مدارج النبوۃ میں رمضان المبارک کے مہینے میں لکھا ہے۔ نکاح کی

تقریب نہایت سادہ اور با برکت تھی اس وقت کی رسومات سے پاک تھی۔ اس مبارک تقریب میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ اکرام شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے نہایت پُر اثر خطبہ ارشاد فرمایا اور ایجاب وقبول کروایا۔

(ذخائر العبقعی الحب الطبری، ص ۳۰، باب ذکر تزویج فاطمہؓ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر میں نے اپنی زرہ عثمان بن عفانؓ کو چار سو درہم میں فروخت کر دی۔ جب درہم میں نے وصول کر لئے اور زرہ عثمان بن عفانؓ نے لے لی تو اس کے بعد عثمانؓ فرمانے لگے۔ اے ابن ابی طالبؓ! زرہ اب میری ہو چکی ہے اور درہم آپ کے ہو چکے ہیں۔ میں نے کہا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ اس کے بعد عثمانؓ نے فرمایا کہ یہ زرہ آپؓ کو میری طرف سے ہدیہ و تحفہ پیشِ خدمت ہے تو میں نے دراہم اور زرہ دونوں چیزیں سرورِ کائنات علیہ الصلوۃ والتسلیمات کی خدمت اقدس میں لا کر حاضر کر دیں اور عثمانؓ کا ان کے ساتھ حسن معاملہ بھی بیان کیا تو سردارِ دو جہاں ﷺ نے عثمان بن عفانؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ از علی بن عیسیٰ الاربلی جلد اول ذکر تزویج علی بفاطمہ ص ۴۸۵ بمع ترجمہ المناقب فارسی)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو حضرت فاطمہؓ کا

نکاح حضرت علیؓ سے کرنے کا خیال آیا تو مجھ سے کہا کہ مجھے جبرائیلؑ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا ہے کہ میں علیؓ سے فاطمہؓ کی شادی کر دوں تم جاؤ اور لوگوں کو بلا لاؤ، میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ صحابہ اکرامؓ آ کر جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے مجلس میں حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح پڑھا دیا۔ نکاح کے بعد آپ ﷺ نے ایک طویل خطبہ دیا جس میں خدا کی حمد و ثنا کے بعد حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے ازدواجی تعلقات، آپس میں پیار و محبت کے لئے دعا فرمائی۔

صاحبِ مدارج النبوۃ لکھتے ہیں کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے مجلس میں کھجوریں بھی بکھیر دیں اور اسی وجہ سے فقہاء نے شادی کے موقع پر کھجوریں بکھیرنے کو مستحب کہا ہے۔

غزوۃ بدر کے بعد ۲ھ ذوالحجہ کے مہینے میں حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی رخصتی ہوئی اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی ازدواجی زندگی کا آغاز ہوا۔

جہیز: طبقات ابن سعد اور مسند احمدؒ میں روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کو جو جہیز دیا گیا اس میں ایک چارپائی، ایک بڑی چادر، چمڑے کا تکیہ (جو کھجور یا خوشبودار گھاس سے بھرا ہوا تھا)، ایک مشکیزہ، دو کوزے، ایک آٹا پیسنے کی چکی تھی اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔ ان تمام سامان کی خریداری حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کی۔

3.3.1 ۔ مکان، رخصتی اور ولیمہ

ایک صحابی حضرت حارثہ بن نعمان ؓ نے حضرت علی ؓ کو اپنا گھر بسانے کے لئے اپنا ایک مکان پیش کیا اس سے پہلے بھی وہ اپنا ایک مکان رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر چکے تھے اس لئے حضرت علی ؓ کو کچھ تردد ہوا تو حضرت حارثہ بن نعمان ؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

" یارسول اللہ ﷺ ! میں اور میرا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے حاضر ہے جو مکان آپ ﷺ مجھ سے حاصل فرمائیں گے وہ میرے لئے اس مکان سے زیادہ پسندیدہ ہوگا جو آپ ﷺ میرے لئے چھوڑ دیں"

رسول اللہ ﷺ نے ان کا مکان حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہ ؓ کے لئے قبول کرلیا اور ان کے لئے دعا کے کلمات کہتے ہوئے فرمایا۔

بارک اللّٰہ علیک یا بارک اللّٰہ فیک۔

اس کے بعد مکان میں حضرت فاطمہ ؓ کی رخصتی کا انتظام کیا گیا۔ مکان کی صفائی، سجاوٹ اور ضروری اشیاء کے انتظام میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت ام سلمہ ؓ نے حصہ لیا۔ گھر تیار ہونے کے بعد ذوالحجہ ۲ ھ ہجری میں سرورِ دو جہاں ﷺ نے اپنی لختِ جگر کو حضرت علیؓ کے اس مکان کی طرف اپنی ایک خادمہ ام ایمنؓ کے ساتھ پیدل روانہ کیا۔ اس طرح سے خاتونِ جنت ؓ کی رخصتی کی سادہ تقریب مکمل ہوئی۔

جب حضرت فاطمہؓ رخصت ہو کر حضرت علی ؓ کے گھر آ گئیں تو رسول اللہ

ﷺ حضرت علی ؓ اور حضرت فاطمہ ؓ کے گھر تشریف لے گئے اور اس موقع کی مناسبت سے میاں بیوی کو کچھ نصیحتیں اور ہدایات دیں اور ان کے لئے دعا فرمائی۔

اللّٰھم بارک فیھما و بارک علیھما و بارک لھما و نسلھما

اے اللہ! زوجین کے جان و مال میں برکت فرما اور ان کی اولاد کے حق میں بھی برکت فرما۔ (الاصابہ ابن حجر، ج۴ ص۳۶۶، تحت فاطمہ الزہرا ؓ)

حضرت علی ؓ نے ولیمہ کی دعوت کا انتظام کیا جس میں ''جو'' کی روٹی، کھجور اور پنیر سے دوست واحباب کی ضیافت کا بندوبست کیا گیا جو کہ سادگی کا ایک عملی نمونہ ہے۔ (تاریخ الخمیس، ج ۱ ص ۴۱۱، تحت بناء علیؓ بہ فاطمہؓ)

3.4 ۔ رسول اللہ ﷺ کو راحت پہنچانے کی فکر

ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کے گھر میں فاقہ تھا۔ حضرت علی ؓ کو معلوم ہوا تو وہ کسی مزدوری کی تلاش میں گھر سے نکلے تاکہ اس سے اتنا مل جائے کہ رسول اللہ ﷺ کی ضرورت پوری ہو جائے۔ اس تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے۔ اس سے باغ میں مزدوری کرنے کے لئے کام مانگا۔ اس نے کہا کہ کنویں سے پانی کے ڈول نکالو اور باغ کو سیراب کرو، ہر ڈول کے بدلے میں ایک کھجور دوں گا۔ حضرت علی ؓ نے سترہ ڈول نکالے۔ یہودی نے آپ ؓ کو اختیار دیا کہ جس قسم کی کھجور چاہیں لے لیں۔ حضرت علی ؓ نے سترہ عجوہ کھجور لے لیں اور ان کو لاکر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کہاں سے لائے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا! اے نبی اللہ ﷺ! مجھے پتہ لگا کہ آج آپ ﷺ کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کسی مزدوری کی تلاش میں نکل گیا تاکہ کھانے کا کچھ بندوبست کر سکوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے اس کام پر امادہ کیا۔ عرض کیا! ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ایسا کوئی نہیں ہے جس پر افلاس اس تیزی سے نہ آیا ہو جیسے سیلاب کا پانی اپنے رخ پر تیزی سے بہتا ہے۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اس کو چاہئے کہ مصائب کے روکنے کے لئے ایک چھتری بنالے یعنی حفاظت کا سامان کر لے۔ (کنز العمال)

4.0 ۔ مدنی دور میں غزواۃ میں شرکت

حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شرکت کی اور نہایت جرأت اور شجاعت کے تاریخی کارنامے سرانجام دئے۔ جن سے اسلامی تاریخ روشن ہے۔

4.1 ۔ غزوۃ سفوان

اس غزوۃ کو غزوۃ بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں اس جنگ میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے روانگی کے وقت جھنڈا حضرت علی ؓ کے ہاتھ میں دیا اور صحابہ ؓ کی جماعت لے کر مدینہ منورہ سے نکلے۔ (سیرت ابن ہشام)

اس غزوۂ کی وجہ یہ تھی کہ کفار مکہ کا ایک سردار کرز بن جابر نے مشرکین کی ایک مختصر فوج کے ساتھ مدینہ منورہ کے متصل چراگاہ پر چھاپا مارا اور مسلمانوں کے بہت سے اونٹ اور مویشی لوٹ کر لے گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس واقعہ کی جب اطلاع ہوئی تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ستر صحابہ ؓ کو لے کر اس کا تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں وادی صفوان تک تشریف لے گئے۔ لیکن کرز اور اس کے ساتھی نکل چکے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی ٹکراؤ کے بغیر واپس آ گئے۔

4.2 ۔ غزوۂ بدر

غزوۂ بدر ہجرت کے دوسرے سال پیش آیا اس غزوہ میں تین سو تیرہ مسلمانوں نے حصہ لیا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کے پاس ستر اونٹ اور تین گھوڑے تھے۔ ایک ایک اونٹ پر کئی کئی مسلمان سواری کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی سواری میں حضرت علیؓ اور حضرت زید بن حارثؓ شریک تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے پیدل چلنے کی باری آتی تو دونوں عرض کرتے کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ سوار ہی رہیے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ پیدل چلیں گے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم مجھ سے زیادہ طاقت ور نہیں ہو اور میں اجر میں تم سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں۔

عرب میں جنگ کا یہ رواج تھا کہ پہلے اکیلے اکیلے مقابلہ ہوتا تھا۔ ایک دوسرے کی طرف سے لوگ آ کر مقابلہ کی دعوت دیتے تھے۔ کفارِ مکہ کی طرف سے سب سے پہلے عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ میدان میں اترے۔ ان تینوں کے مقابلہ میں انصار کے تین صحابی حضرت عوف (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عفراء، معوذ بن عفراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن رواحہ نکلے۔ عتبہ نے کہا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم انصار یعنی اہل مدینہ میں سے ہیں۔ عتبہ نے نہایت متکبرانہ اور درشت لہجہ سے کہا کہ ہمیں تم سے لڑنے کی ضرورت نہیں، پھر چلا کر کہا! اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے مقابلہ کے لئے ہماری ذات برادری کے لوگوں کو

یعنی قریش کے مہاجرین کو بھیجو۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ سن کر حکم دیا کہ عتبہ کے مقابلہ کے لئے حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن عبدالمطلب ، شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارث اور ولید کے مقابلہ میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب جائیں۔ یہ حکم سنتے ہی تینوں فوراً میدان میں حاضر ہوگئے۔ عتبہ نے ان تینوں کے نام دریافت کئے حالانکہ وہ بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ ان کے نام سن کر اس نے کہا کہ ہاں تم سے لڑیں گے اور مقابلہ شروع ہوا۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عتبہ اور ولید دونوں باپ بیٹے کو ایک ہی وار میں قتل کر دیا۔ شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زخمی ہوئے زخم شدید تھا تو شہید ہوگئے۔ حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حارث بہت زیادہ ضعیف تھے، عمر اسّی سال سے زیادہ تھی لیکن بہت بہادر تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو زخمی اٹھا کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے آئے۔ ان کی پاؤں کی ہڈی کا گودا نکل کر میدان میں گر گیا تھا۔ اس کے بعد کفار کی صفیں حملہ آور ہوئیں اور عام جنگ شروع ہوگئی دونوں طرف زبردست مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ چڑھ کر بہادری کے جوہر دیکھائے۔ اس غزوۃ میں مسلمانوں کو زبردست کامیابی ہوئی۔

(سیرتِ ابن ہشام)

ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں حضرت قتادہ ؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی ؓ جنگِ بدر میں علم بردار تھے۔ بیشتر عظیم معرکوں میں اسلامی لشکر کا علم حضرت علیؓ کے پاس ہوتا تھا یا حضرت مصعب بن عمیر ؓ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

حافظ ابن عساکر نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۃ بدر کے موقع پر اپنی تلوار ذوالفقار حضرت علی ؓ کے ہاتھ میں دی اور اس جنگ کے بعد ہمیشہ کے لئے ان کو دے دی۔ (سیرۃ النبویہ، البدایہ و النہایہ)

4.3۔ غزوۃ احد

یہ غزوہ شوال ۳ھ کو پیش آیا۔ کفارِ مکہ کی طرف سے میدانِ جنگ میں ابوسعد بن ابوطلحہ للکارتا ہوا نکلا اور مقابلہ کی دعوت دی۔ حضرت علیؓ تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے اور اس کے سر پر تلوار سے اس قدر زور سے وار کیا کہ وہ زمین پر گر گیا اور حضرت علیؓ اپنی صفوں میں واپس آ گئے۔ صحابہ کرام ؓ نے پوچھا کہ آپؓ نے اس کا کام تمام کیوں نہیں کیا۔ آپؓ نے جواب دیا کہ جب وہ گرا تو اس کی شرم گاہ کھل گئی۔ اس نے مجھے قسم دی کہ میں اسے چھوڑ دوں۔ مجھے شرم آئی کہ میں دوبارہ اس پر وار کروں اور پھر مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی ہلاک کر دے گا۔

اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی۔ مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود کفار پر غالب رہے اور دشمن کی فوج پسپائی پر مجبور ہوگئی۔ لیکن مسلمانوں کی

ایک جماعت کی اجتہادی غلطی سے دشمن کو دوبارہ حملہ کرنے کا موقع مل گیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان چاروں طرف سے گھیرے میں آ گئے۔ کفار نے یہ افواہ مشہور کر دی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے۔ اس خبر سے مسلمان مزید پریشان ہو گئے اور بعض تو ہمت ہار گئے اور انہوں نے لڑنا بند کر دیا کہ اب لڑ کر کیا کریں گے۔ اسی دوران دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کا موقع مل گیا اور ایک شخص نے ایک زور دار پتھر آپ ﷺ کو مارا جس سے آپ ﷺ کا ایک دانت شہید ہو گیا اور سر پر بھی چوٹ آئی جس سے خون بہنے لگا، ہونٹ پر بھی زخم لگے۔ مسلمانوں کو پتہ نہیں چل پا رہا تھا کہ آپ ﷺ کہاں ہیں۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ کفار نے جب مسلمانوں کو گھیرے میں لے لیا اور مجھے رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آ رہے تھے۔ جب میں نے کہیں نہ پایا تو سوچا کہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ ﷺ (نعوذ باللہ) میدان سے بھاگ جائیں۔ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اعمال سے ناراض ہو کے انہیں آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ اس لئے اب یہ بہتر ہے کہ میں تلوار نکال کر دشمنوں کی صفوں میں گھس جاؤں اور اس وقت تک لڑتا رہوں جب تک شہید نہ ہو جاؤں۔ میں نے کفار پر حملہ کر دیا اور کفار میرے سامنے سے ہٹتے گئے یہاں تک کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نظر آ گئے۔ میری خوشی کی انتہا ہو گئی اور میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ حضورِ انور ﷺ کی حفاظت فرمائی۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اس دوران کفار کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ پر حملہ کے لئے آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ علیؓ ان کو روکو۔ میں نے اس جماعت کا

مقابلہ کیا اوران کو پسپا کیا، ان میں سے کچھ قتل بھی ہوئے۔ پھرابوسعید بن طلحہ نکلا اور دونوں صفوں کے درمیان آ کے للکارا کہ میں ہوں گردن توڑنے والا، کون ہے جو میرے مقابلہ میں آئے گا تو کوئی اس کے مقابلہ پر نہیں نکلا۔ اس نے کہا! اے اصحابِ محمدؐ! تم گمان کرتے ہو کہ تمہارے مقتول جنت میں جائیں گے اور ہمارے مقتول دوزخ میں۔ لات اور عزیٰ کی قسم! تم جھوٹ بولتے ہو۔ اگر تم اس بات کو سچ سمجھتے ہو تو تم میں سے کوئی میرے مقابلہ کو کیوں نہیں نکلتا۔ یہ سن کر حضرت علی بن ابی طالب ؓ آگے نکلے۔ پھر ایک دوسرے میں صرف دو وار کی نوبت آئی کہ حضرت علی ؓ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد دشمن کی ایک اور جماعت رسول اللہ ﷺ پر حملہ آور ہوئی تو پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ کو اشارہ کیا اور حضرت علی ؓ نے اس جماعت کو بھی روکا، بہت سے صحابہ ؓ شہید ہوئے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی ؓ کی بہادری اور مدد کی تعریف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا! بے شک علی (رضی اللہ تعالیٰ) مجھ سے ہیں اور میں (ﷺ) علی (رضی اللہ تعالیٰ) سے ہوں اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا! (و انا منکما) یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔

دشمن کے حملے کا زور ٹوٹا تو حضرت علی ؓ چند صحابہ ؓ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کو سہارا دے کے پہاڑی کی بلندی پر لے گئے۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے آپ ؓ کی مدد کی۔ حضرت مالک بن سنانؓ آپ ﷺ کے چہرے سے خون صاف کرتے جاتے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضور اکرم ﷺ کا زخم دھویا۔

حضرت علیؓ ڈھال میں پانی بھر بھر کر لاتے اور حضرت فاطمہؓ آپ ﷺ کے زخم دھوتی جاتیں تھیں خون بند ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ حضرت فاطمہؓ نے چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم پر لگائی جس سے زخم سے بہنے والا خون بند ہو گیا۔حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت علیؓ کی تلواروں کو دھو کر اس پر سے خون صاف کیا۔

ابن ہشام نے کہا کہ مجھ سے ایک اہلِ علم نے روایت کی ہے کہ ابن ابی نجیح نے کہا کہ ایک ندا کرنے والے نے احد کے دن ندا کی

" **لا سیف الّا ذوالفقار و لیس الفتیٰ الّا العلی** "

یعنی کوئی تلوار نہیں سوائے ذوالفقار کے اور کوئی نوجوان نہیں سوائے علیؓ کے جو بار بار حملہ کرنے والا ہے۔

ابنِ کثیرؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ غزوۃ احد میں موجود تھے۔ لشکرِ اسلام کا میمنہ سنبھالے ہوئے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کے بعد علم حضرت علیؓ ہی نے اپنے ہاتھ میں لیا اور سخت جنگ کی۔ لاتعداد مشرکین کو جہنم رسید کیا۔ رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک سے بہتے ہوئے خون کو دھویا۔ رسول اللہ ﷺ پر دشمن نے وار کیا تھا جس سے آپ ﷺ کے سر پر زخم آئے تھے اور آگے کے دو دانت شہید ہو گئے تھے۔ (البدایہ والنہایہ)

جب ہر طرف خاموشی ہو گئی جنگ بند ہو گئی دشمن واپس جا چکے تھے۔ بعض صحابہ کرامؓ کو شک ہوا کہ کہیں دشمن واپس آ کے پھر حملہ نہ کر دیں۔ اس کے بعد حضور اکرام (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ان کے پیچھے

بھیجا، دیکھو کہ ان کا کیا ارادہ ہے اگر یہ اونٹوں پر سوار ہیں اور گھوڑے ساتھ ہیں تو یہ مکہ جا رہے ہیں اور اگر یہ گھوڑوں پر سوار ہیں تو ان کا ارادہ مدینہ جانے کا ہے۔ اگر یہ مدینہ گئے تو وہاں جا کر ان کا مقابلہ کریں گے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے واپس آ کر بتایا کہ ان کا رخ مکہ کی طرف ہے۔ یہ سن کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! آج کے بعد کفارِ قریش ہم پر کبھی کامیاب نہیں ہوں گے اور ان شاء اللہ ہمیں مکہ مکرمہ کی فتح حاصل ہوگی۔

4.4 ۔ غزوۃ حمراء الاسد

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اندازہ لگایا کہ دشمن کو ایک وقت میں برتری حاصل ہوگئی تھی لیکن انہوں نے اس کا کوئی خاطر فائدہ نہیں اٹھایا اور واپس مکہ کی طرف چلے گئے۔ اگر انہوں نے اس بارے میں سوچا تو ان کو ندامت ہوگی اور وہ پھر پلٹ کر حملہ کریں گے تو اس سے پہلے کہ وہ پلٹ کر حملہ کریں مسلمانوں کو ان کے لشکر کا تعاقب کرنا چاہیے۔

اتوار کی صبح صبح آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کر دیا کہ دشمن کے تعاقب کے لئے چلنا ہے اور ہمارے ساتھ صرف وہ شخص جا سکتا ہے جو جنگِ احد میں موجود تھا، یعنی عبداللہ بن ابی ُ اور اس کے ساتھی شریک نہیں ہو سکتے دوسری طرف تقریباً تمام صحابہؓ زخمی اور تھکے ہوئے تھے لیکن وہ بلا جھجک چلنے کو تیار ہو گئے۔ حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جنگ میں شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ آپ (صلی

اللہ علیہ وسلم) نے ان کو اپنے والد اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑ دیا تھا انہوں نے اجازت مانگی تو ان کو اجازت دے دی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مدینہ سے نکلے اور مدینہ سے آٹھ میل دور حمراء الاسد میں خیمہ زن ہوئے۔ یہ آٹھ شوال ۳ھ کا واقعہ ہے۔ اس لشکر میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے۔ اس مہم میں جنگ کی نوبت نہیں آئی اس لئے مسلمان تین دن تک حمراء الاسد میں قیام کے بعد مدینہ منورہ واپس لوٹ آئے۔ ایک روایت کے مطابق اس مہم کا پرچم حضرت علیؓ کو عطا کیا گیا۔

4.5 ۔ غزوۃ بنی نضیر

یہ غزوہ ۴ھ کو پیش آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اس غزوۃ کا پرچم عطا فرمایا۔ مسلمانوں کا لشکر چل کر مدینہ منورہ سے باہر آ گیا اور بنو نضیر کے میدان میں پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی۔ یہودیوں نے جب اسلامی لشکر کو دیکھا تو اپنے قلعوں کی طرف بھاگے اور قلعوں کی دروازے بند کر کے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا اور قلعے کے اندر سے مسلمانوں پر تیر برسانے لگے۔ عشاء کی نماز تک اسی طرح ہوتا رہا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ ﷺ اپنے قیام کے خیمہ میں آ گئے۔

روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا خیمہ بنی خطمہ کے میدان میں تھا۔ یہودیوں کے ایک ماہر تیر انداز غزورا نے نشانہ لے کر ایک تیر رسول اللہ ﷺ کے خیمہ کی طرف پھینکا جو رسول اللہ ﷺ کے خیمہ میں لگا لیکن آپ ﷺ محفوظ رہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا خیمہ وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نصب کر دیا گیا۔ حضرت علی ؓ غزورا کی اس حرکت پر غصہ میں آ گئے اور غزورا کی گھات میں لگ گئے۔ جب رات ہوئی تو غزورا اپنے ساتھیوں کے ساتھ تلواریں لے کر قلعہ سے نکلا۔ حضرت علی ؓ نے اس پر حملہ کر دیا اور اس کو ہلاک کر دیا پھر اس کا سر کاٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لا کر زمین پر ڈال دیا اور فرمایا کہ یہ اس ملعون کا سر ہے جس نے آپ ﷺ کے خیمہ کی طرف تیر پھینکا تھا۔ اس کے بعد حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اس کے ساتھی بھی قریب ہی ہیں اگر آپ ﷺ مجھے کچھ ساتھی دیدیں تو میں ان کو بھی ٹھکانے لگا سکتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو دجانہ ؓ اور حضرت سہیل بن حنیف ؓ کو حضرت علی ؓ کے ساتھ بھیج دیا۔ ان کے علاوہ دوسرے کچھ اور صحابہ بھی ان کے ساتھ ہو لئے۔ انہوں نے غزورا کے ساتھیوں کا پیچھا کیا وہ قلعہ کی طرف بھاگے لیکن حضرت علی ؓ اور ان کے ساتھیوں نے ان کو قلعہ میں گھسنے سے پہلے جا لیا اور سب کو قتل کر کے سب کے سر کاٹ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دئے۔

4.6 ۔ غزوۃ بدر الموعد

اس غزوہ کے لئے حضورِ اکرم ﷺ ۲۶/ شوال ۴ھ کو (۱۵۰۰) پندرہ سو صحابہ اکرام ؓ کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ ماہِ شعبان ۴ھ کو روانہ ہوئے تھے۔ اس

لشکر کا پرچم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ ؐ کی فوج میں دس گھوڑے تھے جبکہ دشمن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ تھی اور ان کا سپہ سالار ابوسفیان تھا۔

اس جنگ کی وجہ یہ تھی کہ جنگِ احد کے موقع پر واپس جاتے ہوئے ابوسفیان کہہ گیا تھا کہ اگلے سال بدر میں مقابلہ ہوگا۔ مدینہ کے منافقین نے اپنا نمائندہ نعیم بن مسعود کو مکہ بھیجا اور ابوسفیان کو یاد دلایا کہ تم نے مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے کہا کہ ہم تیاریاں کر رہے ہیں تم مدینہ میں ہماری تیاریاں بڑھا چڑھا کر بتاؤ تا کہ مسلمانوں پر ہمارا رعب چھا جائے اور وہ ہمارا مقابلہ نہ کرسکیں۔ اس کام کے بدلے میں نعیم بن مسعود کو بیس اونٹ بھی دئے۔

رسول اللہ ﷺ کفارِ مکہ کو کسی قسم کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے کہ ہم نے مسلمانوں کو مقابلہ کا چیلنج دیا اور مسلمان ڈر کی وجہ سے میدان میں نہ آسکے۔ مسلمانوں کا لشکر دشمن کے آنے سے پہلے میدانِ بدر میں پہنچ گیا۔ قریشِ مکہ کا لشکر باوجود اس کے کہ تعداد اور وسائل میں زیادہ تھا اور مسلمانوں کی تعداد سے کئی گنا تھا پھر بھی ان پر مسلمانوں کا رعب چھایا ہوا تھا۔ انہوں نے وادی مہر الظہر ان پہنچ کر مجنہ نامی چشمہ پر پڑاؤ کیا۔ لشکر میں بددلی چھائی ہوئی تھی پھر وہ مقامِ عسقان پہنچا تو اسے معلوم ہو کہ مسلمانوں کا ڈیڑھ ہزار کا لشکر بدر میں موجود ہے تو ان کے اوسان خطا ہو گئے حالانکہ اب بھی مسلمان ان سے تعداد میں کم تھے۔ لیکن پچھلی جنگوں میں تعداد میں کم ہونے کے باوجود مسلمان ان کے لئے خطرناک ثابت ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے جنگ سے بچنے کے لئے لشکر والوں سے کہا! اے قریش کے لوگو! جنگ اس

وقت موزوں ہوتی ہے جب شادابی ہو ہر طرف پانی ہو جانور بھی چر سکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ ابھی خشک سالی ہے لہٰذا بہتر یہ ہے کہ واپس چلے چلو۔ پھر لشکر واپس چلا گیا۔ حضرت علیؓ اپنے لشکر کے ساتھ آٹھ دن دشمن کے انتظار میں رہ کر مدینہ واپس آ گئے۔ دشمن کے فرار کی وجہ سے اطراف کے قبائل میں بھی مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اس جنگ کے اور بھی نام ہیں غزوۃ بدر ثانیہ، بدر آخرۃ، بدر صغریٰ۔

(ابن ہشام)

4.7۔ غزوۃ بنی المصطلق

یہ غزوۃ ۵ھ کو پیش آیا۔ اس غزوۃ کا پرچم حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت علیؓ نے اس غزوہ میں بھی اپنی روائتی بہادری کے جوہر دکھائے۔ مسلمانوں کے پاس اس جنگ میں تیس گھوڑے تھے۔ یہ معرکہ مریسیع کے چشمہ کے پاس پیش آیا اس لئے اس جنگ کا ایک نام غزوۃ مریسیع بھی ہے۔ بنو المصطلق کا سردار حارث بن ضرار بھر پور تیاریوں کے ساتھ جنگ کے میدان میں آیا تھا۔ زبردست مقابلہ ہوا، مسلمانوں میں سے ایک صحابی شہید ہوئے اور بہت سے کفار و مشرکین ہلاک ہوئے دشمن کو شکست ہوئی اور بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔

4.8 ۔ غزوۃ خندق

یہ غزوۃ شوال ۵ ھ میں پیش آیا۔ اس غزوۃ میں حضرت علیؓ نے بہت ہمت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔ کفارِ مکہ جب جنگ کے لئے پہنچے تو وہاں ایک لمبی خندق دیکھ کے حیران رہ گئے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مسلمانوں پر کس طرح حملہ آور ہوں۔ عکرمہ بن ابوجہل اور عمرہ بن عبدود نے خندق کے گرد چکر لگایا اور ایک جگہ سے اس کی چوڑائی کم تھی یہ وہاں سے خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ عمرو بن عبدود جسمانی طور پر بہت مضبوط تھا اور اس کے چہرے سے بھی ہیبت طاری ہوتی تھی۔ یہ میدانِ جنگ میں ہمیشہ لوگوں کے حوصلے بڑھانے کا سبب بنتا تھا۔ یہ کئی دفعہ میدانِ جنگ میں زخمی بھی ہوا لیکن کبھی بھی اپنے مدِ مقابل سے شکست نہیں کھائی تھی اور نہ کسی مدِ مقابل کو واپس جانے دیا تھا۔ یہ گھوڑے کو ہاتھوں میں اٹھا کر پٹخ دیتا تھا۔ اس کی طاقت اور دلیری مسلمان جانتے تھے۔ اس نے مسلمانوں کو للکارا۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اس سے جنگ کرنے کی اجازت مانگی لیکن رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی۔ لیکن اس کے بار بار للکارنے اور ہر دفعہ حضرت علیؓ کے مقابلہ کے لئے اٹھنے کو دیکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اجازت دے دی۔ ان کی طرف شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور اپنا عمامہ اتار کر حضرت علیؓ کے سر پر باندھ دیا اور ان کے لئے دعا کی۔

حضرت علیؓ پھرتی سے اس کے مقابلہ میں پہنچ گئے اور اس کو پکار کر کہا۔ اے عمرو! میں نے سنا ہے کہ تمہیں کوئی تین باتیں پیش کرے تو اس میں سے ایک تم

مان لیتے ہو۔ اس نے کہا کہ تم نے سچ سنا ہے۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے سامنے دو تجویزیں پیش کرتا ہوں، پہلے یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آؤ۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ پھر حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ گھوڑے سے اترو اور میرا مقابلہ کرو۔ عمرو نے کہا کہ تم میرے بھائی کے بیٹے ہو میں تمہیں قتل نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا! لیکن میں تمہیں قتل کرنے کا خواہش مند ہوں۔ یہ سن کر وہ پھرتی سے گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور تلوار نکال کر حضرت علیؓ پر کئی وار کئے لیکن حضرت علی ؓ نے اپنے آپ کو اس کے وار سے بچا لیا۔ کافی دیر تک مقابلہ جاری رہا حضرت علی ؓ کا انداز دفاعی تھا۔ آخرکار عمرو تھک کر ہانپنے لگا، اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اتنی دیر تک اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں ٹکا تھا۔ وہ حیران و پریشان کھڑا تھا کہ حضرت علی ؓ نے اپنی تلوار اور ڈھال زمین پر رکھ دی اور بجلی کی طرح اس پر لپکے اور اس کو گردن اور پہلو سے پکڑا اور ٹانگ اڑا کر اس کو چاروں شانے چت گرا لیا اور اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے۔ عمرو اپنی بے پناہ طاقت اور جرأت کے باوجود ذلت اور شرمندگی کا شکار ہو گیا۔ جو اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھتا تھا مغلوب ہوا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ وہ حضرت علی ؓ کی گرفت سے نکلنے کے لئے زور لگاتا رہا لیکن حضرت علی ؓ کی گرفت سے نہ نکل سکا۔

حضرت علی ؓ نے اس حالت میں اسے پھر ایک دفعہ اسلام کی دعوت دی اور فرمایا! اے عمرو! فتح و شکست کا دارومدار اللہ تعالیٰ کی منشاء پر ہے اسلام قبول کر لو جان بچ جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی حضرت علی ؓ نے اپنا خنجر نکال کے اس کی گردن

کے قریب کیا۔ عمرو کو اس کا انجام سامنے نظر آ رہا تھا اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ شرمندگی اور غصے میں کیونکہ کفار اور مسلمان سب یہ منظر دیکھ رہے تھے اس نے حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ یہ دیکھ کے عمرو کی حیرت کی انتہا ہو گئی کہ حضرت علیؓ طیش میں آ کر اس کو جان سے مارنے کے بجائے اس کو چھوڑ کے ہٹ جاتے ہیں اور کپڑے سے اپنا چہرا صاف کرنے لگتے ہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے عمرو کو مخاطب کر کے فرمایا! عمرو میں کسی ذاتی رنجش کی بناء پر نہیں بلکہ صرف فی سبیل اللہ قتل کرتا ہوں۔ چونکہ تم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور اب میں تم کو قتل کرتا تو یہ میرا ذاتی بدلہ ہو جاتا۔ چنانچہ میں تمہاری جان بخشتا ہوں اب تم واپس جا سکتے ہو۔ عمرو کے لئے یہ بات انتہائی شرمندگی کی تھی کہ شکست کھا کے اپنے لوگوں میں واپس جائے۔ اس لئے اس نے واپس جانے کے بجائے پھر سے حضرت علیؓ سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا اور اس زور کا تلوار سے وار کیا کہ حضرت علیؓ کی ڈھال ٹوٹ گئی لیکن حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو بچا لیا اور معمولی زخم لگا۔ عمرو نے دوبارہ وار کرنے کے لئے تلوار اٹھائی لیکن اس سے پہلے کہ وہ وار کرتا حضرت علیؓ نے اس کے کندھے کی رگ پر تلوار ماری اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کو قتل ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے ساتھی فرار ہو گئے۔ غزوۃ خندق میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریش اس سال کے بعد تم پر حملہ آور نہیں ہوں گے، اب تم ہی ان پر حملہ آور ہو گے۔

4.9 ۔ غزوۃ بنوقریظہ

یہ غزوۃ ذوالقعدہ ۵ ھ میں پیش آیا۔ بنوقریظہ اور مسلمانوں کا ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ تھا۔ غزوۂ خندق میں جب تمام اطراف سے کفار حملہ آور ہوئے۔ آس پاس کے تمام قبائل مشرکینِ مکہ کے ساتھ تھے۔ ان میں بنونضیر کا سردار حیی بن اخطب بھی شامل تھا جو مسلمانوں سے شکست کھا کر جلاوطن ہو گیا تھا۔ اس نے بنوقریظہ کو بدعہدی پر اکسایا۔ بنوقریظہ کا سردار کعب بن اسد پہلے تو انکار کرتا رہا لیکن پھر حیی بن اخطب کی باتوں میں آ کر معاہدہ توڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ بنوقریظہ مسلمانوں سے معاہدے کے باوجود بدعہدی کر کے مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ یہ مرحلہ رسول اللہ ﷺ کے لئے سخت ترین مرحلہ تھا کیونکہ مسلمانوں نے دشمن سے بچنے کے لئے اپنے تین طرف خندق بنالی تھی اور صرف ایک طرف رہ گئی تھی وہاں مسلمان لڑنے کے لئے تیار کھڑے تھے۔ اب بنوقریظہ کی عہدشکنی کی وجہ سے مسلمان اپنے پچھلی طرف سے غیر محفوظ ہو گئے تھے۔ کیونکہ پیچھے مسلمانوں کے بیوی بچے اور گھر تھے جن پر حملہ کر کے یہودی ان کو نقصان پہنچا سکتے تھے۔ بہرحال اس وقت جو انتظام ہو سکتا تھا وہ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔ اللہ کا کرنا یہ ہوا کہ کفار کو شکست ہوئی اور وہ ناکام واپس چلے گئے۔ ابھی آپ ﷺ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لئے بیٹھے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے اللہ کا حکم آیا کہ بنوقریظہ پر چڑھائی کریں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کے ذریعہ مدینہ منورہ میں اعلان کرو دیا گیا کہ سب تیار ہو جائیں اگلی نماز (جو کہ عصر

کی تھی) بنو قریظہ میں پڑھیں گے۔ اس اعلان کے بعد حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔

مسلمان غزوہ خندق جیسی اعصابی جنگ کی وجہ سے کافی تھکے ہوئے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں کسی نے پس و پیش نہیں کی اور اسی جذبہ سے اس یہودی قبیلہ کا محاصرہ کیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں قلعہ کے قریب پہنچا تو اس قوم کے ایک شخص نے مجھے دیکھ کر اوپر سے پکارا کہ عمرو بن عبدود کا قاتل آ رہا ہے۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کے قریب جھنڈا گاڑ دیا۔ یہودیوں نے قلعہ کے اوپر سے مسلمانوں کو اور رسول اللہ ﷺ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ محاصرہ جب زیادہ طویل ہوا تو یہودیوں نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ بنو اوس کے سردار سعد بن معاذ ہمارے لئے جو فیصلہ کریں گے وہ ہمیں قبول ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا یہ مطالبہ مان لیا اور حضرت سعد بن معاذؓ جو کہ جنگِ خندق میں زخمی ہو گئے تھے ان کو بلوا لیا گیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے تمام مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر دیا جائے اور ان کے مال آپس میں تقسیم کر لئے جائیں۔ چنانچہ مدینہ کے بازار میں خندقیں کھودی گئیں پھر ایک ایک جماعت کر کے لے جایا گیا اور ان خندقوں میں ان کی گردنیں ماردی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ ان کی گردنیں اڑاتے تھے اور خون خندق میں بہاتے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے حیئ بن اخطب کو ختم کرنے کے لئے تلوار کھینچی تو اس نے کہا کہ میرے جسم کے کپڑے الگ نہ کرنا۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ یہ بات میرے نزدیک قتل کرنے سے آسان ہے پھر حضرت علیؓ نے تلوار تانی اور ایک ہی وار میں اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

4.10 ۔ سریہ دیار بنی سعد ۔ علاقہ فدک

شعبان ۶ھ میں یہ سریہ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی سربراہی میں بھیجا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو معلوم ہوا کہ بنو سعد کے کچھ لوگ یہود کو مدد فراہم کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دو سو صحابہؓ کی جماعت کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا۔ آپؓ رات کو سفر کرتے تھے اور دن میں چھپ جاتے تھے۔ آخر کار آپؓ نے مقام موضع سمع پر اس علاقے کا ایک شخص پکڑ لیا اور اس کو خیبر کی کھجوروں کی پیشکش کر کے وہاں کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور اس سے یہ پوچھا کہ بنو سعد والے اپنی جتھہ بندی کس جگہ کرتے ہیں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ان پر اچانک شب خون مارا۔ بنو سعد کا سردار وبر بن علیم اپنے لوگوں کے ساتھ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ البتہ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں مسلمانوں کو مالِ غنیمت میں ملیں۔ یہ لشکر صحیح سلامت کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر تمام مال لشکریوں میں تقسیم کر دیا۔

4.11 ۔ صلح حدیبیہ

رسول اللہ ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ ہم خانہ کعبہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے خانہ کعبہ کی چابیاں لی ہیں اور طواف وعمرہ کر رہے ہیں، لوگ سر کے بال کٹوا رہے ہیں۔ اس خواب کے بعد آپ ﷺ نے عمرہ کے لئے مکہ کے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اور یکم ذوالقعدہ ۶ ھ کو تقریباً چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ عمرہ کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قریشِ مکہ کے عزائم ٹھیک نہیں ہیں اور وہ آپ ﷺ کو روکنے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اس کے لئے تیاریاں کر رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنیؓ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا کہ ان کو بتائیں کہ ہم صرف بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئے ہیں۔ ہمارا لڑنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ کفارِ مکہ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ میں روک لیا اور یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ میں بے حد جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں سے بیعت لی۔ حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بعد میں قریشِ مکہ کے سمجھدار لوگوں نے صورتِ حال کی حساسیت کا اندازہ لگایا تو وہ مذاکرات کرنے پر راضی ہو گئے۔ بات چیت کے لئے کفار کی طرف سے سہیل بن عمرو اپنے ساتھیوں کے ساتھ نمائندہ بن کر آیا جو نہایت سمجھدار اور فصیح وبلیغ تھا۔ پھر کافی دیر تک صلح کی شرائط پر گفتگو ہوتی رہی بالآخر چند شرائط کے ساتھ صلح کا معاملہ طے ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ

نے حضرت اوس بن خولی انصاریؓ سے فرمایا کہ وہ صلح نامہ کی شرائط لکھیں۔ یہ صحابہ خط و کتابت لکھنے میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ قریش مکہ کے وفد کے نمائندے سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ معاہدہ آپ ﷺ کے بھائی علیؓ یا عثمانؓ لکھیں۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علیؓ کو بلا کر صلح نامہ لکھنے کیلئے کہا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھوانا چاہا اس پر اس نے اعتراض کیا کہ ''**باسمک اللّٰھم**'' لکھا جائے کیونکہ عربوں کا یہی پرانا دستور تھا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے باسمک اللّٰھمّ لکھ دو۔ اس کے بعد لکھوایا (**ھذا ما قاضی علیہ محمّد رسول اللّٰہ** ﷺ) یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے اتفاق کیا ہے۔ اس پر بھی سہیل نے اعتراض کیا کہ اگر ہم آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) تسلیم کرتے تو خانہ کعبہ آنے سے کیوں روکتے اور نہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے قتال کرتے۔ سہیل بن عمرو نے کہا کہ آپ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ لکھوائیں۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا۔ خدا کی قسم! بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تم میری تکذیب کرتے ہو۔ پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے فرمایا! محمد بن عبداللہ لکھیں اور لفظ رسول اللہ کو مٹا دیں۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو گوارہ نہ ہوا کہ اس لفظ کو مٹائیں، اس لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جگہ پوچھ کر اس لفظ کو خود ہی مٹا دیا پھر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوا دیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے

کہا! اے علیؓ! رسول اللہ (ﷺ) کے الفاظ مٹا دو ورنہ ہم مصالحت نہیں کریں گے۔ حضرت علیؓ نے کاغذ ہاتھ سے رکھا اور ہاتھ تلوار کی طرف لے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علیؓ چھوڑ دو اس کو، حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ ﷺ کے احترام و ادب کی وجہ سے میں یہ الفاظ نہیں مٹا سکتا۔ اس لئے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے جگہ پوچھ کر اس لفظ کو خود ہی مٹا دیا اور پھر اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوا دیا گیا۔

جب صلح نامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا! اے علیؓ تمہیں بھی ایک ایسا معاملہ پیش آئے گا۔ چنانچہ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا کہ جب جنگِ صفین میں صلح ہوئی اور صلح نامہ لکھا گیا کہ یہ کتابت امیر المومنین علیؓ کی معاویہ بن سفیانؓ کے ساتھ ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اس وقت فرمایا کہ لفظ امیر المومنین کو کاٹ دو اور لکھو علی بن ابی طالبؓ۔ کیونکہ اگر میں ان کو امیر المومنین مانتا تو ان کے ساتھ جنگ نہ کرتا اور ان کی پیروی اور اطاعت کرتا۔ اس پر حضرت علیؓ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد آ گیا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔ پھر جس طرح حضرت معاویہؓ نے کہا اس طرح لکھوا دیا۔

4.12 ۔ غزوۃ خیبر

خیبر: مدینہ منورہ کے شمال میں تقریباً سو میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا شہر تھا جس میں قلعے بنے ہوئے تھے۔ یہاں کھیتیاں بھی تھیں اور ایک بستی میں لوگ رہتے تھے۔ مدینہ میں جب یہودیوں کی سازشیں بہت بڑھ گئیں تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بنونضیر اور بنوقریظہ کو وہاں سے نکال دیا تھا تو وہ یہاں خیبر میں آ کر بس گئے تھے جس کی وجہ سے یہ شہر بڑا ہو گیا اور اس کی اہمیت بھی بڑھ گئی۔ یہودیوں کو جن حرکتوں کی وجہ سے نکالا گیا تھا وہ انہوں نے نہیں چھوڑیں وہ یہاں آ کر بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے۔ مسلمانوں کے خلاف مسلسل سازشیں کرنے، آس پاس کے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اور اب آس پاس کے علاقوں میں مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑھ کر گڑھ بن گیا تھا۔

مسلمان ان کے خلاف کوئی باقاعدہ کاروائی اس لئے نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ بڑے دشمن کفارِ مکہ سے الجھے ہوئے تھے۔ اب صلح حدیبیہ کی وجہ سے ان سے معاہدہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو ان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو ضرورت اس بات کی تھی کہ سب سے پہلے ان سازشیں کرنے والوں کا صفایا کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے چودھ سو (1400) مجاہدین پر مشتمل ایک لشکر تیار کیا۔

4.12.1 ۔ خیبر کے قلعے

خیبر کی آبادی دو حصوں میں بٹی ہوئی تھی ایک حصہ میں پانچ قلعے تھے۔

(1) حصن نائم

(2) حصن صعب بن معاذ

(3) حصن قلعہ زبیر

(4) حصن ابی

(5) حصن نزار

ان تینوں قلعوں پر مشتمل حصہ نطاہ کہلاتا تھا اور دو قلعوں پر مشتمل علاقہ شق کے نام سے مشہور تھا۔ خیبر کی آبادی کا دوسرا حصہ کتیبہ کہلاتا تھا اس میں تین قلعے تھے۔

(1) حصن قموص (یہ قبیلہ بنو نضیر کے خاندان ابوالحقیق کا تھا)

(2)۔حصن وطیح۔

(3)۔حصن سلالم۔

ان آٹھ قلعوں کے علاوہ خیبر میں مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں جو کہ چھوٹی اور قوت وحفاظت میں ان قلعوں سے کم تھیں۔

4.12.2 ۔ جنگ کی تیاری اور خیبر کے قلعے

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ منورہ میں حضرت سباع بن عرفطہ الغفاریؓ کو اپنا نائب بنایا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت نسیلۃ بن عبداللہ اللیثیؓ کو قائم مقام بنایا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کے وقت خیبر کے قریب پہنچنے کے بعد حضرت خباب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن منذر کے مشورے سے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ ابتدائی طور پر اسلامی لشکر کی کیفیت یہ تھی کہ فوج کے مختلف حصہ کئے ہوئے تھے۔ ایک حصہ کا علم حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس تھا۔ لشکر کے ایک حصہ کا جھنڈا حضرت عمر فاروقؓ کے پاس تھا۔ لشکر کے کچھ حصہ کا علم حضرت خباب بن منذرؓ اٹھائے ہوئے تھے اور ایک دستہ کا علم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ (سیرۃ حلبیہ ج ۳ ص ۴۱)

مسلمان بڑی بے جگری سی مقابلہ کر رہے تھے اور قلعوں پر قبضے کرتے جا رہے تھے۔ خیبر کے قلعے حفاظتی نقطہ نظر سے تین حصوں میں بٹے ہوئے تھے۔ ان میں سب سے پہلے نطاہ کا علاقہ آتا تھا اس میں تین قلعے تھے۔ اس کے بعد شق کا علاقہ آتا تھا اس میں دو قلعے تھے۔ یہ دونوں حصوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تھا اب تیسرا اور آخری حصہ رہ گیا تھا جو کتیبہ کے نام سے مشہور تھا۔ اس میں تین قلعے القموص ، الوطیع اور السالم تھے ۔ رسول اللہ ﷺ نے چودہ دن تک اس کا محاصرہ کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! صبح میں ایک ایسے آدمی کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ اور اس

کے رسول بھی محبت کرتے ہیں۔ صبح ہوئی تو صحابہ کرامؓ حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈے کی سعادت اسے ملے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا اور اس امید میں تھا کہ جھنڈا مجھے عطا کیا جائے گا۔

حضرت بریدہ بن خضیبؓ سے روایت ہے کہ لوگ ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ یہ بات تو طے ہے کہ حضرت علیؓ اس مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ آنکھوں میں تکلیف کے سبب گھر میں ہیں اور تکلیف کے سبب ان کی آنکھیں نہیں کھل رہیں تھیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب کہاں ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ان کی آنکھیں دکھنے آئی ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! انہیں بلاؤ وہ لائے گئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی (اے اللہ! ان سے سردی اور گرمی دونوں دور رکھ)۔ وہ فوراً شفایاب ہو گئے ایسے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا پھر ان کو جھنڈا عطا فرمایا گیا۔ انہوں نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! اطمینان سے جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں اترو۔ ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہوتے ہیں ان سے آگاہ کرو۔ واللہ! اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ (صحیح بخاری)

جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا تو اس وقت ان کو اپنی خاص زرہ بھی پہنائی اور تلوار (ذوالفقار) میان میں باندھ کر فرمایا! یہ جھنڈا لے جاؤ اور لڑو یہاں تک کے اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمادے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آہستہ چال سے چل کر جاؤ۔ جب ان کے پاس پہنچو تو ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق واجب ہیں ان سے آگاہ کرو۔ اگر تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (عرب کے ہاں سرخ اونٹوں کو سب سے بڑی دولت سمجھا جاتا تھا)۔ حضرت علیؓ جھنڈا لے کر نکلے تمام صحابہؓ آپؓ کے ساتھ تھے۔ حضرت علیؓ نے قلعہ کے پاس پہنچ کر ایک پتھروں کے ڈھیر پر جھنڈا گاڑ دیا۔ قلعہ کے اوپر سے ایک یہودی نے جھانک کر دیکھا اور پوچھا کہ تم کون ہو۔ جواب میں فرمایا کہ میں علی بن ابی طالبؓ ہوں۔ یہ سن کر اس یہودی نے کہا کہ اس کتاب کی قسم جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تم ہم پر غالب ہو چکے ہو۔ پھر یہودی نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا! توریت کی قسم! تم اس شخص سے مغلوب ہو گے یہ فتح کئے بغیر نہیں لوٹے گا۔

اسی دوران قلعہ سے مرحب کا بھائی حارث اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکلا اور اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کی وجہ سے کئی مسلمان شہید ہو گئے۔ حضرت علیؓ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس طرف لپکے اور تلوار کے وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ مرحب کو جب اپنے بھائی کے مارے جانے کی اطلاع ہوئی تو وہ انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں ایک جماعت کے ساتھ یہ رجز پڑھتا ہوا قلعہ سے نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب

خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں

شاک السطاح بطل المجرب

سطح پوش ہوں، بہادر ہوں، تجربہ کار ہوں

اذ الحروب اقبلت تلهت

جبکہ لڑائی کی آگ بھڑکتی ہے

مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا میدانِ جنگ میں آیا اور اس قدر جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کیا کہ مسلمان دیکھ کر حیران رہ گئے اور کوئی بھی اس کے مقابلہ میں نہ بڑھا۔ حضرت علیؓ فوراً اس کے متکبرانہ رجز کا جواب دیتے ہوئے اس کی طرف بڑھے اور یہ رجز پڑھے۔

انا الذی سمتنی اُمی حیدرة

میں ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے

کلیث غابات کریه المنظره

جھاڑی کے شیر کی طرح خوف ناک اور ڈراؤنا

او فیهم با لصاع قیل السدره

میں دشمن کو نہایت تیزی سے قتل کر دیتا ہوں

کہتے ہیں کہ مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ اس کو ایک شیر موت کے

گھاٹ اتار رہا ہے۔ جب حضرت علی ؓ نے رجز کا پہلا مصرعہ پڑھا جو کہ شیر کا نام رکھنے پر مبنی تھا تو اس کو خواب کی تعبیر معلوم ہوگئی۔ اس کے باوجود اس نے جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت علی ؓ پر تلوار کا وار کرنا چاہا مگر حضرت علی ؓ نے اس کو موقع ہی نہ دیا اور اس کے سر پر نہایت پھرتی سے اور اس قدر زور دار وار کیا کہ وہ ایک ہی وار میں ڈھیر ہوگیا۔ ابھی مرحب کی لاش زمین پر پڑی تھی کہ مسلمانواں نے یک لخت یہودیوں پر حملہ کر دیا جس میں بہت سے یہودی مارے گئے۔ حضرت علی ؓ کی تلوار سے سات بڑے بڑے بہادر یہودی مارے گئے جو یہودی بچ گئے تھے وہ جان بچانے کے لئے دوسرے قلعوں کی طرف بھاگے۔ یہودیوں نے چاہا کہ قلعے کا دروازہ بند کر دیں اور مسلمان قلعے کے اندر داخل نہ ہوسکیں لیکن حضرت علی ؓ نے قلعے کا دروازہ اکھاڑ پھینکا اور اسلامی فوج قلعہ میں داخل ہوگئی۔

خیبر کی جنگ میں سترہ صحابہ کرام ؓ نے جامِ شہادت نوش کیا اور دشمنوں کے ترانوے افراد مارے گئے۔ جنگ میں وقتاً فوقتاً رسول اللہ ﷺ احکامات جاری کرتے تھے جن کے اعلان کرنے کی ذمہ داری حضرت عمر بن خطاب ؓ اور حضرت ابوطلحہ انصاری ؓ بجالاتے تھے۔ یہودیوں کے بارہ قلعے تھے جن کو فتح کرنے میں مسلمانوں کو ڈیڑھ ماہ کا عرصہ لگا۔

تاریخ کی بعض کتابوں میں کچھ بے اصل روایات بھی پائی جاتی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علی ؓ نے قلعہ کا وزنی دروازہ جس کو چالیس یا ستر آدمی مل کر بھی ہلا نہیں سکتے تھے اٹھا کر ڈھال کے طور پر استعمال کیا۔ علماء اسے معیارِ صحت

کے اعتبار سے بے اصل اور لغو قرار دیتے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج۴ ص۱۸۹، سیرتِ حلبیہ ج۳ ص۴۳،
تاریخ الخمیس ج۳ ص۵۱، الاصابہ لابن حجر ص۵۰۲)

سب سے مضبوط قلعہ نائم فتح ہونے کے بعد باقی قلعے بھی تھوڑی تھوڑی مزاحمت کے بعد فتح ہو گئے تو خیبر کے لوگ امان طلب کرنے کی فریاد کرنے لگے۔ چنانچہ حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر ان کو امان دے دی۔ رسول اللہ ﷺ نے تمام اہلِ خیبر کو اجازت دی کہ ہر آدمی اپنے اونٹ پر کھانا لاد کر لے جا سکتا ہے۔ نقدی، اسلحہ اور باقی تمام سامان چھوڑ کر جائے گا اور کوئی چیز چھپا کر نہیں لے کر جائے گا اور اگر چھپا کر لے جاتے ہوئے پکڑا گیا تو مار دیا جائے گا۔

4.13 ۔ سورج کو لوٹانے کا واقعہ

حضرت اسمائ بنت عمیس ؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ خیبر کے قریب مقام صہباء میں تھے اور سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں تھا اور ابھی تک حضرت علیؓ نے نماز نہیں پڑھی تھی کہ اسی حالت میں وحی کا نزول ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا کہ تم نے عصر کی نماز پڑھی؟ عرض کیا! نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور عرض کیا کہ اے اللہ! علی ؓ تیرے رسول (ﷺ) کی اطاعت میں تھا۔ آفتاب کو واپس بھیج دے تا کہ نماز عصر اپنے وقت پر ادا کر سکے۔ حضرت اسماء بنتِ عمیس ؓ فرماتی ہیں کہ آفتاب غروب کے بعد لوٹ آیا اور اس کی شعائیں زمین اور پہاڑوں پر پڑیں۔ (ازالۃ الخفاء)

امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ علامہ ابن جوزیؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے اس حدیث کو موضوع اور بے اصل قرار دیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اس حدیث کے بارے میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور اس کا نام '' **کشف اللبس عن حدیث ردّ شمس** '' رکھا۔ جس میں اس حدیث کے طرق اور اسانید پر کلام فرمایا ہے اور اس حدیث کا صحیح ہونا ثابت کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے بھی '' شرح مواہب '' میں اس حدیث کا صحیح اور مستند ہونا ثابت کیا ہے۔ (سیرت المصطفیٰ ﷺ)

4.14 ۔ حضرت علیؓ کا جنّات سے مقابلہ

ایک واقعہ " مقاتلۃ الجن " کے نام سے حضرت علیؓ سے منسوب کیا جاتا ہے۔ مقام جحفہ کے قریب ایک کنواں تھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہاں حضرت علیؓ کا جنوں کے ساتھ قتال ہوا۔ یہ جاہل قصہ گو کی وضع کی ہوئی داستان ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کو دیکھ کر کسی کو دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔

حافظ ابنِ کثیرؒ اس پر جرح وتنقید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس دور میں اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں جتنے مقابلے اور مقاتلے پیش آئے وہ کافر اور مشرک انسانوں کے ساتھ واقع ہوئے۔ ان میں کوئی واقعہ بھی جنّات سے مسلمانوں کے مقاتلے کا پیش نہیں آیا۔ اب خاص اس مقام پر جنّات کی کون سی ایسی قوت اور جمعیت رونما ہوئی جس سے اسلام کو خطرہ لاحق ہوا اور اس کی سرکوبی کی ضرورت پیش آئی۔ کسی صحیح روایت میں یہ بات نہیں آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کی جماعت کو جنّات سے لڑنے کا حکم فرمایا ہو۔ (البدایہ والنہایہ)

4.15 ۔ فدک کا علاقہ رسول اللہ ﷺ کے زیر اثر

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جب غزوۂ خیبر کیلئے خیبر کے مقام پر پہنچے تھے تو آپ ﷺ نے اپنا ایک قاصد حضرت محیّصہ بن مسعود کو فدک کے یہود کے پاس اسلام کی دعوت کے لئے بھیجا لیکن انہوں نے اس کا فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن جب خیبر فتح ہو گیا تو ان پر بھی رعب پڑ گیا انہوں نے خود ایک نمائندہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بھیجا کہ وہ بھی اسی قسم کے معاہدے کے لئے تیار ہیں۔ جس قسم کا معاہدہ خیبر کے یہود کے ساتھ ہوا تھا۔ یعنی پیداوار کا نصف وہ مسلمانوں کو دیں گے۔ یہ علاقہ بغیر لڑائی کے مطیع ہو گیا۔ اس سرزمین کی آمدنی خالص رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مقرر رہوئی۔

4.16 ۔ غزوۃ وادی القریٰ

7 ہجری ، 628ء کو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیبر سے فارغ ہو کر وادی القریٰ تشریف لے گئے وہاں پر یہود اور ان کے ساتھ کچھ عرب بھی تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہنچتے ہی انہوں نے تیروں کی بارش کر دی جس سے مسلمانوں کے لشکر میں ایک غلام شہید ہو گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے بعد صحابہؓ کو دشمن سے مقابلہ کے لئے ترتیب اور صف بندی کی ، پورے لشکر کا علم حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں دیا۔ ایک دستہ کا پرچم حضرت حباب بن منذر (رضی اللہ

تعالیٰ عنہ) کواور حضرت عبادہ بن بشر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دیا۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہود کو اسلام کی دعوت دی جو انہوں نے قبول نہیں کی ۔ ایک آدمی میدان میں نکلا ادھر سے حضرت زبیر بن عوام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نکلے اور اسکا کام تمام کر دیا پھر دوسرا آدمی مبارزت طلب کرتے ہوئے نکلا تو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کا مقابلہ کیا اور بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح رفتہ رفتہ ان کے گیارہ آدمی مارے گئے ہر دفعہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور پھر پلٹ کر یہود کے مقابلہ میں آجاتے ۔ شام ہونے تک انہوں نے شکست تسلیم کر لی اور جو کچھ بھی ان کے پاس تھا وہ آپ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ مالِ غنیمت صحابہ اکرامؓ میں تقسیم کر دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے وادی القریٰ میں چار روز قیام کیا۔ یہود کے پاس جو کھجور کے باغ تھے وہ ان کے پاس ہی رہنے دئے اور ان سے بھی اہل خیبر جیسا معاہدہ طے فرمایا۔

4.17 ۔ خفیہ خط۔ فتح مکہ سے پہلے

قریش مکہ کی صلح حدیبیہ کے معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پوشیدہ طور پر حکمتِ عملی کے تحت مکہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کردیں۔ آپ ﷺ اس کام کو خفیہ رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن اسی اثناء میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے قریش مکہ کو ایک خط لکھا جس میں ان کو اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) ان پر حملہ کرنے والے ہیں۔ خط ایک عورت کو دیا کہ یہ خط قریش مکہ کو پہنچا دے اس کا معاوضہ طے کرلیا گیا۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے ذریعہ اس خط کے بارے میں خبر دے دی گئی۔ چنانچہ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت مقداد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت زبیرؓ اور حضرت ابومرثد غنویؓ کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جاؤ روضہ خاخ (مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام کا نام ہے) پہنچو۔ وہاں ایک ہودج پر سفر کرتی ہوئی ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش کے نام کا ایک خط ہے وہ اس سے حاصل کرو۔ یہ حضرات بہت تیزی سے گھوڑے دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تو وہ عورت موجود تھی۔ اس سے نیچے اترنے کو کہا اور کہا کہ تمہارے پاس جو خط ہے وہ ہمیں دے دو، اس نے خط سے انکار کیا۔ اس کے سامان کی تلاشی لی گئی لیکن خط نہ ملا۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے کہا کہ خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کے اللہ کے رسول ﷺ نے جھوٹ نہیں کہا۔ تم وہ خط نکال دو نہیں تو ہم تم کو ننگا کر کے تلاشی لیں گے۔ جب اس نے دیکھا کہ بات اتنی بڑھ جائے گی تو اس

نے کہا کہ منہ دوسری طرف کرو۔ جب انہوں نے منہ دوسری طرف کیا تو اس نے چوٹی کھول کر وہ خط نکال کر دیا۔ وہ خط لے کر رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس پہنچے۔

وہ خط رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کو پڑھ کر سنایا گیا اس میں قریش مکہ کو رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی مکہ پر حملہ کرنے کی خبر دی گئی تھی۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بلا کر پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا! یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) میرے بارے میں فیصلہ کرنے میں جلدی نہ کیجئے۔ خدا کی قسم! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) پر میرا ایمان ہے۔ نہ میں مرتد ہوا ہوں اور نہ مجھ میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں خود قریش کا آدمی نہیں ہوں ان کے ساتھ رہتا تھا میرے بال بچے اور اہل وعیال وہاں ہی ہیں۔ میری قریش سے کوئی قرابت بھی نہیں ہے کہ وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں۔ جب مجھے یہ سب حاصل نہیں تھا تو میں نے سوچا ان پر احسان کردوں جس کے عوض وہ میرے قرابت داروں کی حفاظت کریں گے۔

اس پر حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا! یارسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیجئے کہ میں اس کی گردن ماردوں کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے خیانت کی ہے اور یہ منافق ہوگیا ہے۔

رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دیکھو یہ جنگ بدر میں شریک ہو چکا ہے۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہیں کیا پتا ہوسکتا ہے اللہ نے اہل بدر کو دیکھ کر ہی کہا ہو کہ تم لوگ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ اس پر حضرت عمر (رضی

اللہ تعالیٰ عنہ) کے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا! اللہ اور اسکے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت حاطب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو معاف کر دیا۔ بہر حال دشمن کو خبر نہ پہنچ سکی۔ (صحیح بخاری)

4.18 ۔ ابوسفیان کی تجدیدِ عہد کی کوشش

جب مکہ والوں کو اپنے کرتوتوں کے نتائج کے بارے میں خیال آیا تو انہیں فکر ہوئی اور مشورہ ہوا کہ ابوسفیان کے ساتھ ایک وفد مدینہ جائے اور رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے تجدید عہد کر لیا جائے۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے ابوسفیان کے آنے سے پہلے ہی صحابہ کرامؓ کو بتا دیا کہ اب ابوسفیان آئے گا اور صفائیاں پیش کرے گا تا کہ معاہدہ کی تجدید ہو جائے اور معاہدے کی مدت بڑھا دی جائے۔ ابوسفیان مشورہ کے مطابق روانہ ہو کر عسفان پہنچا تو بدیل بن ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ بدیل مدینہ سے مکہ واپس آ رہا تھا۔ پوچھا بدیل کہاں سے آ رہے ہو؟ بدیل نے کہا کہ میں ساحل کی وادی میں گیا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ تم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس نہیں گئے تھے؟ بدیل نے کہا! نہیں۔ مگر جب بدیل مکہ کی طرف روانہ ہو گیا تو ابوسفیان کو شک ہو گیا کہ یہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے مل کر آ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اگر مدینہ گیا ہے تو اس نے وہاں اونٹوں کو چارا کھلایا ہوگا مدینہ میں کھجور کی گٹھلی چارے میں دیتے ہیں۔ ابوسفیان ادھر گیا جہاں بدیل نے اونٹ بٹھائے تھے وہاں اس نے اونٹ کی مینگنیاں لے کر توڑی اس میں کھجور کی گٹھلی

تھی ابوسفیان کے کہا کہ خدا کی قسم! بدیل محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے پاس گیا تھا۔

ابوسفیان جب مدینہ پہنچا تو سیدھا اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر گیا۔ ابوسفیان نے رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے بستر پر بیٹھنا چاہا تو انہوں نے جلدی سے بستر لپیٹ دیا۔ اس پر انہوں نے کہا بیٹی یہ بستر میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے لائق نہیں سمجھا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک ہیں اس لئے آپ اس بستر پر بیٹھنے کے لائق نہیں، اس پر انہوں نے کہا کہ میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے الگ الگ بات کرنی چاہی لیکن انہوں نے کوئی بات نہ کی۔

سب طرف سے مایوس ہو کر ابوسفیان حضرت علیؓ کے گھر گئے۔ حضرت فاطمہؓ بھی وہاں موجود تھیں ان سے اپنا مدعا بیان کیا۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتا۔ ابوسفیان نے انتہائی مایوسی کے عالم میں کہا کہ حضرت حسنؓ سے کہو کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنی پناہ میں لے لے۔ حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ کوئی بھی شخص کسی کو بھی رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر اپنی پناہ میں نہیں لے سکتا۔ اس صورتِ حال سے گھبرا کر ابوسفیان نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ ایسی کوئی صورت نہیں نظر آتی جو تمہارے لئے فائدہ مند ہو۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے طنزاً کہا

کہ تو کنانہ کا سردار ہے خود ہی مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) میں کھڑے ہو کر اعلان کر دے کہ میں معاہدے کی میعاد بڑھاتا ہوں اور عہد و اقرار کو مضبوط کرتا ہوں۔

جب ابو سفیان رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے بڑے صحابہ کرامؓ سے بات کرنے میں ناکام ہوگیا تو اس نے مسجد نبوی (صلّی اللہ علیہ وسلم) کے صحن میں کھڑے ہو کر معاہدے پر قائم رہنے اور اس کی مدت بڑھانے کا اعلان کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ واپس مکہ پہنچنے پر وہاں کے لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا اور اس کو شرمندہ کیا۔

قریش نے پوچھا کہ کیا تمہارے اعلان کو محمد (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے نافذ کر دیا تو اس نے کہا! نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تباہی ہے تیرے لئے۔ اس شخص یعنی حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے تیرے ساتھ مذاق کیا تھا۔ ابوسفیان بولا کہ خدا کی قسم! اس کے علاوہ اور کوئی صورت بن ہی نہیں رہی تھی۔

4.19 ۔ فتح مکہ کے واقعات

ابوسفیان کے واپس جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسلامی لشکر کو بڑی رازداری سے ترتیب دیا۔ مقصد یہ تھا کہ قریش کو اتنا موقع نہ مل سکے کہ وہ مقابلہ پر آئیں۔ حضرت ابو رھم غفاریؓ کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ رسولِ کریم ﷺ ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ بارہ ہزار تھی۔ قبیلہ بنو سلیم

کے تقریباً دو ہزار افراد بعد میں آ کے لشکر میں شریک ہو گئے تھے ان میں بیشتر گھوڑوں پر سوار تھے۔ رسول اللہ ﷺ ذی طوی کے راستے سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ اس اعزازِ فتح پر تواضع کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ کا سر جھکا ہوا تھا اور داڑھی کے بال کجاوے کی لکڑی سے لگ رہے تھے۔ ذی طوی میں رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ میمنہ کا جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھ میں تھا، میسرہ کا جھنڈا حضرت زبیر بن عوامؓ کے پاس تھا اور پیادہ فوج کا جھنڈا حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مکہ مکرمہ بغیر خوں ریزی کے فتح ہو گیا۔ ایک جگہ مشرکین کے ایک گروہ نے مزاحمت کی مگر ان کو ناکامی ہوئی اور چوبیس مشرکین ہلاک ہوئے۔ چار کفار کو ان کے سابقہ جرائم کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ جب کہ مسلمانوں کے شہداء کی تعداد تین تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ فتح ہونے کے بعد تمام اہلِ مکہ کو عام معافی دے دی تھی۔

2.9.24 ۔ کعبہ کی کنجی

خانہ کعبہ کے دروازے کی کنجی سلاف بن سعد کے پاس تھی اس کے کئی بیٹے غزوہ احد میں قتل ہو گئے تھے۔ ان کے بیٹے حضرت عثمان بن طلحہؓ نے نہایت اصرار کے ساتھ ان سے چابی لے لی تھی پھر یہ چابی فتح مکہ کے دن ان سے رسول اللہ ﷺ نے ان سے لے لی تھی۔ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھ میں کعبہ کی کنجیاں تھیں۔

حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں خواہش مند تھے کہ رسول اللہ (صلّی اللہ علیہ وسلم) یہ کنجیاں ان کو دینے کا اعلان کریں گے۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یہ چابی اہل بیت کے سپرد کر دیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہارے سپرد ایسا کام کرتا ہوں کہ تمہارے اس کام کا نفع لوگوں کو پہنچے نہ کہ تمہیں لوگوں سے نفع پہنچے۔

آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! عثمان بن طلحہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کہاں ہیں، انہیں بلا یا گیا۔ آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ لو اپنی کنجی، آج کا دن نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔

4.19.2 ۔ فتح مکہ کے روز قتل

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کر دیا تھا لیکن کچھ لوگ ایسے تھے جن کے جرائم اتنے بڑے تھے کہ ان کو اس روز بھی قتل کر دینے کا حکم تھا۔ اسی طرح ایک شخص حویرث بن نقید تھا یہ مکہ کا رہنے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کو ایذاء رسانی کرتا رہتا تھا اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا تھا، آپ ﷺ کی ہجو لکھا کرتا تھا۔ اس نے ہجرت مدینہ کے وقت حضرت نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ کی سواری کو زخمی کر دیا تھا۔ حضرت علیؓ نے فتح مکہ کے روز اسے قتل کر دیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۲۹۸، سیرتِ حلبیہ ج ۳ ص ۱۰۵)

(الاصابہ لابن حجر العسقلانی ج ۱ ص ۲۵۸)

4.18.3 ۔ ایک غلطی کی تلافی

فتح مکہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بنو حذیمہ میں تبلیغ اسلام کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے توحید کی دعوت دی بنو حذیمہ نے قبول کر لی۔ لیکن اپنی بدّویت اور جہالت کے باعث اس کو ادا نہ کر سکے۔ اسلمنا یعنی ہم نے اسلام قبول کیا کہ بجائے صبانا صبانا یعنی ہم بے دین ہو گئے کہنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کا منشاء سمجھ کر سب کو قید کر دیا اور بہتوں کو قتل کر دیا۔ آں حضرت ﷺ نے سنا تو نہایت متاثر ہوئے اور حضرت علیؓ کو اس غلطی کی تلافی کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر تمام قیدیوں کو آزاد کرایا اور مقتولین کے معاوضہ میں خون بہا دیا۔ (فتح الباری ج ۸ ص ۴۶)

4.20 ۔ غزوۃ حنین

۶ رشوال ۸ھ کو رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے غزوۃ حنین کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ میں آئے ہوئے یہ آپ ﷺ کا انیسواں دن تھا۔

دشمن کو جب اسلامی لشکر کی آمد کی خبر ملی تو وہ وادئ حنین میں اپنی کمین گاہوں میں چھپ گئے اور لشکر کا انتظار کرنے لگے۔ مسلمان وادی کے پیچیدہ راستوں سے ہو کر نشیب کی طرف اترنے لگے تھے اور صبح کاذب کی تاریکی پھیلی ہوئی تھی کہ اچانک دشمن مالک بن عوف کے آدمیوں نے کمین گاہوں سے نکل کر مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ اس اچانک پڑنے والی مصیبت اور غیر متوقع حملے کی وجہ

سے مسلمان گھبرا گئے اور اہل مکہ سے جو دو ہزار لوگ آئے تھے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وادی کی داہنی طرف تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ حضرت ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت ابوسفیانؓ بن حارث، ربیعہ بن حارثؓ اور مختصر سی جماعت تھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خچر دُلدُل پر سوار تھے۔ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کی لگام تھامے ہوئے تھے۔ اس سخت افراتفری کے عالم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پکارا! لوگو! میری طرف آؤ، میں عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ اس وقت اس جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ چند مہاجرین اور انصار اور اہل خاندان کے سوا کوئی اور نہ تھا۔ اس نازک موقع پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شجاعت اور استقلال نے مسلمانوں کو کسی قدر ہمت دی۔ حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو کر سامنے کا خیال رکھتے تھے۔

(سیرتِ ابن ہشام، تاریخ اسلام)

میدانِ جنگ میں دشمن کی طرف سے ایک جری اور دلیر شخص ابو جزول اونٹ پر سوار ہو کے مسلمانوں کی طرف آیا۔ یہ شخص اس قدر دلیر تھا کہ لوگ اس سے مقابلہ سے کتراتے تھے۔ ابو جزول بڑے تکبر اور رعونت سے مسلمانوں کو للکار رہا تھا۔ اس کے اس تکبر اور غرور بھرے انداز کو دیکھتے ہوئے حضرت علیؓ تیزی کے ساتھ اس کی طرف بڑھے اور تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا۔

(معارج النبوۃ)

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اردگرد دشمن پوری طاقت سے حملہ آور تھے اور یہ مٹھی بھر صحابہؓ ان سے لڑ رہے تھے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو جن کی آواز بہت بلند تھی حکم دیا کہ مسلمانوں کو اس طرف بلاؤ۔ چنانچہ حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ہر قبیلہ کا نام لے لے کر آوازیں دینی شروع کر دیں کہ اس طرف آؤ۔ ان کی آواز کو پہچان کر مسلمان اس طرف اس طرح دوڑے جیسے گائے کے بچھڑے اپنی ماں کی آواز سن کر اس طرف دوڑتے ہیں۔ مگر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب صرف سو افراد پہنچ سکے۔ باقی دشمن کے درمیان میں حائل ہونے کی وجہ سے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ سکے اور وہاں ہی سے لڑنے لگے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ اکبر کہہ کر دُلدل کو دشمنوں کی طرف بڑھایا اور سو صحابہؓ کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دیا۔ اپنے سامنے سے دشمن کو بھگا دیا اور ان کے آدمیوں کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سن کر باقی صحابہ کرامؓ نے بھی اللہ اکبر کہہ کر دشمن پر حملے شروع کر دئے اور ذرا سی دیر میں لڑائی کا نقشہ بدل گیا۔ دشمن کو بری طرح شکست ہوئی اس لڑائی میں مسلمانوں کو مشرکین اہل مکہ کی وجہ سے جو لشکر میں شریک تھے شروع میں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ انہوں نے خود بھاگ کر دوسری قوموں کے پاؤں بھی ڈگمگا دیئے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس مشکل صورتِ حال میں استقامت اور بہادری سے صورتِ حال کو قابو میں کیا۔ جب میدان میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا!

شَاھَتِ الْوجُوْہ (چہرے بگڑ جائیں)

یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ دشمن کا کوئی آدمی ایسا نہ تھا کہ اس کی آنکھ میں یہ مٹی نہ گئی ہو۔ اس کے بعد ان کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور وہ شکست سے دو چار ہوئے۔ بنوثقیف کے ستر آدمی مارے گئے۔ ان کے مال ہتھیار عورتیں اور بچے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

اس لڑائی میں چھ ہزار قیدی، چوبیس (24000) ہزار اونٹ اور چوالیس ہزار (44000) سے زیادہ بھیڑیں اور بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آئی، یہ جنگ جنگِ حنین کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جنگ میں مسلمان شہداء کی تعداد چار تھی۔ جنگ کے بعد بنوثقیف کے لوگ طائف میں جمع ہو گئے اور اہلِ طائف ان کے ہمدرد بن گئے تھے۔

4.21 ۔ غزوۂ طائف

۱۳؍ شوال ۸ ھ کو رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کا لشکر لے کر طائف کی طرف روانہ ہوئے اور اہلِ طائف کا محاصرہ کر لیا۔ اس جنگ میں حضرت علیؓ نے بڑھ چڑھ کر بہادری کے جوہر دکھائے۔

غزوۂ حنین میں شکست کے بعد بنو ہوازن اور بنوثقیف کے لوگ اور ان کا سردار مالک بن عوف طائف میں آ کر قلعہ بند ہو گئے تھے اور طائف والے ان کا پورا پورا ساتھ دے رہے تھے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت خالد بن ولید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ایک ہزار فوج دے کر آگے روانہ کیا پھر خود بھی طائف کا رخ کیا۔ راستے میں لشکر نخلہ ٔیمانیہ سے پھر قرن منازل سے ہوتا ہوا لیہ سے گزرا۔ لیہ میں مالک بن عوف کا قلعہ تھا آپ ﷺ نے وہ قلعہ مسمار کروا دیا۔ پھر قلعہ اطم آیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔ طائف کے قریب پہنچ کر اہل طائف کو مقابلہ پر آمادہ پایا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلعہ طائف کے قریب خیمہ زن ہو کر قلعہ کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ (۲۰) بیس دن جاری رہا اس دوران ارد گرد کے قبائل دفود کی شکل میں آ آ کر اسلام قبول کرتے رہے۔ محاصرہ کے دوران دونوں طرف سے تیراندازی اور پتھر مارنے کے واقعات ہوتے رہے۔ پہلے پہل تو قلعہ میں سے شدید تیراندازی ہوتی رہی اس سے کافی مسلمان زخمی ہوئے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیمپ اٹھا کر مسجدِ طائف کی طرف لے گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قلعہ پر حملہ کرنے کے لئے منجنیق نصب کی اور اس سے قلعہ کی دیوار پر گولے برسائے۔ جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت دبدبہ کے ساتھ اندر گھس گئی لیکن تیروں کی بارش کی وجہ سے وہ صحابہؓ شہید ہو گئے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان کیا کہ قلعہ سے جو غلام اتر کر ہمارے پاس آجائے گا وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کے بعد قلعہ میں سے تیس (۳۰) غلام نکل کر مسلمان کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ان ہی میں سے ایک صحابی ابوبکرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بھی تھے، یہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر پانی نکالنے کی چرخی

چلاتے تھے۔ عربی میں چرخی کو بکرہ کہتے ہیں۔ ان غلاموں کے مسلمان فوج میں شامل ہونے سے اہل طائف کو شدید دھچکا لگا۔

محاصرہ جب طول پکڑ گیا اور مزید محاصرہ کے لئے رکنے میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی فائدہ نظر نہیں آیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ذریعہ یہ اعلان کروایا کہ ان شاء اللہ کل ہم واپس جائیں گے۔ اس طرح واپس جانے پر کچھ لوگوں نے برا مانا۔ لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کہنے پر واپس آنے کے لئے تیار ہو گئے۔ لوگوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی کہ بنوثقیف کے لئے بد دعا کریں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

''اے اللہ! ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو لے آ'' (یعنی اسلام کی طرف)

اس جگہ قبائل ہوازن کی طرف سے ایک وفد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا واسطہ دے کر معافی کی درخواست کی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ظہر کے وقت نماز کے بعد جب سب لوگ اکٹھے ہوں گے تو اس وقت درخواست کرنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہوازن کے وفد سے فرمایا! جس قدر قیدی میرے اور عبد المطلب کے خاندان کے حصے میں ہیں انہیں آزاد سمجھو۔ اس پر تمام مہاجر و انصار بولے، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جو ہمارا ہے وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے اس لئے بنو ہوازن کے تمام قیدی آزاد کر دئے گئے۔ اس طرح مختصر سے وقت میں تقریباً چھ ہزار قیدی آزاد ہو گئے۔

ان قیدیوں میں حضرت شیما بنتِ حلیمہ سعدیہ بھی تھیں انہوں نے کہا کہ میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضائی بہن ہوں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ کیا ثبوت ہے انہوں نے کہا کہ میری کمر پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دانتوں کے نشان ہیں۔ بچپن میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کاٹا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ٹھیک ہے پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی چادر بچھادی اور اس پر ان کو بٹھایا اور فرمایا کہ یہاں رہنا ہے تو میں تمہیں عزت و احترام سے رکھوں گا اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو تمہیں اختیار ہے انہوں نے اپنے قبیلہ میں رہنا پسند فرمایا۔ آپ ﷺ نے ان کو ایک لونڈی اور ایک غلام ان کی ملک میں عطا کیا۔ حضرت شیما ؓ نے دونوں کا نکاح کر دیا جس سے ان کی نسل چلی۔

جنگ طائف میں مسلمانوں کے بارہ صحابہ ؓ شہید ہوئے۔

4.22 ۔ سریہ علی بن ابی طالب ؓ (9ھ)

رسول اللہ ﷺ نے ربیع الاول 9ھ ہجری ، 630ء کو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن ابی طالب کو یہ سریہ دے کر جس مشن پر بھیجا گیا تھا وہ بنو طے کا ایک بت تھا جس کا نام قلس (کلیسا) تھا، اسے ڈھانے کے لئے یہ سریہ بھیجا گیا تھا۔ اس میں حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی قیادت میں 150 صحابہ ؓ کی جماعت تھی ان کے ساتھ 100 اونٹ اور 50 گھوڑے جھنڈیاں کالی اور علم سفید تھا۔ مسلمانوں نے فجر کے وقت حملہ کر کے حاتم طائی کے محلّہ میں نصب بت قلس کو ڈھا دیا

بہت سے مرد اور عورتوں کو قیدی بنالیا۔ لیکن حاتم طائی کے بیٹے عدی شام کی طرف بھاگ گئے۔ مسلمانوں کو قلس کے خزانے میں تین تلوار تین زرہیں اور کچھ مال ملا۔

مدنیہ منورہ پہنچ کر حاتم طائی کی صاحبزادی نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہو کر رحم کی درخواست کی اور اپنے بھائی کے لئے امان طلب کی۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی درخواست قبول کر کے ان کو آزاد کر دیا اور ان کے بھائی کو امان دے دی، اس کے بعد وہ شام گئیں اور اپنے بھائی عدی بن حاتم کو لے کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اسلام قبول کرلیا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عدی بن حاتم کو ایک انصاری صحابیؓ کے گھر عزت سے ٹھہرایا۔

صحیح بخاری کی روایت ہے حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بن حاتم سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آکر فاقہ کی شکایت کی پھر دوسرے نے آکر چوری کی شکایت کی، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت عدی سے فرمایا! عدی تم نے حیرہ دیکھا ہے۔ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر آئے گی، خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اللہ کے سوا اور کسی کا خوف اسے نہ ہوگا اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے اور اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھو گے کہ آدمی چلّو بھر کر سونا چاندی لے کر نکلے گا اور ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اسے قبول کرے تو کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

اس روایت کے آخر میں حضرت عدی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہھودج نشین عورت حیرہ سے چل کر مکہ مکرمہ آ کر خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اور سوائے اللہ کے کسی کا خوف نہیں ہوتا اور میں خود ان لوگوں میں سے تھا۔ جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کئے اور اگر تم لوگوں کی زندگی دراز ہوئی تو تم لوگ وہ چیز بھی دیکھ لو گے۔ جو نبی ابوالقاسم ﷺ نے فرمائی کہ آدمی چلّو بھر سونا چاندی لے کر نکلے گا اور کوئی لینے والا نہیں ہوگا۔

4.23 ۔ سریہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (10ھ)

رمضان المبارک 10ھ، 632ء کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو تین سو صحابہ ؓ کا لشکر دے کر یمن کی طرف روانہ فرمایا اور خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے عمامہ کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ کے سامنے لٹکایا اور بقدر ایک بالشت پیچھے چھوڑا اور یہ فرمایا کہ سیدھے چلے جاؤ کسی اور جانب توجہ مت کرنا اور وہاں پہنچ کر پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو پھر ان سے کوئی تعرض نہیں کرنا۔ خدا کی قسم تمہارے ہاتھ سے ایک آدمی ہدایت پا جائے تو یہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ حضرت علیؓ تین سو سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے اور مقام قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اسی جگہ سے صحابہؓ کی مختلف ٹولیاں مختلف جانب روانہ کیں۔ لشکر اسلام کے سوار سب سے پہلے مذحج میں داخل ہوئے اور بہت سے اونٹ، بکریاں، عورتیں اور بچے

پکڑ کر لائے۔ ان تمام غنائم کو ایک جگہ جمع کر دیا گیا۔

اس کے بعد ایک دوسری جماعت سے مقابلہ ہوا حضرت علیؓ نے ان کو اسلام کی دعوت دی انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے تب حضرت علیؓ نے ان پر حملہ کیا جس میں ان کے بیس آدمی مارے گئے اور یہ لوگ منتشر ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے کچھ وقفہ کے بعد ان کا تعاقب کیا اور دوبارہ ان کو اسلام کی دعوت دی ان لوگوں نے اسلام کی دعوت کو اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے بھی قبول کیا اور وعدہ کیا کی ہم صدقات جو اللہ کا حق ہے ادا کریں گے۔ بعد ازاں حضرت علیؓ نے مالِ غنیمت کو جمع کیا اور خمس نکال کر باقی لشکر میں تقسیم کر دیا اور اپنے بجائے کسی اور کو لشکر کا امیر مقرر کر کے عجلت کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے پہلے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ آں حضرت ﷺ مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہو گئے ہیں۔ اس لئے حضرت علیؓ یمن سے سیدھے مکہ مکرمہ پہنچے اور آں حضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔
(زرقانی ۔ سیرت المصطفیٰ ﷺ)

4.24 ۔ غزوۃ تبوک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل کامیابیوں کی وجہ سے اب مسلمان خطۂ عرب کی واحد مضبوط طاقت بن کر ابھر رہے تھے جس کی وجہ سے روم کی حکومت کو ان سے خطرہ ہو گیا اور جنگِ موتہ میں رومی فوجیوں کو کافی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ قیصر روم نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس کی مثال یہ تھی کہ شرجیل بن عمرو غسانی نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو شہید کر دیا تھا جو حاکم بصریٰ کی طرف رسول اللہ (ﷺ) کا خط لے کر قاصد کے طور پر جا رہے تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہرقل کی تیاریوں کی مسلسل خبریں مل رہی تھیں اتنی اہم بات کو کسی طرح سے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خاص طور پر قبائل کو اطلاع دی کہ ہرقل کی فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے آ کر لشکر میں شریک ہوں مسلمان مختلف اطراف کے قبائل سے آ آ کر مدینہ منورہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ منافقین کی جماعت بھی اپنا کام کر رہی تھی یہ لوگوں کو بہکانے اور اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف تھے۔

اس سے پہلے جب کبھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کسی طرف فوج لے جانے کا ارادہ فرمایا تو اسے پوشیدہ رکھتے پہلے سے نہ بتاتے تھے تاکہ منافقین مسلمانوں کو بد دل نہ کر سکیں۔ عین وقت پر منزل کی نشاندہی فرماتے تھے۔ لیکن اس مرتبہ کیونکہ بڑا لشکر جمع کرنا تھا اور بڑے لشکر کیلئے اسباب جمع کرنا بھی آسان کام نہ تھا اس لئے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اعلان فرما دیا کہ ہرقل کی فوجوں کا مقابلہ

کرنے کے لئے شام کی سرحد پر جانا ہے۔ گزشتہ سال خشک سالی رہی تھی اس لئے لوگوں کی مالی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہ تھی۔ اس سال فصل اچھی ہوئی تھی اور بالکل تیار کھڑی تھی ان کی کٹائی کا وقت آ گیا تھا۔ لہٰذا ایسی حالت میں جنگ پر جانا ایک بڑا مشکل فیصلہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکل کر ثنیاۃ الوداع نامی پہاڑی پر معسکر قائم کیا، حضرت محمد بن مسلمہؓ کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا۔ حضرت علیؓ کو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے مدینہ میں چھوڑا، منافقین نے حضرت علیؓ پر طعنہ زنی شروع کر دی اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ کی کچھ پرواہ نہیں ان کو بوجھ سمجھتے ہیں اس لئے ان کو چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ یہ سن کر برداشت نہ کر سکے اور مسلح ہو کر مدینہ سے چل پڑے اور مقامِ الجرف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ منافقین میرے متعلق بری بری باتیں کرتے ہیں۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون

من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی

وہ جھوٹے ہیں میں نے اپنے گھر بار کی حفاظت کے لئے تمہیں مدینہ میں چھوڑا ہے تم واپس جاؤ اور فرمایا! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ مجھ سے تمہیں وہی نسبت ہو جو موسیٰ علیہ السلام سے ہارون علیہ السلام کو تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، حضرت علیؓ واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ (بخاری شریف)

5.0 ۔ مدنی دور کے کچھ اہم واقعات

5.1 ۔ سیدالشہداء حضرت حمزہؓ کی بیٹی کا قصہ

صحیح بخاری میں حضرت براء سے روایت ہے کہ جب ذوالقعدہ میں نبی کریم ﷺ نے عمرہ ادا کیا اور واپس جانے لگے تو ان کے پیچھے حضرت حمزہؓ کی کم عمر بیٹی نے ’’ یاعم ، یاعم‘‘ کہہ کر آوازیں دینی شروع کردیں۔ حضرت علیؓ اس کے پاس گئے اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور حضرت فاطمہ الزہراءؓ سے کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس رکھو، انہوں نے اسے اٹھالیا۔

اس پر حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ اور حضرت جعفرؓ میں یہ بحث ہوگئی کہ کون اسے پالے گا۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اس کو اس لئے لایا ہوں کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفرؓ نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے۔ حضرت زیدؓ نے کہا کہ یہ میری بھتیجی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ دیا اور فرمایا کہ خالہ ماں کے مرتبہ میں ہے۔ حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے قریب تر ہو اور میں تم سے اور حضرت جعفرؓ سے فرمایا کہ صورت اور سیرت کے اعتبار سے مجھ سے مشابہ ہیں اور حضرت زیدؓ سے فرمایا کہ تم میرے بھائی اور میرے محبوب ہو۔

5.2 ۔ اعلانِ برأت

بقول ابن اسحٰق کے ۹ ھ میں حضرت ابوبکرؓ تین سو صحابہ کی جماعت لے کر حج کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے روانہ ہونے کے بعد سورۃ برأۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس میں مشرکین سے کئے گئے معاہدوں پر برابری کی بنیاد پر ختم کرنے کا حکم آیا تھا۔ اس حکم کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت علیؓ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے روانہ کیا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا اعلان کریں۔ ایسا اس لئے کرنا پڑا کیونکہ خون و مال کے عہد و پیان کے سلسلہ میں عرب کا یہ دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔ خاندان کے باہر سے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

ابن سعد کے مطابق جب حضرت ابوبکرؓ مقام العرج پہنچے تو حضرت علیؓ جو رسول اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی (قصواء) پر سوار تھے وہاں پہنچے، حضرت علیؓ نے بتایا کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ برأۃ پڑھ کر سنانے کے لئے بھیجا ہے اور جن لوگوں کے ساتھ جو عہد ہے ان کا عہد واپس کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا، آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا! امیر آپؓ ہی رہیں گے میں صرف سورۃ برأۃ کا اعلان کروں گا۔

مکہ پہنچ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کروایا۔ خطبہ پڑھا اور

مناسکِ حج کی تعلیم دی پھر یوم النحر میں حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کے مطابق جس کے ساتھ عہد تھا اس کا عہد واپس لینے کا اعلان کیا اور کہا ! اے لوگوں! کوئی کافر جنت میں نہیں جائے گا اور اس سال کے بعد کوئی کافر و مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ نہ کوئی ننگا ہو کر بیت اللہ کا طواف کرے گا جس کا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقررہ مدت کے لئے ہے وہ عہد باقی رہے گا۔

(طبقات ابن سعد)

اس کے بعد حضرت علیؓ نے سورہ برأۃ کی 37-1 آیات پڑھ کر سنائیں جن کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

(اے اہلِ اسلام! اب) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے ۔۱۔ تو (مشرکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے ۔۲۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی (ان سے دستبردار ہے) پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ مانو (اور اللہ سے مقابلہ کرو) تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے، اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم!) کافروں کو دردناک عذاب کی خبر سنا دو ۔۳۔ البتہ جن مشرکوں کیساتھ تم نے عہد کیا ہوا ہے اور انہوں نے تمہارا کسی طرح کا قصور نہ کیا ہو اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی ہو تو جس مدت تک اُن کیساتھ عہد کیا ہو اُسے پورا کرو (کہ) اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے ۔۴۔ جب عزت کے مہینے گزر

جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ پر اُن کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو اُن کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۵۔ اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُس کو پناہ دو یہاں تک کہ کلامِ الٰہی سننے لگے پھر اُس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو اس لئے کہ یہ بے خبر لوگ ہیں۔ بھلا مشرکوں کیلئے (جنہوں نے عہد توڑ ڈالا) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے نزدیک عہد کیونکر (قائم) رہ سکتا ہے، ہاں جن لوگوں کیساتھ تم نے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے نزدیک عہد کیا ہے اگر وہ (اپنے عہد پر) قائم رہیں تو تم بھی اپنے قول و اقرار (پر) قائم رہو بیشک اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔۷۔ (بھلا ان سے عہد) کیونکر (پورا کیا جائے جب اُن کا یہ حال ہے) کہ اگر تم پر غلبہ پالیں تو نہ قرابت کا لحاظ کریں نہ عہد کا، یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں لیکن اُن کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کرتے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں۔۸۔ یہ اللہ کی آیتوں کے عوض تھوڑا سا فائدہ حاصل کرتے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے ہیں کچھ شک نہیں کہ جو کام یہ کرتے ہیں بُرے ہیں۔۹۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ تو رشتہ داری کا پاس کرتے ہیں نہ عہد کا اور یہ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔۱۰۔ اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے لگیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں اور سمجھنے والے لوگوں کیلئے ہم اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔۱۱۔ اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو (یہ بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں عجب نہیں کہ اپنی حرکات سے باز آ جائیں۔۱۲۔

بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر (الٰہی) (ﷺ) کے جلا وطن کرنے کا عزمِ مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتداء کی، کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ تعالیٰ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔۱۳۔ ان سے (خوب) لڑو اللہ اُن کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رُسوا کرے گا اور تم کو اُن پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔۱۴۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دُور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔۱۵۔ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ (بے آزمائش) چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو متمیّز کیا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کئے اور اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) اور مومنوں کے سوا کسی کو دِلی دوست نہیں بنایا اور اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔۱۶۔ مشرکوں کو زیبا نہیں کہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ اپنے آپ پر کفر کی گواہی دے رہے ہیں، ان لوگوں کے سب اعمال بیکار ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔۱۷۔ اللہ کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، یہی لوگ امید ہے کہ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں۔۱۸۔ کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا اُس شخص کے اعمال جیسا خیال کیا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۱۹۔ جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد

کرتے رہے، اللہ کے ہاں اُن کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔۲۰۔ اُن کا رب اُن کو اپنی رحمت کی اور خوشنودی کی اور جنتوں کی خوشخبری دیتا ہے جن میں اُن کیلئے نعمت ہائے جاودانی ہے۔۲۱۔ (اور وہ) ان میں ابدالآباد رہیں گے، کچھ شک نہیں کہ اللہ کے ہاں بڑا صِلہ (تیار) ہے۔۲۲۔ اے اہلِ ایمان! اگر تمہارے (ماں) باپ اور (بہن) بھائی ایمان کے مقابل کفر کو پسند کریں تو اُن سے دوستی نہ رکھو اور جو اُن سے دوستی رکھیں گے وہ ظالم ہیں۔۲۳۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو اللہ اور اُس کے رسول سے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم (یعنی عذاب) بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۲۴۔ اللہ نے بہت سے موقعوں پر تمہیں مدد دی ہے اور (جنگ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر ناز تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ۔۲۵۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔۲۶۔ پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔۲۷۔ مومنو! مشرک تو پلید ہیں تو اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ کے پاس نہ جانے پائیں اور اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہو تو اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، بیشک

اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔۲۸۔ جولوگ اہلِ کتاب میں سے اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر (یقین رکھتے ہیں) اور نہ اُن چیزوں کوحرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں اُن سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔۲۹۔ اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ کے بیٹے ہیں یہ اُن کے منہ کی باتیں ہیں، پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے یہ بھی اُنہیں کی طرح کرنے لگے ہیں، اللہ ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں۔۳۰۔ انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابنِ مریم کو اللہ کے سوا معبود بنالیا حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اُسکے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔۳۱۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نُور کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں اور اللہ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں اگر چہ کافروں کو بُرا ہی لگے۔۳۲۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگر چہ کافر ناخوش ہی ہوں۔۳۳۔ مومنو! (اہلِ کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) اللہ کے رستے سے روکتے ہیں اور جولوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے اُن کو اس دن کے دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔۳۴۔ جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں (خوب) گرم کیا جائے گا پھر اُس سے ان (بخیلوں) کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھیں داغی جائیں گی (اور کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے

اپنے لئے جمع کیا تھا سو جو تم جمع کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔۳۵۔ اللہ کے نزدیک مہینے گنتی میں (بارہ ہیں یعنی) اس روز (سے) کہ اُس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کتابِ الٰہی میں (برس کے) بارہ مہینے (لکھے ہوئے) ہیں اُن میں سے چار مہینے ادب کے ہیں۔ یہی دین کا سیدھا رستہ ہے تو ان مہینوں میں (قتالِ ناحق سے) اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔ اور تم سب کے سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب کے سب تم سے لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کیساتھ ہے۔۳۶۔ امن کے کسی مہینے کو ہٹا کر آگے پیچھے کر دینا کفر میں اضافہ کرنا ہے اس سے کافر گمراہی میں پڑے رہتے ہیں، ایک سال تو اس کو حلال سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام تاکہ ادب کے مہینوں کی جو اللہ نے مقرر کئے ہیں گنتی پوری کرلیں اور جو اللہ نے منع کیا ہے اس کو جائز کرلیں۔ ان کے بُرے اعمال ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔۳۷

5.3 ۔ نجران کا وفد

نجران مکہ معظّمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک بڑا علاقہ تھا جو تہتر (73) بستیوں پر مشتمل تھا، ایک لاکھ جنگی مرد موجود تھے، پورا علاقہ عیسائی مذہب کا پیرو کار تھا۔ ریاست حدود یمن میں واقع تھی ۔ لیکن اس کا یمن کی حکومت سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یہ براہ راست قیصر روم کے ماتحت تھی، نجران کا علاقہ نہایت سر سبز وشاداب تھا اس کے باشندے جو عیسائی عرب تھے صنعت وحرفت اور تجارت کی بدولت بہت خوشحال تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان گرجا تھا جو کعبہء نجران کے نام سے مشہور تھا۔ ریاست کا نظم ونسق تین شعبوں میں تقسیم کیا گیا تھا، ہر شعبے کا ایک الگ امیر تھا دینی معاملات کا افسر اعلیٰ "اسقف" کہلاتا تھا خارجی اور جنگی امور کا نگران "سیّد" اور داخلی امور کا نگران "عاقب" کہلاتا تھا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان لوگوں کو ایک خط لکھا اور انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن انہوں نے اسلام نہیں قبول کیا۔ انہوں نے ساٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ منورہ بھیجا اس وفد میں اسقف، سیّد اور عاقب سمیت نجران کے بڑے بڑے معزز شامل تھے جن میں ان کے تین سردار اور (24) چوبیس اشراف شامل تھے۔ ان میں عبدالمسیح، اسید، ایلم یا شرجیل، جو دینی اور ابو حارثہ بن علقمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شامل تھے۔ ان لوگوں نے سونے کی انگوٹھیاں پہنی ہوئیں تھیں، انتہائی قیمتی اور ریشمی لباس پہنے ہوئے تھے ان کے دامن زمین سے گھسٹتے تھے۔ ان لوگوں کے لئے مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحن میں خیمے لگا دیئے

گئے۔ حضرت علیؓ کو جب انہوں نے دیکھا تو ان سے شکایت کی کہ ہمیں تمہارے رسول (ﷺ) نے دعوت دے کر بلایا ہے اور اب کچھ توجہ نہیں دے رہے تو حضرت علیؓ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ یہ ریشمی کپڑے اور سونے کی انگوٹھیاں اپنے سے دور کر کے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف نظرِ التفات فرمائی اور ان کے ساتھ گفتگو کی۔

انہوں نے وہاں قیام کیا، یہ لوگ غالباً اتوار کے دن مدینہ منورہ پہنچے تھے جو ان کے عبادت کا دن تھا، چنانچہ انہوں نے اپنے طریقے سے مسجدِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نماز پڑھنی چاہی تو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اعتراض کیا، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! پڑھنے دو۔

اجازت ملنے پر انہوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی نماز پڑھی ان لوگوں نے خاصی مدت مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ اس دوران میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو برابر حق کی طرف بلاتے رہے، ان کے طرح طرح کے سوالات کا جواب وحی کی روشنی میں دیتے رہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر سناتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں اسلام کا عقیدہ بیان کیا اور ان کو غور وفکر کرنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا لیکن انہوں نے اس کا ہر طرح سے انکار کیا اور اس دعوت کو قبول نہیں کیا۔ (سیرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

5.3.1 ۔ نجران کے وفد کو مباہلہ کی دعوت

مفسرین نے لکھا ہے کہ آل عمران کی ابتدائی اسی (80) آیات نجران کے وفد کے قیام کے دوران نازل ہوئیں ایک دن حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو کہنے لگے ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں، حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم لوگ صلیب کے پجاری ہو اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو خدا کا بیٹا کہتے ہو۔ حالانکہ وہ اور انسانوں کی طرح مٹی سے پیدا کئے گئے تھے پھر وہ خدا کس طرح ہو گئے۔ اہل وفد نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کوئی بات نہ مانی اور برابر اعتراضات کرتے رہے۔

تو یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَاجَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ قف ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ

عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ☆   (سورۃ آلِ عمران۔٦١)

ترجمہ: پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقتِ حال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو اُن سے کہنا کہ آ ؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں، تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آ ؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی

لعنت بھیجیں۔

چنانچہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دعوت مباہلہ دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) حضرت حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو ساتھ لے کر عیسائیوں سے مباہلہ کے لئے تیار ہوگئے، بعض روایات کے مطابق اس موقع پر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو بھی اپنے ساتھ لیا تھا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے سیّدہ فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) تھیں ان کے پیچھے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان چاروں کو ہدایت فرمادی تھی کہ میں دعا کروں گا اور تم لوگ آمین کہنا۔

اس وقت ان پاکیزہ ہستیوں کے چہروں سے حق کا ایسا رعب وجلال ظاہر ہورہا تھا کہ ان کو دیکھتے ہی نجرانی وفد کے ارکان کانپ اٹھے اور ان کے سرداروں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر یہ واقعی نبی (ﷺ) ہیں تو ہم مباہلہ کے نتیجے میں ہمیشہ کے لیے تباہ و برباد اور ملعون ہوجائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ نہ ہم مباہلہ کرتے ہیں اور نہ اسلام قبول کرتے ہیں البتہ ہمیں جزیہ دینا منظور ہے۔ آپ (ﷺ) ہمارے ساتھ ایک دیانت دار آدمی کو بھیج دیں جس کو ہم خراج کی رقم جو آپ (ﷺ) مقرر کریں گے ادا کردیا کریں گے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی بات مان لی اور فریقین کے درمیان اسی کے مطابق معاہدہ صلح طے پا گیا، اس معاہدے کے مطابق ان کو دو ہزار جوڑے کپڑے ایک ہزار ماہِ رجب میں اور ایک ہزار ماہِ صفر میں دینا ہونگے اور ہر

جوڑے کے ساتھ ایک اوقیہ (ایک سو باون گرام) چاندی بھی ادا کرنی ہوگی۔ اس کے بدلے آپ ﷺ نے انہیں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذمہ میں قرار دیا۔ ان کو اپنے دین پر چلنے کی مکمل آزادی ہوگی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو خراج کی وصولی کے لئے ان کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا! "یہ ہماری امت کے امین ہیں۔" اس لئے ان کا لقب امین الامت پڑ گیا۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو دنیا میں قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہتا، اس معاہدے کے بعد ان کے اندر اسلام کے اثرات پیدا ہونے لگے، ان کے خارجی اور جنگی امور کے نگران سیّد اور داخلی امور کے نگران عاقب دونوں بعد میں مسلمان ہو گئے۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو صدقات وصول کرنے کے لئے روانہ فرمایا، صدقات صرف مسلمانوں ہی سے لئے جاتے تھے۔

(فتح الباری)

5.4 ۔ حجۃ الوداع

رسول اللہ ﷺ نے ۱۰ ھ میں خود حج کا ارادہ فرمایا۔ حضرت علی ؓ یمن سے سیدھے مکہ مکرمہ پہنچے اور آں حضرت ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ حضرت علی ؓ احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ آپ ؓ سیدھے حضرت فاطمہ ؓ کے خیمے میں داخل ہوئے جو کہ رسول اللہ ﷺ کے خیمے کے قریب ہی تھا۔ جب آپ ؓ نے حضرت فاطمہ ؓ کو دیکھا کہ انہوں نے احرام اتار کر عام کپڑوں میں ہیں تو حضرت علی ؓ نے ان سے پوچھا کہ تم نے احرام کیوں اتار دیا۔ حضرت فاطمہ ؓ نے فرمایا کہ ہم تمام عورتوں کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اپنا اپنا احرام اتار دیں۔

اس کے بعد حضرت حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے سفر کی تفصیل سنائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا کہ جاؤ خانہ کعبہ کا طواف کرو اور اپنا احرام کھول دو جس طرح اور لوگوں نے کیا ہے۔ اس پر حضرت علی ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میں نے تو ویسا ہی احرام باندھا ہے جیسا آپ ﷺ نے باندھا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ واپس جاؤ اور اسی طرح اپنا احرام کھول دو جس طرح اور صحابہ ؓ نے کھول دیا ہے۔ حضرت علی ؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جس وقت میں نے احرام باندھا تھا تو نیت کرتے ہوئے میں نے یہ نیت کی تھی کہ اے اللہ! میں وہ احرام باندھتا ہوں جو نبی کریم ﷺ نے باندھا ہے۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے پوچھا! کیا تمہارے پاس قربانی

کا جانور ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ان کو اپنے جانوروں میں شریک کرلیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ ﷺ کی طرح حجِ قِران کا احرام باندھے رہے۔ یہاں تک کہ دونوں نے حج کرلیا اور رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی طرف سے جانوروں کی قربانی ادا کی۔

(سیرتِ ابن ہشام)

5.5 ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت

سریہ علی بن ابی طالب سے واپسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ حج کے ارادے سے مکہ روانہ ہوگئے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قافلہ میں خمس نکال کے تمام مالِ غنیمت تقسیم کردیا اور اپنی جگہ کسی اور کو لشکر کا امیر مقرر کر کے اجلت کے ساتھ مکہ حج کے لئے روانہ ہونے لگے۔ قائم مقام امیر نے تمام لشکریوں کو ایک ایک برکا (حلہ ۔ لباس) پہنادیا۔ ابھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے جدا نہیں ہوئے تھے تو آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سب یمنی حلے پہنے ہوئے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر سے جا کر پوچھا کہ یہ سب کیا ہے تو انہوں کے کہا کہ میں نے یہ لباس اس لئے پہنایا ہے کہ جب یہ لوگ واپس پہنچیں تو دوسروں کو بھلے معلوم ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہارا بُرا ہو تم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچنے سے پہلے پہلے یہ لباس اتار دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سب کے یہ حلے اتروا کے واپس مالِ غنیمت میں رکھوا دئے۔ لشکریوں نے اس

بات کو اچھا نہیں سمجھا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کے حضرت علی ؓ کی شکایت کی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شکایت مت کرو کیونکہ اللہ کی قسم! وہ اللہ کی ذات کے سلسلہ میں یا اللہ کی راہ میں اس چیز سے کہیں زیادہ محتاط ہیں کہ ان کی شکایت کی جائے۔

(سیرت ابن ہشام)

5.6 ۔ حجۃ الوداع میں رسول اللہ ﷺ کی قربانی

رمی کے بعد آپ (صلّی اللہ علیہ وسلم) منیٰ کی قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور اپنی عمر کے مطابق تریسٹھ (63) اونٹ اپنے ہاتھ سے نحر کئے پھر باقی سو میں سے سینتیس (37) اونٹ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے نحر کئے اور اس کا گوشت، چمڑا سب صدقہ کر دیا۔ تمام اونٹ منیٰ میں نحر کئے گئے۔

(زادالمعاد)

5.7 - غدیر خم کا خطبہ

غدیر خم رابع کے قریب مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ یہاں ایک تالاب ہے جس کو غدیر کہتے ہیں یہاں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو جمع فرمایا۔ حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ خطبہ سے پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔

اے لوگو! بے شک میں بھی ایک انسان ہوں شاید میرے پاس میرے رب کا قاصد آئے گا (موت کا فرشتہ) اور میں قبول کرلوں گا اور میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ ان میں پہلی چیز اللہ کی کتاب ہے جس میں ہدایت اور نور ہے پس تم اللہ کی کتاب کو پکڑے رہو، اسی سے دلیل لیا کرو۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے لوگوں کو اللہ کی طرف بہت رغبت دلائی پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا! دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔

(مسلم کتاب الفضائل، فضائل علیؓ)

وہاں سے روانہ ہو کر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ذوالحلیفہ پہنچے اور وہاں رات بسر کی جب مدینہ نظر آیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تین تکبیریں کہیں اور کہا!

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اسے کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے ہم اسی کی طرف رجوع

کرنے والے ہیں توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، سجدہ کرنے والے اور اپنے رب کی حمد کرنے والے ہیں۔ اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام لشکروں کو تنہا شکست دے دی۔ (زاد المعاد)

حضرت براء ہ بن عازب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت زید بن ارقم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب غدیرِ خم میں پڑاؤ کیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور جیا کہ ایک روایت میں ہے کہ اونٹوں کے پالان کا منبر بنا کر اس پر کھڑے ہوئے اور پھر حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا!

اے میرے اصحابؓ! یہ تو تم جانتے ہو کہ اہل ایمان کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز ہوں۔ سب نے عرض کیا! جی ہاں۔ اس کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ میں ایک ایک مومن کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ عزیز و محبوب ہوں۔ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کیا جی ہاں۔ تب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا!

" مَنْ کُنْتُ مُوْلَاہُ فَعَلِی " مُوْلَاہُ "

جس شخص کا میں دوست ہوں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس کا دوست ہے۔ یا الٰہی! تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دشمنی رکھے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جب حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملے تو ان سے بولے۔ اے ابن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مبارک ہو تم صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن ہر لمحہ) ہر مسلمان مرد وعورت کے دوست ہو۔ (مسند احمدؒ)

5.8 ۔ حضورانور ﷺ کا وصال

رسول اللہ ﷺ کی جدائی کا دوسرے صحابہ کرام ؓ کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ غم اہل بیت کو تھا۔ جن میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، بیٹی حضرت فاطمہ الزہراء ؓ اور داماد حضرت علی ؓ شامل تھے۔ یہ ایک فطری تقاضہ ہے مگر اس جاں گداز واقعہ پر اپنے آپ کو سنبھال کے اعتدال میں رکھنا اور اللہ کی رضا پر راضی برضا رہنا بہت حوصلہ وہمت کا کام ہے۔ اہل بیت ہی نے رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتکفین کی خدمت انجام دی۔ ان تمام محبتوں اور تعلق کے باوجود اس کی مثال نہیں ملتی کہ آپ ﷺ پر کوئی نوحہ کناں ہوا ہو کیونکہ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں نوحہ کرنے سے سختی سے منع فرمایا تھا۔

5.8.1 ۔ غسلِ مبارک

رسول اللہ ﷺ سے قلبی لگاؤ اور عقیدت کی وجہ سے ہر مسلمان کی خواہش تھی کہ رسول اللہ ﷺ کے غسل اور تجہیز وتکفین میں حصہ لے لیکن یہ ناممکن تھا کہ سب لوگ اس کام کو کر سکیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا!

" ان یغسلہ بنو ابیہ "

(یعنی آپ ﷺ کو غسل آنحضرت ﷺ کے نسبی خاندان والے اور اقرباء دیں)

اس لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ

عنہ)اور حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے غسل دیا اور حضرت فضل بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت قثیم بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کروٹ بدلنے میں مدد دیتے تھے۔ حضرت اسامہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت شقران (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پانی دیتے تھے، یہ لوگ پردے سے باہر تھے۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین بار بیری کے پتوں کے پانی سے غسل دیا گیا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے قباء کے عرس نامی کنویں سے پانی لایا گیا۔ یہ کنواں حضرت سعد بن خیثمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ملکیت تھا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا پانی نوش فرماتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کپڑوں سمت غسل دیا گیا۔ کپڑوں کے اوپر سے ہی پانی ڈالا جاتا تھا اور اوپر سے ہی جسم اطہر کو ملا جاتا تھا۔

(بیہقی، شمائل ترمذی)

رسول اللہ ﷺ کے غسل اور تجہیز و تکفین کے تمام معاملات حضرت علیؓ نے انجام دئے۔ (مستدرک حاکم)

5.8.2 ۔ تکفین

بقول ابن اسحٰق کے غسل سے فارغ ہو کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں قمیض اور عمامہ نہ تھا جس لباس میں غسل دیا گیا تھا وہ اتار لیا تھا اور خوشبو استعمال کی گئی۔

(بیہقی، البدایہ والنہایہ)

5.8.3 ۔ نمازِ جنازہ

حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت ہے کہ منگل کے روز جب لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوئے تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک تخت پر گھر ہی میں رکھا گیا۔ پھر ایک گروہ حجرہ شریف میں جاتا تھا اور تنہا نماز پڑھ کر واپس آجاتا تھا۔ کوئی امامت نہیں کرتا تھا۔ جب مرد فارغ ہو جاتے تو عورتیں گئیں اور ان کے بعد لڑکے گئے۔ (ابن ماجہ)

5.8.4۔ تدفین

حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور حضرت عکرمہؓ سے روایتیں ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال پیر کے دن ہوا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تدفین منگل اور بدھ کی درمیانی رات کو کی گئی۔

یہ سوال پیدا ہوا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہاں دفن کیا جائے تو حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا! میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے کہ نبی اسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جہاں ان کی روح قبض کی جاتی ہے۔ لوگوں نے یہ سنتے ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرش کو جس پر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہوا تھا اٹھا دیا اور اسی جگہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر بنا دی۔ قبر بغلی کھودی گئی۔ جب قبر تیار ہوگئی تو بھی نماز جنازہ انفرادی طور پر پڑھی گئی۔

(موطا امام مالک)

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شدید علالت اور پھر انتقال کی خبر سن کر حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) واپس آ گئے تھے اور فوجی علم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دروازے پر نصب کر دیا تھا۔

حضرت ابوطلحہ زید بن سہیل انصاری (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لہد تیار کی تھی۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) قبر مبارک میں داخل ہوئے، حضرت عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے دونوں صاحبزادوںؓ نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لہد مبارک میں اتارنے میں مدد کی۔

(البدایہ والنہایہ)

قبر ۔ سیدھی قبر گہری کر کے بنائی جاتی ہے۔

لہد ۔ پہلے سیدھی قبر کھود کر پھر بغلی زمین سے قبر بناتے ہیں

حضرت جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) راوی ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر پر پانی چھڑکا گیا تھا اور وہ شخص کہ جنہوں نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا تھا حضرت بلال بن رباع (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھے، چنانچہ انہوں نے مشک لے کر سر کی طرف سے قبر پر پانی چھڑکنا شروع کیا اور پاؤں تک چھڑکتے ہوئے لے گئے۔

انمول موتی

لمذ رصولة الکریم اِذا جاع ،
وصولة اللئیم اِذا شبع

ایک شریف آدمی اس وقت بے قابو ہوتا ہے

جب بھوکا ہو

اور پست فطرت انسان اس وقت

بے قابو اور جامہ سے باہر ہوتا ہے

جب پیٹ بھرا ہوا ہو،

اس کو کسی کی ضرورت نہ ہو۔

(حضرت علیؓ شیرِ خدا)

6.0 ۔حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ کا دور میں

6.1 ۔ مسئلہ خلافت

خلیفہ کے معنی جانشین اور خلافت کے معنی جانشینی ہے۔ لیکن شرعی اصطلاح اور تاریخی اصطلاح میں خلیفہ کے معنی بادشاہ یا سلطان کے قریب قریب مراد لئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں بعض ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلفاء یعنی جانشینوں سے متعلق طرح طرح کے اعتراضات کئے۔ کسی کو مجرم اور ظالم اور کسی کو بے گناہ اور مظلوم ٹھہرایا۔ حالانکہ انسان کو خلافت کے متعلق دم مارنے یا اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی بادشاہت اور خلافت کا کسی کو عطا کرنا یا چھین لینا صرف اپنی ہی طرف منسوب کیا ہے۔ اس کام کو کسی انسان کی طرف منسوب نہیں کیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی خلیفہ کے انتخاب، تعین اور تقرر کی نسبت سے خود کوئی حکم نہیں دیا۔ قرآنِ کریم میں اس بات کی توہداہت ملتی ہے کہ خلیفہ کو کیا کام کرنے چاہئے، کن باتوں سے بچنا چاہئے اور ڈرنا چاہئے۔ یہ بھی بتلا دیا کہ کون کون سے اصلاحی کام ایسے ہیں جو خلافت کا مستحق بنا دیتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ کا خلیفہ یعنی ان کے بعد حکمران کون ہوگا۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ذرا ذرا سی تفصیل بھی شریعتِ اسلام نے کھول کھول کر بیان کر دی لیکن نبی کریم ﷺ کی جانشینی کا تعین نہیں فرمایا۔ اس میں حکمت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے خلافت عطا کرتا ہے اور وہی خود ایسے اسباب مہیا فرماتا ہے کہ

مستحق خلافت کو خلافت مل جائے۔ خلافت کے حاصل کرنے کا کام چونکہ انسانی کوششوں اور تدبیروں سے بالاتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے فعل سے بتلا دیا کہ ان میں سب سے پہلے مسلمانوں میں کون خلافت کا مستحق تھا اور کون بعد میں۔ اس مسئلہ میں لڑنا جھگڑنا، اعتراض کرنا بالکل فضول اور گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد کس شخص کو خلیفہ بننا چاہئے تھا۔ اس کا جواب صاف ہے کہ اس کو جو نہ بن سکا یہ کہنا کہ جو خلیفہ بن گیا وہ خلیفہ بننے کا مستحق نہ تھا۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ نہیں بناتا یا اللہ تعالیٰ جس کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا اس کو خلیفہ نہ بنا سکا اور انسانی تدبیروں سے شکست کھا گیا۔ (نعوذ باللہ)

ان لوگوں کی حالت جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت پر اعتراض کرتے ہیں اس شخص کی طرح ہے جو کسی جج کی عدالت میں اپنی مرضی کے خلاف فیصلہ سن کر عدالت سے باہر آ کر جج کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ اس کی گالی گلوچ سے نہ عدالت کا فیصلہ بدلتا ہے اور نہ جج کا کچھ بگڑتا ہے۔

(تاریخ اسلام۔مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی: ج ا ص ۲۳۰)

6.2 ۔سیدنا علی ؓ کی حضرت ابوبکر ؓ سے بیعت

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد سقیفہ بنوساعدہ میں صحابہ کے اجلاس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا۔ حضرت علی ؓ حضرت ابوبکر ؓ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ ؓ کی فضیلت اور استحقاقِ خلافت کا منکر نہیں ہوں لیکن شکایت یہ ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ آپ ؓ نے سقیفہ بنوساعد ہمیں ہم سے مشورہ کئے بغیر لوگوں سے بیعت لی۔ اگر آپ ؓ ہم کو بھی بلوا لیتے تو ہم بھی سب سے پہلے آپ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا مجھ کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ عزیز ومحبوب ہے۔ میں سقیفہ میں بیعت لینے کی غرض سے نہیں گیا تھا۔ بلکہ مہاجر وانصار کے نزاع کو رفع کرنا ضروری تھا۔ دونوں فریق میں لڑنے اور مرنے مارنے تک نوبت پہنچ چکی تھی۔ میں نے خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی تھی بلکہ حاضرین نے خود بلا تفاق میرے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر اس وقت میں بیعت کو ملتوی کرتا تو اس بات کا خطرہ اور اندیشہ تھا کہ تنازع زیادہ طاقت اور شدت سے دوبارہ اٹھ سکتا تھا۔ تم رسول اللہ ﷺ کی تجہیز وتکفین میں مصروف تھے تو اس عجلت میں میں تم کو وہاں کیسے بلوا سکتا تھا۔ حضرت علی ؓ نے یہ بات سن کر فوراً اپنی شکایت واپس لے لی اور اگلے روز مسجدِ نبوی ﷺ میں مجمع عام کے سامنے حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(سیرت النبی ﷺ ۳:۲۰۵،۲۰۶ مولفہ امام ابن کثیرؒ) (طبقات ابن سعد ۳:۲۸)

(تاریخ اسلام جلد اول،ص ۳۲۰ ۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)

حافظ ابو بکر البیھقی اپنی سند سے حضرت ابو سعید الخدری ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر ؓ منبر پر چڑھے اور لوگوں پر نظر دوڑائی ان میں حضرت علی ؓ کو نہ پایا تو ان کو بلوا کر کہا! اے رسول اللہ ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد کیا آپ ؓ پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ ہو جائے؟ حضرت علی ؓ نے کہا کہ مجھے کوئی شکایت یا رنجش نہیں مجھ سے سرزنش نہ کریں: اے خلیفۃ الرسول اللہ ﷺ اور یہ کہہ کر آپ ؓ نے بیعت کر لی۔ یہی الفاظ تھے یا اس کا مفہوم یہی تھا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۵، ص ۲۴۹ ، کتاب السنۃ لامام احمد ص ۱۹۶،
المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۷۶، السنن الکبریٰ للبیھقی ج ۸ ص ۱۴۳،
البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۲۴۹)

اس واقعہ کا ایک اہم اور قابلِ ذکر پہلو یہ ہے کہ حضرت علی ؓ نے پہلے ہی دن بیعت کی ہے یا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے دوسرے دن اور یہی امر حقیقت ہے۔ کیونکہ حضرت علی ؓ نے کسی وقت حضرت ابو بکر ؓ کا ساتھ نہیں چھوڑا اور کسی نماز میں بھی غیر حاضر نہیں رہے۔ (البدایہ والنہایہ)

احتجاج للطبرسی شیعوں کی مشہور کتاب میں ایک روایت ہے کہ امام محمد باقر ؒ فرماتے ہیں کہ جب اسامہ بن زید ؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ شریف واپس آئے اور دیکھا کہ بیعت کے لئے لوگ حضرت ابو بکر ؓ کے گرد جمع ہو رہے ہیں تو اسامہ ؓ حضرت علی ؓ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے تو حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ ؓ دیکھ رہے ہیں وہی ہے، پھر اسامہ ؓ نے حضرت علی ؓ سے پوچھا

کہ آپؓ نے ابوبکرؓ سے بیعت کر لی ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ہاں، آپؓ بھی ان سے بیعت کر لیں۔ یہ تمام واقعات دو تین دن کے اندر کے ہیں اس میں کچھ مزید تاخیر نہیں ہوئی تھی۔

حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ علیؓ اپنے گھر میں تھے کسی نے آ کر کہا کہ ابوبکرؓ مسجد میں بیعت کے لئے بیٹھے ہیں۔ وہ فوراً آئے اور بیعت کی اور پھر ابوبکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت علیؓ جب بصرہ تشریف لے گئے تو ابن کواء اور قیس بن عبادہ نے آپؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے آپؓ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنائے جاؤ گے۔ اس معاملہ میں آپؓ سے بڑھ کر کون ثقہ ہو سکتا ہے۔ ہم آپؓ سے ہی دریافت کرتے ہیں کہ بات کیا ہے۔ یہ سن کے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا۔ اگر فی الحقیقت آنحضرت ﷺ نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں ابوبکرؓ اور عمرؓ کو منبرِ رسول ﷺ پر کیوں کھڑا ہونے دیتا، ان کو اپنے ہاتھ سے قتل نہ کر دیتا، چاہے میرا ساتھ ایک بھی شخص نہ دیتا۔ بات یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کی بیماری نے طول کھینچا تو ایک روز مؤذن نے حاضر ہو کر آپ ﷺ کو نماز کے لئے بلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں، وہ میری جگہ نماز پڑھائیں گے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ کو روکنا چاہا تو آپ ﷺ نے سختی سے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ پھر جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی تو ہم نے غور کیا کہ اس شخص کو دنیا کے لئے بھی

قبول کر لیا جائے جس کو آنحضرت ﷺ نے دین کے لئے ہمارے دین کے واسطے انتخاب فرمایا ہے کیونکہ نماز ہی اصل دین ہے۔ حضرت ابو بکر ؓ دین کے امیر اور دنیا کے قائم رکھنے والے تھے۔ پس ہم نے ابو بکر صدیق ؓ کو مستحق سمجھ کر بیعت کر لی۔ اس لئے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ بھی نہیں کیا۔ نہ کوئی مرد یا عورت حضرت ابو بکر ؓ سے بے زار ہوا۔ لہٰذا میں نے بھی ابو بکر ؓ کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی، ان کے لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑا۔ وہ جو کچھ مجھے دیتے میں لے لیتا۔ جہاں کہیں مجھے لڑنے کا حکم دیتے میں لڑتا۔ ان کے حکم سے حد شرعی لگاتا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو وہ حضرت عمر ؓ کو خلیفہ بنا گئے۔ میں نے حضرت عمر ؓ کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا۔ ان کے ساتھ اسی طرح پیش آیا جس طرح حضرت ابو بکر ؓ کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا۔ جب حضرت عمر ؓ کا انتقال ہوا تو میں نے دل میں سوچا میری پیش قدمی اسلام اور رسول اللہ ﷺ سے قرابت اور دوسری خصوصیات کو دیکھتے ہوئے حضرت عمر ؓ میری خلافت کا حکم دیں گے۔ لیکن وہ ڈرے کہ کسی ایسے شخص کو منتخب نہ کر جاؤں جس کا انجام اچھا نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اپنے نفس کے ساتھ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے محروم کر دیا۔ اگر عمر ؓ بخشش اور عطا کے اصول پر چلتے تو اپنے بیٹے سے بڑھ کر کسی کو مستحق نہ سمجھتے۔ غرض انتخاب اب قریش کے ہاتھ میں تھا جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب لوگ انتخاب کے لئے جمع ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ مجھ سے تجاوز نہ کریں گے۔ عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے ہم سے وعدے لئے کہ جو کوئی خلیفہ مقرر ہو گا ہم اس کی اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے عثمان ؓ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب جو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ

مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ غیر کی اطاعت کے لئے تھا۔ لہٰذا میں نے عثمانؓ سے بیعت کر لی۔ اور ان کے ساتھ میں نے وہی سلوک کیا اور ان سے اسی طرح پیش آیا جس طرح ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ساتھ پیش آیا کرتا تھا۔ جب ان کا بھی انتقال ہو گیا تو میں نے خیال کیا کہ وہ لوگ تو گزر گئے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارا امام بنایا تھا۔ اور وہ بھی گزر گئے جن کے لئے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا تو میں بیعت لینے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ اہلِ حرمین (مکہ و مدینہ) نے اور کوفہ اور بصرہ کے رہنے والوں نے مجھ سے بیعت کر لی۔ اب اس معاملہ خلافت میں ایک ایسا شخص مدِ مقابل ہے جس کی نہ قرابت میری مانند ہے نہ علم، نہ سبقتِ اسلام حالانکہ میں مستحقِ خلافت ہوں۔

(تاریخ الاسلام۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)

ایک دوسری جگہ علامہ حافظ ابن البر ''استعاب'' میں حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ قیس بن عبادہؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کئی شب و روز بیمار رہے۔ ان دنوں میں نماز کی اذان ہوتی تھی تو آپ ﷺ فرماتے تھے کہ ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حکم پہنچا دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی تو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ نماز اسلام کا جھنڈا اور دین کا رکن ہے۔ لہٰذا ہم نے اپنی دنیا کی پیشوائی کے لئے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کی پیشوائی کے لئے پسند فرمایا۔ پس ہم نے ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے بیعت کر لی۔ (سیرتِ خلفائے راشدین از عبدالشکور لکھنوی، ص ۴۳)

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور اسلام کا سب سے اعلیٰ دور ہے۔ اس وقت دین اسلام کو اور ملتِ اسلامیہ کو استحکام کی سخت ضرورت تھی۔ ان مراحل میں دوسرے صحابہ کرامؓ کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ نے بھی گراں قدر خدمات انجام دیں جن میں

- مرکز اسلام مدینہ طیبہ کی نگرانی اور حضرت علیؓ کا کردار
- مقام ذوالقصہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اقدام اور حضرت علیؓ کا تعاون
- خلیفہ اول کے ساتھ حضرت علیؓ کا مکمل تعاون
- تقسیمِ اموال اور غنائم میں حضرت علیؓ کی خصوصیت
- اہم دینی مسائل اور دیگر انتظامی امور میں حضرت علیؓ سے مشاورت
- تدوینِ قرآن کے کارنامے کی تائید اور توثیق
- اموالِ غنائم کا حصول اور حضرت علیؓ کا کنیزوں کو قبول کرنا

حضرت علیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں تمام اہم امور میں مکمل طور پر ان کے ساتھ رہے۔ ان کے تمام معاملات سے متفق رہے اور تعاون کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں باجماعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت علیؓ کے قول و فعل اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ ان کے دور کے تمام دینی اور انتظامی معاملات بالکل درست تھے۔

(از سیرۃ علی المرتضیٰ، ص ۱۶۳)

6.3 ۔ یہودی کو حضرت علیؓ کا جواب

ایک دفعہ انتہائی مکر و خباثت کے ساتھ ایک یہودی حضرت علیؓ کے پاس آیا اور طنزاً کہنے لگا۔ تم لوگ کیسے ہو ابھی اپنے نبی (ﷺ) کو دفنا کر فارغ نہ ہوئے کہ آپس میں اختلاف کرنے لگے۔ حضرت علیؓ اس یہودی کے مقصد کو بھانپ گئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہمارا اختلاف تو صرف خلافت کے بارے میں ہوا جب کہ تمہارا حال یہ ہے کہ ابھی تمہارے پیر دریا عبور کر کے خشک نہیں ہوئے تھے کہ تم اپنے نبیؑ سے کہنے لگے!

قرآن میں ارشاد ہے!

وَجَاوَزْنَا بِبَنِیْ إِسْرَائِیلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْاْ عَلَى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىأَصْنَامٍ لَّهُمْ قَالُواْ يَا مُوسَى اجْعَل لَّنَا إِلَـهاً كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ☆

(سورۃ الاعراف۔138)

اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تو وہ ایسے لوگوں کے پاس جا پہنچے جو اپنے بتوں (کی عبادت) کیلئے بیٹھے رہتے تھے۔ (بنی اسرائیل) کہنے لگے کہ اے موسیٰ! جیسے اُن لوگوں کے معبود ہیں ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دو۔ موسیٰ نے کہا کہ تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو۔۱۳۸

(ربیع الابرار ص۳۷۵۱)

6.4 ۔ حضرت بی بی فاطمہؓ کی نمازَ جنازہ

امام مالکؒ اس سند سے جو حضرت جعفر صادقؒ سے شروع ہو کر سیدنا زین العابدینؒ پر ختم ہوتی ہے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ کا انتقال مغرب اورعشاء کے درمیان ہوا۔ انتقال کی خبر سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ تشریف لائے۔ جب جنازہ پڑھنے کے لئے لایا گیا تو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ آپؓ نمازِ جنازہ پڑھائیے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپؓ کی موجودگی میں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ہاں! آگے بڑھیئے واللہ آپؓ کے سوا کوئی نماز نہیں پڑھائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات ہی کو تدفین عمل میں آئی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۸، ص ۲۹)

(کنزالعمال علی متقی ہندی ج ۶ ص ۳۱۸ باب فضائل الصحابہ فصل الصدیق بحوالہ خط فی رواۃ مالک)

6.5 ۔ حضرت علیؓ ابوبکر صدیقؓ کے مشیر اعلیٰ

حضرت علیؓ عین اپنی روایتی خاندانی شرافت، عالیٰ ظرفی، عالی نسبی، بے داغ خلوص و صداقت اور بے نفسی کے مطابق زندگی بھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں ان کے معاون رہے۔ حضرت علیؓ ان کے بہترین مشیر اور سچے خیر خواہ تھے۔ آپؓ کی ہر بات میں اس بات پر ترجیح ہوتی تھی کہ مسلمانوں کی بہبود اور بہتری اور اسلام کی ترقی و ترویج ہو۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ اخلاص اور مسلمانوں کے مفاد میں اور خلافت کے اقدامات کو کامیاب بنانے میں صحیح اور مخلصانہ مشورے اور تعاون سے کبھی دریغ نہیں کیا۔ اس کا انتہائی روشن اور نا قابلِ انکار ثبوت جس سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اتحاد اور خلافت کی کامیابی سے زیادہ کوئی شے حضرت علیؓ کو عزیز نہ تھی۔ واقعہ اس طرح سے ہے کہ حضرت ابوبکرؓ مرتدین سے جنگ کرنے اور ان کے خلاف فوجی کاروائی کے بذاتِ خود قیادت کرنا چاہتے تھے اور اس سلسلہ میں ذوالقصہ (یہ مقام مدینہ منورہ سے ایک دن کی مسافت پر تھا) جانے کے لئے بالکل تیار تھے۔ یہ ایک انتہائی خطرناک قدم تھا جس سے نہ صرف ان کی ذات بلکہ پورے اسلامی وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔

اس پر حافظ ابن کثیرؒ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں۔

دارالقطنی سعید بن المسیّب سے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ ذوالقصہ کے لئے تیار ہوئے اور اپنی سواری (اونٹنی) پر

بیٹھ گئے تو حضرت علیؓ نے اس کی مہار پکڑ لی اور کہا!

اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ کدھر جا رہے ہیں؟ میں آپؓ سے وہی کہتا ہوں جو احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اپنی تلوار نیام میں رکھ لو اور ہم سب کو اپنی دائمی جدائی کا غم نہ دو اور مدینہ واپس آ جاؤ۔ بخدا اگر آپؓ کو کوئی حادثہ پیش آیا تو اسلام کا شیرازہ ہمیشہ کے لئے بکھر جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ واپس ہو گئے۔ اس روایت کو زکریا السّاجی اور زہری نے حضرت عائشہؓ سے بھی روایت کیا ہے۔

ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے کہ حضرت محمد باقرؒ (امام باقر بن زین العابدینؒ) سے کثیر النّواء نے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کی کمر میں شدید درد ہوا تو حضرت علیؓ اپنا ہاتھ آگ سے گرم کر کے اس پر پھیرتے رہے اور اس کو سینکتے رہے۔ (الریاض النضرۃ للمحبّ الطبری ج ۱ ، درّ منثور از سیوطی ج ۴ ص ۱۰۱)

شیخ ابوجعفر الطّوسی نے اپنی کتاب "الأمالی" میں یہ بات نقل کی ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی شادی کے موقع پر ان کے لئے جہیز کا سامان انتخاب کرنے اور خریدنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نہ صرف شریک تھے بلکہ بڑی سرگرمی اور دلچسپی سے کوشاں تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے بھی حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے گھر کا اثاثہ تیار کرنے میں حصہ لیا۔

(کتاب رحماء بینہم از شیخ محمد نافع بحوالہ ابن ماجہ کتاب النکاح باب ولیمہ)

6.5.1۔ حضرت ابوبکرؓ کی اہلِ بیت سے محبت

امام بخاری حضرت عقبہ بن حارث ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے عصر کی نماز پڑھی پھر مسجد سے نکل کر ٹہلنے لگے۔ آپ ؓ نے دیکھا کہ حسن ؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ آپ ؓ نے بڑھ کر ان کو کاندھے پر اٹھا لیا اور کہا کہ میرے ماں باپ قربان، یہ رسول اللہ ؐ کے مشابہ ہیں حضرت علی ؓ کے نہیں۔ حضرت علی بھی وہاں موجود تھے وہ یہ سن کر ہنس پڑے۔

محبت اور اعتماد کا یہ تعلق دو طرفہ تھا۔ حضرت علی ؓ نے اپنے ایک فرزند کا نام ابوبکر رکھا۔ حضرت علی ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ کے صاحبزادے کو گود لیا اور آپ ؓ ان سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ اپنے دورِ خلافت میں ان کو مصر کا گورنر بنایا۔

(تاریخ الخمیس للشیخ حسین الدیار بکری ج۱)

حضرت محمد باقرؒ فرماتے تھے کہ جو شخص ابوبکرؓ وعمر ؓ کی فضیلت کی شناخت نہیں رکھتا اور ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچانتا وہ سنتِ نبوی ﷺ سے جاہل ہے۔ فرمایا کہ اہل کوفہ کو پیغام دے دو کہ جو شخص ابوبکر ؓ وعمر ؓ سے بیزاری کرتا ہے میں اس سے بَری ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور ان کو راضی رکھیں۔

(حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی ج ۳ ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ)

6.5.2 ۔ دورِ صدیقی میں تقسیمِ اموال کی ذمہ داری حضرت علیؓ کے سپرد

حضرت ابوبکر صدیقؓ مالِ غنیمت کی تقسیم میں اہلِ بیت کو اپنے حصوں کے ساتھ تقسیم کرتے تھے۔ خمس کی رقم خالص نبی کریم ﷺ کے طریقہ پر حضرت علیؓ کے ذمہ ہوتی تھی اور وہ امورِ خمس کی تقسیم کے متولی تھے۔ حضرت علیؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو جائز و برحق خلیفہ تسلیم کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر انہیں کسی قسم کا اعتراض نہیں تھا۔ یہ چیز انہوں نے اپنے عملی روابط کے ذریعہ واضح کر دی تھی۔ (کتاب الخراج لامام ابو یوسف ص۲۰، ابوداؤد کتاب الخراج ج۲ ص۶۱)

6.5.3 ۔ انتظامی امور میں حضرت علیؓ سے مشاورت

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں روم سے جنگ کا معاملہ پیش آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے صحابہ کرامؓ خصوصاً بدری صحابہ کو جمع کیا۔ ان سے مشورہ کیا حضرت علیؓ خاموش تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خصوصی طور پر حضرت علی سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس معاملہ میں آپؓ قدم بڑھائیں۔ میں نے سردارِ دو جہاں ﷺ سے سنا ہے کہ جو دین کی مخالفت کرے گا یہ دین اس پر غالب آ کر رہے گا تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ آپؓ نے بڑا اعلیٰ فرمانِ نبوی ﷺ پہنچایا ہے اللہ تعالیٰ آپؓ کو خوش و خرم رکھے۔

(کنز العمال ج۳ ص۲۲۲)

اسی واقعہ کو شیعی مؤرخ لسان الملک نے ناسخ التواریخ میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے:

ابو بکرؓ رو بعلیؓ کرد بگفت یا ابا الحسن ! تو چہ فرمائی ؟ علی فرمود چہ تو راہ خود برگیری و چہ سپاہ تبازی ظفر تراست۔ ابو بکر گفت بشّرک اللّٰہ یا ابو الحسن از کجا گوئی فرمود از رسولِ خدا۔ ابو بکر گفت بدیں حدیث مرشاد کردی۔

مطلب یہ ہے کہ روم کے ساتھ جنگ میں حضرت علی مرتضیٰؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اس معاملہ میں اقدام کرنے کا مشورہ دیا اور ساتھ حدیثِ نبوی ﷺ ذکر فرمائی کہ اہلِ اسلام کو اس میں ظفر اور کامیابی ہوگی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ سے کہا کہ اے ابوالحسن! اللہ آپؓ کو بشارت اور خوشخبری دے آپؓ نے یہ حدیث سنا کر مجھے خوش کر دیا۔

چنانچہ اس مشورہ کے بعد اہلِ اسلام نے روم کی جنگ کی طرف اقدام کیا اور فتحیاب ہوئے۔ گویا اس قسم کے انتظامی امور مشورے کے ساتھ طے ہوتے تھے اور ان پر عمل درآمد کیا جاتا تھا اور حضرت علیؓ ان میں شامل ہوتے تھے۔ ایسی مہمات میں حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ رہنا دائمی ہوتا تھا۔ اور آپؓ ہر وقت ان کے ساتھ تعاون کے لئے تیار رہتے تھے۔

(ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک ج ۲ ص ۱۵۸)

6.6 ۔ قرآنِ کریم جمع کرنے کا صدیقی کارنامہ

مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگِ یمامہ میں ایک بڑی تعداد حفاظِ اکرام اور قاریوں کی شہید ہوگئی۔ حضرت ابوبکرؓ کو فکر ہوئی کہ قرآن کو کتابی شکل میں جمع کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ کی ذمہ داری لگائی کہ وہ قرآنِ کریم کے مختلف اجزاء جو متفرق لکھے ہوئے رکھے ہیں ان کو یکجا کیا جائے۔ یہ کام بہت توجہ اور احتیاط سے کیا گیا اور کوشش کی گئی کہ اس کام کو جلد از جلد مکمل کیا جائے تا کہ کلام اللہ ایک جلد میں محفوظ ہو جائے۔

محدث ابن ابی شیبہؒ نے " المصنف " میں حضرت علیؓ کا قول ذکر کیا ہے آپؓ فرماتے ہیں!

عن عبد خير قال سمعت عليا يقول رحمةُ اللّٰه على
ابى بكر كان اوّل من جمع بين للوحين

عبد خیر فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ ابوبکر صدیقؓ کی ذات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت بھیج رہے تھے۔ کہتے تھے کہ دو دستیوں کے درمیان (یعنی ایک جلد میں) قرآن مجید کو سب سے پہلے جمع کرنے والے ابوبکر صدیقؓ ہیں۔

6.7 ۔ فدک کی زمین

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ، اور حضرت عباس ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی وراثت طلب کرنے گئے۔ دونوں رسول اللہ ﷺ کی فدک کی زمین طلب کر رہے تھے اور آپ ﷺ کا وہ حصہ جو خیبر میں تھا۔ اس پر دونوں سے حضرت ابوبکر ؓ نے فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے

" لا نورث ما ترکنا صدقه "

ہم وارث نہیں بناتے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

آلِ رسول کو اس مال سے اپنی ضروریات کے لئے حصہ ان کے مالی اخراجات کے لئے ملتا تھا وہ ان کو اسی طرح ملتا رہے گا اور اس میں کسی قسم کا تغیر اور تبدیلی نہیں ہوگی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا! میں نے سنا ہے کہ نبی کسی کو وارث نہیں بناتے لیکن میں ان کے اخراجات پورے کروں گا جن کے اخراجات رسول اللہ ﷺ پورا کیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! میں ہر اس بات پر عمل کروں گا جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا۔

(متفق علیہ، مسند امام احمد بن حنبلؒ)

حضرت علی ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے شہادتِ توحید اور رسالت کے بعد کہا کہ اے ابوبکرؓ! ہم آپ ؓ کی فضیلت اور شرافت

کا اعتراف کرتے ہیں اور ابوبکرؓ کی جو رشتہ داری حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہے اس کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کا بھی ذکر کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، حضور علیہ السلام کی رشتہ داری وقرابت کا لحاظ مجھے اپنی قرابتداری سے زیادہ محبوب ومقدم ہے۔

(صحیح البخاری جلد اول کتاب المناقب و جلد ثانی کتاب المغازی)

(شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف ج ۱ ص ۲۹۸ کتاب الذکوۃ، باب الصدقہ علی بنی ہاشم)

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہلوایا کہ رسول اللہ ﷺ کو جو غنیمت مدینہ اور فدک میں ملی تھی اور خیبر کے خمس میں جو بچا ہے وہ دے دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہم وارث نہیں بناتے جو چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، البتہ آل محمدؐ اس مال سے اپنی ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ میں بخدا رسول اللہ ﷺ کے صدقہ کیئے ہوئے مال میں تصّرف نہیں کر سکتا جیسا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں تھا اسی حال میں رکھوں گا اور وہی کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے کیا۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے فرمایا کہ آپؓ نے جو رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے اس کو آپؓ ہی بہتر جانتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ فدک سے حضرت فاطمہؓ کے لئے ضروریات زندگی (خوراک) لیا کرتے تھے اور باقی کو مستحقین میں تقسیم کیا کرتے تھے اور مجاہدین کی

سواریاں اسی سے مہیا کی جاتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر وعدہ کرتا ہوں کہ میں بھی وہی کچھ کروں گا جس طرح رسول اللہؐ کیا کرتے تھے یہ سن کر حضرت فاطمہؓ راضی ہوگئیں۔

(شرح نہج البلاغہ، جلد پنجم، علامہ کمال الدین میثم البحرانی)

امام زید شہیدؒ (زید بن علی بن امام حسین) فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر یہ معاملہ (فدک) میرے سامنے آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابو بکرؓ نے فیصلہ کیا۔

(حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد۴ ص۱۱۳۔ بحث فی الاخبار الواروۃ فی فدک بحوالہ ابی بکر الجوہری)

یہ چیز عیاں ہے کہ اولادِ علیؓ و رسول اللہ ﷺ کے دل میں خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق کسی قسم کا حسد اور کینہ وعداوت، بغض اور عناد وغیرہ نہیں تھ ورنہ وہ حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کی کسی مرحلہ پر بھی تصدیق و تائید نہ کر سکتے جہاں آپس میں عناد و تضاد ہوتا ہے وہاں ہر ایک فریق دوسرے کی مخالفت اور تردید کے درپے رہتا ہے اس پر زمانے کے حالات گواہ ہیں۔

6.8 ۔ سب سے بہادر کون ہے

ایک دن حضرت علیؓ کوفہ میں تھے۔ منبر پر تشریف لائے اور لوگوں کو خاموش کرانے لگے تا کہ سابقین اولین کے حالات سے لوگوں کو آگاہ کر سکیں۔ آپؓ مخاطب ہوئے۔ لوگو! مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ! آپؓ۔ فرمایا کہ میں نے کسی سے مبارزت (جنگ میں مقابلہ کے لئے للکارنا) طلب نہیں کی مگر اس سے پورا انتقام لیا۔ لیکن تم یہ بتاؤ کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں۔ امیر المومنین! آپؓ ہی بتادین کہ کون ہوسکتا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سب سے بہادر آدمی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ اس لئے کہ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک عریش بنایا تھا تو ہم نے کہا کہ آپ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا تا کہ مشرکین آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ تو خدا کی قسم! ابوبکرؓ کے سوا اور کوئی رسول اللہ ﷺ کے قریب نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ ﷺ کے آگے کھڑے تھے اور تلوار سونتی ہوئی تھی۔ دشمن کی طرف سے جو بھی قریب آتا آپؓ فوراً اس پر تلوار سے وار کرتے اور کہتے جاتے کہ ہائے افسوس! تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا مالک اللہ ہے۔ پس ابوبکرؓ ہی سب سے بہادر آدمی ہیں۔

(مجمع الزوائد ۹/۴۶۱)(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، حدیث 4815)

6.9 ۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کے انتقال پر حضرت علیؓ کا غم

جب حضرت ابوبکر صدیقؓ فوت ہوئے تو حضرت علیؓ اس مکان کے دروازے پر جس میں صدیقِ اکبرؓ کی نعش پر چادر ڈالی ہوئی تھی تشریف لا کر کھڑے ہوئے اور صدیقِ اکبرؓ کو خطاب کر کے فرمانے لگے کہ اللہ جل شانہٗ کی قسم! آپؓ دین کے لئے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور پیشرو تھے جس دور میں دین سے لوگ متنفر تھے اور آخری دور میں بھی آپؓ ثابت قدم رہے جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے اور (اپنی رائے کو انہوں نے کمزور سمجھا تھا) آپؓ دین کے معاملہ میں اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تر ہوائیں متحرک نہ کر سکیں اور توڑنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کر سکیں۔

(یعنی انتقالِ نبوی ﷺ کے بعد فتنۂ ارتداد میں آپؓ ثابت قدم وراسخ العمل رہے)

(کتاب " الفائق " جاراللہ زمخشری جلد اول، سین مع الجیم)

6.9.1 ۔ حضرت علیؓ کا تعزیتی خطاب

خلیفۂ رسول ﷺ! حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد صحابہ کرامؓ میں صفِ ماتم بچھ گئی اور مدینہ کے در و دیوار پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حضرت علیؓ کو وفات کی خبر ملی تو فوراً اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ O پڑھتے ہوئے مکان سے باہر تشریف لائے اور فرمایا!

" الیوم انقطعت خلافه النبوّه "

(یعنی آج خلافتِ نبوت کا انقطاع ہو گیا)

پھر دوڑے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا! اے ابوبکرؓ! اللہ تم پر رحم کرے تم سب سے پہلے اسلام لائے، تم سب سے زیادہ مخلص مسلمان تھے، تمہارا یقین سب سے زیادہ مضبوط تھا، تم سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے تھے، سب سے زیادہ باعظمت تھے، صحبت اور منقبت میں سب سے افضل تھے، مرتبہ کے اعتبار سے سب سے برتر تھے، سب سے غنی اور رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ حفاظت ونگہداشت کرتے تھے، اسلام میں سب سے زیادہ حامی اور خیر خواہ تھے، سیرت اور عادات میں آنحضرت ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، آپؓ مسلمانوں کے لئے رحم دل باپ تھے، جبکہ وہ آپؓ کی اولاد کی طرح تھے، آپؓ نے خوب پیش قدمی دکھائی اور اپنے بعد میں آنے والوں کو تھکا دیا، پس ہم سب اللہ کے لئے ہیں، اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، ہم اللہ کی قضاء پر راضی ہیں، ہم نے معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ تم کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے، تم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی جب دوسروں نے تکذیب کی، اور اس وقت رسول اللہ ﷺ کی غم خواری کی جب دوسروں نے بخل کیا، اور جب لوگ نصرت اور حمایت سے رکے ہوئے تھے تم نے کھڑے ہو کر اللہ کے رسول ﷺ کی مدد کی، اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی کتاب میں صدیق کہا، تم اسلام کے پشت پناہ اور کافروں کو بھگانے والے تھے، نہ تمہاری حجت بے راہ ہوئی اور نہ تمہاری بصیرت ناتواں ہوئی، تمہارے نفس نے کبھی بزدلی نہیں دکھائی، تم پہاڑ کی مانند مستقل مزاج تھے، تند ہوائیں تم کو نہ اکھاڑ سکیں اور نہ

ہلا سکیں، تمہاری نسبت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ضعیف البدن، قوی الایمان، منکسر المزاج، اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ، زمین پر بزرگ، مومنوں میں بڑے ہیں۔ نہ تمہارے سامنے کسی کو طمع ہو سکتی ہے اور نہ خواہش، کمزور تمہارے نزدیک قوی اور قوی کمزور تھا یہاں تک کہ کمزور کا حق دلا دو اور زور آور سے حق لے لو۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد آپؓ کی وفات جیسا کوئی حادثہ مسلمانوں پر کبھی نازل نہیں ہوا، آپؓ دین کی عزت اور قلعہ کی حیثیت کے حامل تھے، پس اللہ آپؓ کو اپنے نبی ﷺ سے ملا دے اور ہم کو آپؓ کے بعد آپؓ کے اجر سے محروم اور بے راہ نہ کرے۔ (آمین)

(تاریخ اسلام ۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، جلد ۱، ص ۳۷۴)

(حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ۱۰۰ قصّے، ص ۹۴)

7.0۔ حضرت علیؓ فاروقِ اعظمؓ کے دور میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انتقال کے آخری اوقات میں حضرت عمرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ کیا تھا اس معاملہ میں انہوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ پس مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کی بیعت کی اور میں (حضرت علیؓ) نے بھی مسلمانوں کے ساتھ حضرت عمر بن خطابؓ کی بیعت کی جس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ مسندِ خلافت پر فائز ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور نہایت خوشی سے خلافت کے کاموں میں اپنے ذمہ داریوں کو نبھایا۔ حضرت عمرؓ کو ہر اہم موقع پر مفید مشوروں سے نوازا۔ حضرت علیؓ کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ حضرت عمر فاروقؓ کے نکاح میں ۱۷ھ میں آئیں۔ حضرت ام کلثومؓ کی والدہ صاحبزادیِ رسول حضرت فاطمۃ الزہراءؓ تھیں اس لئے اس رشتہ کی وجہ سے دونوں شخصیات میں ہر معاملہ میں ہم خیالی اور ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔

(تاریخ ابن خلدان جلد دوم، طبری، کنز العمال ج ۶ ص ۸۲)

7.1 ۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کا اعلان

حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے گھر کے دریچہ سے جھانکا اور فرمایا! (خلافت کے بارے میں) میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس پر راضی ہوتے ہو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسولؐ! ہم اس پر راضی ہیں۔ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے فرمایا! عمر بن خطابؓ کے

بغیر اس معاملہ میں ہم کسی دوسرے شخص کے حق میں راضی نہیں ہوں گے۔

(اسد الغابہ لعز الدین ابی الحسن علی بن محمد ال معروف با بن اثیر الجزری۔
تذکرہ عمر بن الخطاب جلد۴ ص۷۰)

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفضل المعاشرتی خلافتہ جلد۲ ص۸۸)

(تاریخ الخلفاء سیوطی، فصل فی مرضہ ووفاتہ ووصیتہ ص۶۱)

(الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی التہیمی، الفصل الثانی فی استخلاف ابی بکر لعمر ص۵۴)

شیعہ راوی امالی شیخ طوسی کی روایت:

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھ سے اعراض کر کے تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی۔ جس طرح تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی اسی طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی۔ پھر جس طرح تم نے عمرؓ سے بیعت کی اور اس بیعت کے حق کو میں نے بھی پورا کیا۔ حتیٰ کہ جب عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو عمر نے مجھے چھ آدمیوں کی کمیٹی میں ایک ممبر قرار دے کر شامل کیا اور میں نے شامل ہونا قبول کیا۔ پس تم نے عثمان بن عفانؓ کی بیعت کی تو میں نے بھی عثمانؓ کی بیعت کی۔

(امالی شیخ ابی جعفر محمد بن الحسن الطّوسی المتوفی ۴۶۰ھ المعروف شیخ الطائفہ،
جلد۲ ص ۱۲۱، جزء ثامن عشر ۱۸)

7.2 ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان خوشگوار تعلقات کی مثالیں

نافع العیشی بیان فرماتے ہیں!

ایک مرتبہ میں احاطۂ صدقہ (وہ احاطہ جہاں صدقہ کے اونٹ باندھے جاتے تھے) میں حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ساتھ داخل ہوا۔ حضرت عثمانؓ سائے میں بیٹھ کر لکھنے لگے۔ حضرت علیؓ ان کے سامنے کھڑے جو کچھ حضرت عمرؓ کہتے اس کا املاء کرا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی کیفیت یہ تھی کہ وہ دھوپ میں کھڑے تھے، سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ان کے جسم پر دو چادریں تھیں۔ ایک سے جسم لپیٹے ہوئے تھے اور دوسری چادر سر پر ڈالتے تھے۔ صدقہ میں آئے ہوئے اونٹ کی گنتی کر رہے تھے۔ ان کے رنگ اور ان کے دانت (تا کہ ان کی عمروں کا اندازہ کر سکیں) نوٹ کر رہے تھے اس موقع پر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ قرآن میں آیا ہے ۔ آیت

يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ O

(سورۃ القصص ۔26)

اے ابا جان! ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانتدار (ہو) پھر حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ

"**هذا الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ**" یہ ہیں وہ جن کو قوی اور امین کہا جا سکتا ہے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر ج ۳ ص ۵۵)

سیدنا علیؓ حضرت عمر فاروقؓ کے خیر خواہ، قابلِ اعتماد مشیر اور رفیق تھے۔ حکیمانہ انداز میں ہر مسئلہ حل کر دیتے تھے کہ کوئی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا! **لو لا علی'' لھلک عمر** اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ (الاستیعاب از ابن عبدالبر، ص ۲۰۱۵)

تاریخ اور ادب کی کتابوں میں یہ جملہ ضرب المثال بن گیا کہ

" **قضيّة ولا أبا حسن لها** "

(ایک پیچیدہ مسئلہ سامنے ہے اور اس کے حل کے لئے ابوالحسنؓ نہیں ہیں)

اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! **أقضا هم علی** یعنی مشکل مسائل کا حل اور پیچیدہ معاملات کو سلجھانے کی قدرت سب سے زیادہ حضرت علیؓ رکھتے ہیں۔ حضرت عمرؓ جب بیت المقدس کے سفر پر گئے تو اپنی جگہ پر حضرت علیؓ کو قائم مقام بنا کر گئے تھے۔

7.2.1 ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی محبت

امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ ایک دفعہ پرانے اور بوسیدہ کپڑے پہنے اور خستہ حال بیٹھے تھے اور ذکر میں مشغول تھے۔ ان کے ایک غلام ابومریم آپؓ کے قریب آ کر بیٹھ گئے اور افسوس کے انداز میں عرض کیا! یا امیر المومنینؓ! آپؓ کے پاس ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! اے ابومریم! تمہاری کیا درخواست ہے۔ انہوں نے کہا کہ میری درخواست یہ ہے کہ آپؓ اپنے

جسم سے یہ چادر اتار دیں یہ بہت پُرانی اور بوسیدہ ہوگئی ہے۔ حضرت علیؓ نے چادر کا کونہ اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونے لگے۔ ابو مریم نے شرمسار ہو کر کہا: اے امیر المومنینؓ! اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آپؓ کو میری اس بات سے تکلیف ہوگی تو میں آپؓ کو چادر اتارنے کا کبھی نہ کہتا۔ جب امیر المومنینؓ کے آنسو ذرا تھمے تو آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا! اے ابو مریم! اس چادر سے روز بروز میری محبت بڑھتی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ چادر میری خلیل اور میرے حبیب نے ہدیہ کے طور پر دی تھی۔ ابو مریم نے حیرت سے پوچھا! اے امیر المومنینؓ! آپؓ کے خلیل کون ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! میرے خلیل عمر بن خطابؓ ہیں۔ بلاشبہ حضرت عمرؓ بہت مخلص تھے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ بھلائی کی۔ پھر حضرت علیؓ دوبارہ رونے لگے حتیٰ کہ آپؓ کے سینہ مبارک سے گونج دار آواز آنے لگی۔

(تاریخ المدینہ المنورہ ۹۳۸/۳)

7.3 ۔ جہادِ ایران پر ۔ حضرت علیؓ کا مشورہ

حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کو مشورہ دیا کہ وہ مدینہ نہ چھوڑیں اور اسی جگہ پر رہیں۔ فوج کی قیادت کے لئے کسی کو نائب بنا دیں۔ اہلِ بصرہ اور دوسرے تمام علاقوں سے مسلمانوں کی فوج عراق آجائے اور وہاں سے آگے کاروائی کی جائے۔ تمام صوبوں کے گورنروں کو اپنے مراکز پر ثابت قدمی سے رہنا چاہئے اور آپؓ یہیں قیام کریں کیونکہ اگر مسلمانوں کے ذمہ دار (خلیفہ) پر خدانخواستہ کوئی

مصیبت آتی ہے (یعنی جنگ میں قتل ہو جاتے ہیں) تو اسلام اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا پھر اس کا کوئی تدارک نہیں ہو سکے گا اور اس کا وجود ہی باقی نہیں رہے گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! یہ اسلام کا معاملہ ہے۔ اس میں نصرت اور عدم نصرت کا دارو مدار افراد کی کمی بیشی پر نہیں۔ یہ اللہ کا دین ہے جس کو اس نے غالب کر نے کا ارادہ فرمایا ہے۔ اپنا لشکر خود اسی نے تیار کیا ہے اور اسی نے اپنی نصرت سے سرفراز کیا ہے۔ وہ جس قدر بھی پھیلا اور بڑھا چکا ہے وہ اللہ کے وعدے کا مظہر ہے۔ وہی اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کا محافظ اور نگران ہے اور **قیّم بالامر** (ولی الامر و خلیفہ) کی حیثیت اس لڑی کی ہے جس میں دانے پروئے ہوئے ہوتے ہیں، وہ لڑی سب دانوں کو جوڑ کر رکھتی ہے اور باہم ایک دوسرے سے پیوست رکھتی ہے۔ اگر وہ لڑی ٹوٹ جائے تو سب دانے بکھر جائیں گے۔ پھر کبھی بھی اپنی اصل اور ابتداء کے مطابق یکجا نہیں ہوسکیں گے۔ آج اگرچہ عرب تعداد میں کم ہیں لیکن اسلام کی بدولت ایک اہم قوت ہیں۔ وہ غالب اس لئے ہیں کہ سب متحد و یکجا ہیں۔ آپ (حضرت عمرؓ) ان کے لئے قطب (چکّی کا کھونٹا جس کے گرد چکّی کا پاٹ گردش کرتا تھا) کا درجہ رکھتے ہیں اور عربوں کو اس کے گرد گھمایئے اور اس جنگ کی آگ سے مقابلہ کرنے دیجئے۔ اس لئے کے اگر آپؓ ان کے درمیان سے ہٹ گئے تو اطراف سے سب عرب ان پر ٹوٹ پڑیں گے۔ آپؓ اپنے پیچھے جو غیر محفوظ سرحدیں چھوڑ جائیں گے وہ ان سے زیادہ اہمیت رکھتی ہوں گی جو آپؓ کے سامنے درپیش ہیں۔

اہلِ عجم آپؓ کو میدانِ جنگ میں دیکھ کر کہیں گے یہ عرب کی اصل طاقت اور سرمایا ہے۔ اگر ہم نے ان پر قابو پالیا تو ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی اور یہ بات ان کے مقابلہ کے جذبہ اور صلاحیت کو تیز کردے گی اور ان کے حوصلے اور طمع کو بڑھائے گی۔ اور جو آپؓ نے ذکر کیا کہ یہ اہلِ عرب مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے نکل پڑے ہیں تو اللہ ان کے اس اقدام کو بہت زیادہ ناپسند کرتا ہے۔ اور جس کو وہ ناپسند کرتا ہے اس کو بدل دینے پر زیادہ قادر ہے۔ اور آپؓ نے ان کی تعداد کا جو ذکر کیا ہے تو یاد رکھئے کہ اب تک اللہ تعالیٰ نے جو فتح و نصرت نصیب فرمائی ہے اس میں تعداد کی کثرت کا کوئی دخل نہیں تھا۔ ہم تو صرف اللہ کی مدد اور اعتماد پر جنگ کرتے ہیں۔ (نہج البلاغہ، ص ۲۰۳-۲۰۴)

حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت نعمان بن المقرن المزنی کو لشکر کا سالار مقرر کر دیا۔ لوگوں نے کہا کہ وہی اس منصب کے اہل ہیں۔

7.4 ۔ سپہ سالارِ جنگ یرموک ۔ حضرت علیؓ کا مشورہ

جنگ یرموک سے پہلے حضرت عمرؓ نے روم پر حملہ کرنے کے سلسلہ میں مشورہ لیا۔ اس موقع پر بھی حضرت علیؓ کی رائے جذبہ اخلاص سے بھرپور اور حالات کے تقاضوں سے ہم آہنگ تھی۔ یرموک کی جنگ شام کے ساتھ معرکوں میں سب سے اہم تھی۔ اس جنگ میں کامیابی پر دوسری فتوحات کا انحصار تھا۔ حضرت ابوعبیدہ

بن جراحؓ نے ایک قاصد کے ذریعہ حضرت عمرؓ کو پیغام بھیجا کہ انہیں مطلع کردو کہ روم کی فوجوں کا ایک اُمڈتا ہوا سیلاب جو خشکی اور تری کے راستوں سے مسلمانوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے انصار اور مہاجرین کو جمع کیا اور ان کو حضرت ابو عبیدہؓ کا خط پڑھ کر سنایا۔ صحابہ کرامؓ خط سن کر بہت متاثر ہوئے اور کچھ لوگوں کے تو آنسو نکل آئے۔ کچھ لوگوں نے جوش میں آکر کہا کہ ہم امیر المومنینؓ کو خدا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ ہمیں شام جا کر اپنے بھائیوں کے لئے اپنی جانیں نچھاور کرنے کی اجازت دیں۔ انصار اور مہاجرین کا جوش بڑھ رہا تھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے تجویز پیش کی کہ امیر المومنینؓ خود شام کی طرف بھیجی جانے والی فوج کی قیادت کریں اور ان کے لئے ڈھال بن جائیں اور ان کی مدد کریں۔

حضرت علیؓ نے ان کی مخالفت کی اور فرمایا!

اللہ تعالیٰ نے دین کے حاملین کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی ہے۔ دینی حلقوں کو مضبوط کرنا اور اس کی سرحدوں کی حفاظت کرنا اسی کا کام ہے۔ جن لوگوں کو اس نے فتح مند کیا وہ اتنے تھوڑے تھے جو عام حالات میں کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ اور جن کا دشمنوں سے بچاؤ کیا وہ اتنے کم تھے کہ اپنا بچاؤ خود نہیں کر سکتے تھے۔ وہ ذات ہمیشہ زندہ رہنے والی ہے اس کے لئے موت نہیں۔

آپؓ جب اتنی مختصر جماعت کو لے کر جائیں گے اور مقابلہ کریں گے تو ناکامی کا خطرہ ہے اور خدانخواستہ ناکامی ہوئی تو مسلمانوں کے لئے دنیا کے کسی کونے میں جائے پناہ نہیں رہ جائے گی اور آپؓ کے بعد کوئی ایسا حاکم نہیں رہ جائے گا جس سے حکم لے سکیں۔ لہٰذا آپؓ کسی تجربہ کار شخص کو لشکر کا سالار بنا کر بھیجئے اور اس کے

ساتھ جنگ کا تجربہ رکھنے والی اور قربانیوں کے لئے تیار رہنے والی فوج بھیجئے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے کامیاب کر دیا تو یہی مطلوب ہے اور اگر دوسری بات پیش آئی تو آپؓ لوگوں کے لئے جائے پناہ اور مسلمانوں کے لئے سہارا بنے رہیں گے۔

(نہج البلاغہ ، ص ۱۹۲۔۱۹۳)

حضرت علیؓ کے اس مشورے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ کے دل میں حضرت عمرؓ کے لئے صرف اور صرف خیر کے جذبات تھے۔ اگر ان کے دل میں کسی قسم کی کدورت ہوتی یا وہ ان کو غاصب اور ظالم سمجھتے تو یہ بہت اچھا موقع تھا۔ ان سے چھٹکارا بھی مل جاتا اور حضرت علیؓ کے اوپر کوئی بات بھی نہیں آتی۔ لیکن حضرت علیؓ ان سب باتوں سے بہت بلند تھے۔ ان کو صرف مسلمانوں کی بھلائی مدِ نظر تھی۔ حضرت علیؓ جس بات کو حق سمجھتے تھے وہ کہتے تھے اور جس بات کو حق جانتے تھے وہ کرتے تھے۔

7.5 ۔ حضرت عمرؓ کا بیت المقدس کی طرف سفر

جب عیسائیوں نے حضرت عمرؓ کو بیت المقدس آنے کی دعوت دی کہ وہ بیت المقدس آئیں اور صلح کی دستاویز اپنے ہاتھ سے لکھیں تو ہم مسجدِ اقصیٰ کی چابیاں خود ان کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے لکھا کہ بیت المقدس کی فتح اب آپؓ کے آنے پر موقوف ہے۔ حضرت عمرؓ نے کبار صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے رائے معلوم کی۔ حضرت عثمان غنیؓ نے مشورہ دیا کہ آپؓ

وہاں نہ جائیں تا کہ وہ اپنی ذلت محسوس کریں اور ان کی تحقیر ہو۔ حضرت علیؓ نے رائے دی کہ آپؓ وہاں ضرور جائیں کیونکہ یہ ایک تاریخی اعزاز ہے جو ہمیشہ یاد رہے گا اور یہ بات ہر ایک کو ہر زمانے میں حاصل نہیں ہوتی۔ اس طرح مسلمانوں پر سے بھی بوجھ کم ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کی رائے پسند آئی اور سفر کے لئے تیار ہو گئے اور اپنی جگہ حضرت علیؓ کو امورِ خلافت کی ذمہ داری سونپی اور رجب ۱۶ھ کو شام کی طرف روانہ ہوئے۔

7.5.1 ۔ حضرت علیؓ کو قائم مقام بنانا

حضرت عمر فاروقؓ کو یکم محرم ۱۴ھ کو مدینہ منورہ سے باہر پانی کے ایک چشمہ جس کو " صرار " کہتے تھے کی طرف جانا پڑا تو اس موقع پر حضرت عمرؓ نے مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام سیدنا علی المرتضیٰؓ کو بنایا اور آپؓ خود دیگر صحابہؓ کی معیت میں تشریف لے گئے۔

(تاریخ ابن جریر طبری تحت سنۃ ۱۴ھ ج ۴ ص ۸۳)

اسی طرح ۱۷ھ میں خلیفہ ثانی حضرت فاروقِ اعظمؓ کو " ایلہ " کے مقام کی طرف تشریف لے جانے کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت بھی مرکز اسلام میں آپؓ نے اپنا قائم مقام حضرت علیؓ کو بنایا اور خود سفر پر تشریف لے گئے۔

(تاریخ ابن جریر طبری ج ۴ ص ۲۰۳) (رحماء بینھم)

ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ امیر المومنین عمرؓ نے اہلِ نجران کی طرف تحریر کیا کہ میں علی بن ابی طالبؓ کو آپ لوگوں کی طرف خاص وصیت کر کے روانہ کر رہا ہوں کہ جو شخص تم میں سے ایمان لائے اس کے ساتھ بہتر اور آسانی کا معاملہ کیا جائے اور ان کو میں حکم دیتا ہوں کہ زمین کی کاشت اور کارکردگی کی صورت میں اس کی آمدنی کا نصف دیا جائے اور اس زمین میں سے تمہارے اخراج کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک کہ تم معاملہ کو درست رکھو اور تمہاری کارکردگی پسندیدہ رہے۔

(کنز العمال بحوالہ ھب ج ۲ ص ۳۱۳، کتاب الجہاد من قسم الافعال، بحث الخراج)

7.6 ۔ دورِ فاروقی میں افتاء اور قضاء کا منصب

حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں افتاء اور قضاء پر کئی صحابہ کرام فائز تھے جن میں حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت عثمانؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، اور حضرت زید بن ثابتؓ وغیرہ تھے۔ جس دن حضرت عمرؓ خلیفہ نامزد ہوئے اسی دن انہوں نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ کا قاضی مقرر کر دیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۱، طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۹)

شیعہ مؤرخین لکھتے ہیں!

حضرت عمرؓ کے ایامِ خلافت میں جن حضرات سے علمی مسائل حاصل کئے جاتے تھے اور جو فقہاء کا درجہ رکھتے تھے۔ وہ مندرجہ ذیل حضرات تھے:

علی بن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، معاذ بن جبلؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰ الاشعریؓ، ابودرداءؓ، ابوسعید خدریؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ۔　　　　(تاریخ یعقوبی ج۲ ص۱۶۱)

7.7 ۔ عہدِ فاروقی میں حضرت علیؓ کی مرکزی مشاورتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے فیصلے

حضرت علیؓ کی مرکزی مشاورتی کونسل کے رکن کی حیثیت سے وہ مشورے جن پر عمل درآمد کیا گیا درج ذیل ہیں:

۱۔ حاصل شدہ اموال میں وقتی طور پر صدقہ ادا کرنے کے متعلق مشورہ۔

۲۔ قتل کے خون بہا (دیت) میں مشورہ۔

۳۔ شراب خوری کی سزا میں اضافہ کا مشورہ۔

۴۔ تیسری بار چوری کرنے کی سزا میں مشورہ۔

۵۔ فاروقِ اعظمؓ کے لئے تنخواہ اور وظیفہ کے تعین کا مشورہ۔

۶۔ سن ہجری کے اجراء کے بارے میں مشورہ یہ مسئلہ ربیع الاوّل ۱۶ھ میں پیش آیا تھا۔

۷۔ علاقہ نہاوند کی طرف اقدام کرنے میں خلیفہ کے خروج کے بارے میں مشورہ۔ (یہ ۲۱ھ میں پیش آیا)

۸۔ روم کی جنگ میں خلیفہ ثانی کے بذاتِ خود تشریف نہ لے جانے کے متعلق مشورہ۔

۹۔ مالِ غنائم کی تقسیم کے بعد بقایا کو پس انداز کرنے کا مشورہ۔

(رحماء بینہم)

7.8۔ حضرت عمرؓ سے اہلِ بیت کے تعلقات

حضرت سیدنا عمر فاروقؓ اپنے اقتدار اور رعب و دبدبہ کے باوجود لوگوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرتے اور خلافت کی تمام ذمہ داریاں احسن طریقہ سے سرانجام دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت کی وجہ سے اہلِ بیت کا بہت احترام و اکرام کیا کرتے تھے اور ان کو ہمیشہ اپنے خاندان و عیال پر ترجیح دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند واقعات کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

حضرت حسین بن علیؓ سے روایت ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں!

مجھ سے ایک روز حضرت عمرؓ نے کہا! بیٹے تم ہمارے پاس بھی آیا کرو اور مل لیا کرو۔ ان کے کہنے کی وجہ سے ایک روز میں ان سے ملنے چلا گیا۔ اس وقت تخلیہ تھا اور آپؓ تنہائی میں کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ دروازے پر تھے اور ان کو اندر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا پھر ایک دن حضرت عمرؓ کا سامنا ہوا تو انہوں نے فرمایا! بیٹا تم میرے پاس آئے نہیں؟ میں نے کہا کہ میں آیا تھا لیکن تخلیہ تھا اور آپؓ کسی سے گفتگو فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ

ابن عمرؓ بھی واپس جارہے ہیں تو میں بھی لوٹ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ تم اجازت پانے کے مستحق ہو۔ ہمارے دل و دماغ میں جو اسلام نے گھر کیا ہے وہ اللہ کا احسان ہے اور پھر تمہارے گھرانے کا فیض ہے۔ یہ کہہ کر میرے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔ (کنز العمال، ج ۷ ص ۱۰۵، الاصابہ، ج ۱ ص ۱۳۳)

ابن سعدؒ حضرت جعفر صادق بن محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد علی بن حسینؒ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت عمرؓ کے پاس یمن سے حلّے آئے (اگر ایک ہی کپڑے کا تہبند اور قمیص ہو اور کپڑا بھی قیمتی ہو تو اسے حُلّہ کہتے ہیں۔ یہ اُس زمانے میں وہی درجہ رکھتا تھا جو آج کل سوٹ کا ہے)۔ آپؓ نے لوگوں میں تقسیم کردئے۔ وہ سب یہ نئے کپڑے پہن کر مسجدِ نبوی میں آئے۔ حضرت عمرؓ منبر اور روضہ مبارک کے درمیان بیٹھے تھے۔ لوگ آتے سلام کرتے اور ان کو دعائیں دیتے۔ اتنے میں حضرات حسنؓ وحسینؓ اپنی والدہ حضرت فاطمہؓ کے گھر سے نکلے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے اور ان صاحبزادوں کے جسم پر حُلّے نہیں تھے۔ حضرت عمرؓ افسردہ اور اداس بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیا بات ہے، فرمایا کہ میں ان بچوں کی وجہ سے مغموم ہوں کہ ان کے بدن کے مطابق کوئی حُلّہ نہیں تھا۔ چادریں بڑی تھیں اور ان کے قد چھوٹے تھے۔ اس کے بعد آپؓ نے یمن پیغام بھیجا کہ دو جوڑے حسنؓ اور حسینؓ کے لئے فوری طور پر تیار کر کے بھیجے جائیں۔ چنانچہ وہ حُلّے آئے حضرت عمرؓ نے ان کو پہننے کے لئے دئے اور ان کو سکون حاصل ہوا۔

(الاصابہ ج ۱ ص ۱۰۶)

ابو جعفر سے روایت ہے کہ جب دورِ فاروقیؓ میں مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہونے شروع ہوئیں۔ مالِ غنیمت اور خراج کی شکل میں مال مدینہ منورہ آنے لگا تو حضرت عمرؓ نے ہر ایک کا وظیفہ مقرر کرنا چاہا۔ کس کو کتنا دیا جائے اور اس کی ترتیب کیا ہو، اس کے لئے کبار صحابہ کو جمع کیا اور ان کی رائے لیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ آپؓ اپنی ذات سے شروع کیجئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا!

لا و اللّٰہ ! اس سے شروع کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہو گا۔ ان کے بعد بنو ہاشم کے حصے مقرر کروں گا جو رسول اللہ ﷺ کا قبیلہ ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عباسؓ کا اور پھر حضرت علیؓ کا حصہ نکالا یہاں تک کہ پانچ قبائل کے درمیان ترتیب قائم کی اور سب سے آخیر میں اپنا قبیلہ بنی عدی بن کعب کو رکھا۔ ترتیب یوں رکھی گئی کہ بنو ہاشم میں جو لوگ غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ سب سے پہلے ان کے عطیات مقرر کئے گئے اور اسی طرح درجہ بدرجہ آخیر میں بنو عدی کا نمبر آیا۔ پھر بنی امیہ بن شمس میں جو لوگ جنگ بدر میں شریک تھے ان کے نام لکھے گئے۔ ان سب کے حصے دئے اور حضراتِ حسنینؓ (حضرت حسنؓ و حسینؓ) کو رسول اللہ ﷺ سے جو قرب تھا اس کا پہلے لحاظ کیا۔

﴿ الأقرب فالأقرب ﴾

(جو زیادہ قریب تھا وہ پہلے پھر اس سے جو قریب تھا)

(کتاب الخراج از ابو یوسف، ص ۲۵۔۲۴)

علامہ شبلی نعمانیؒ اپنی کتاب " الفاروق " میں لکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ بڑی بڑی مہمات میں حضرت علیؓ سے مشورہ کئے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے اور حضرت علیؓ بھی نہایت دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ جب بیت المقدس گئے تو خلافت کا تمام کام حضرت علیؓ کے ذمہ کر کے گئے۔ اتحاد و یگانیت کا آخیر مرتبہ یہ تھا حضرت علیؓ نے اپنے بیٹی حضرت ام کلثومؓ جو حضرت بی بی فاطمہ الزہراءؓ کے بطن سے تھیں ان کو حضرت عمرؓ کے عقد میں دے دیا تھا۔ یہ نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں منعقد ہوا۔ ان سے حضرت عمرؓ کا ایک بیٹا زید بن عمرؓ اور ایک بیٹی رقیہ بنتِ عمرؓ پیدا ہوئیں۔ حضرت علیؓ نے اپنے بیٹے کا نام عمر رکھا، دوسرے بیٹے کا نام ابوبکر اور تیسرے کا نام عثمان رکھا۔ عام طور پر لوگ اپنے بیٹوں کے نام ان لوگوں کے نام پر رکھتے ہیں جن سے دلی تعلق ہو اور وہ مثالی انسان ہوں۔

7.8.1 ۔ حضرت عمر فاروقؓ ۔حضرت علیؓ کے داماد

حضرت علیؓ نے اپنے بیٹی حضرت ام کلثومؓ جو حضرت بی بی فاطمہ الزہراءؓ کے بطن سے تھیں ان کو حضرت عمرؓ کے عقد میں دے دیا تھا۔ یہ نکاح ذوالقعدہ ۱۷ھ میں منعقد ہوا۔ ان سے حضرت عمرؓ کا ایک بیٹا زید بن عمرؓ اور ایک بیٹی رقیہ بنتِ عمرؓ پیدا ہوئیں۔ جب حضرت عمرؓ کی شادی حضرت علیؓ کی صاحبزادی ام کلثوم سے ہوگئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے رسول اللہ

ﷺ کا وہ فرمان بیان فرمایا جو انہوں نے خود حضور اکرم ﷺ سے سنا تھا۔ یعنی فرمان نبوت ﷺ ہے کہ " قیامت کے روز تمام رشتہ اور تعلقات ختم ہو جائیں گے مگر صرف میرے خاندان کا رشتہ اور انتساب کام آئے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری دلی آرزو ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قبیلہ کے ساتھ میری نسبت قائم ہو جائے۔ (رحماءُ بینھم ج۲ ص۲۱۲)

حضرت جعفر صادقؒ اپنے والد حضرت محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے حضرت علی المرتضیٰؓ سے ان کی بیٹی حضرت ام کلثومؓ کے رشتہ کے لئے درخواست کی۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے اپنی لڑکیاں اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹوں کے لئے روک رکھی ہیں۔ اس کے بعد پھر حضرت عمرؓ نے اس رشتہ کی خواہش ظاہر کی کہ آپؓ مجھ سے نکاح کر دیں۔ میں اس رشتہ کی حسنِ معاشرت کو اس طرح نگاہ میں رکھوں گا کہ کوئی اور شخص ملحوظ نہ رکھ سکے گا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد عمر بن خطابؓ مہاجرین حضرات کی مجلس میں جو مسجدِ نبوی میں ہوا کرتی تھی تشریف لائے۔ وہاں عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زبیر بن عوامؓ، عثمان بن عفانؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ اور دوسرے حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ عموماً ان حضرات سے اپنے معاملات میں مشورہ کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے مبارک باد دیجئے۔ انہوں نے کہا کہ کس بات کہ۔ عمر بن خطابؓ نے کہا کہ علی بن ابی طالبؓ کی بیٹی ام کلثوم سے میرا نکاح ہو گیا ہے۔ پھر ان کو نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک سنائی کہ " آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نسب وسبب قیامت کے روز منقطع ہو جائے گا ایک میرا نسب اور انتساب

فائدہ مند ہوگا۔

حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نبی کریم الصلاۃ والتسلیم کا مصاحب اور ہم نشین تو رہا اور میں یہ پسند کرتا تھا کہ نسبی تعلق بھی قائم ہوجائے تو وہ اب حاصل ہوگیا۔

(کتاب السنن قسم اول ج ۳ ص ۱۳۰ لسعید بن منصور الضراسانی المکی المتوفیٰ ۲۲۷ھ، قسم اول از ج ۳ باب النظر الی المرأۃ اذا ارادان تیزوّجہا)

(المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۴۲ باب فضائل علیؓ)

(کنز العمال ج ۷ ص ۹۸ روایت ۸۲۵ بحوالہ ابن سعد ابن راہویہ مختصراً رواۃ بتمامہ)

(مجمع الزوائد للہیثمی ص ۱۷۳ ج ۹ تحت فصل اہلِ بیت)

حضرت علیؓ کی بیٹی حضرت ام کلثومؓ کا پہلا نکاح حضرت عمر فاروقؓ سے ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد عون بن جعفرؓ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے بعد محمد بن جعفرؓ نے ان سے نکاح کیا۔ ان کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ کے نکاح میں آئیں۔

(کتاب المحبّر ص ۵۶، ۴۳۷ تحت اصہار علیؓ)

7.8.2۔ اہلِ بیتِ رسول کے لئے حضرت عمرؓ کی طرف سے وظائف

یہ تقسیم اس طرح سے تھی کہ بدری صحابہؓ کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم سالانہ حضرت عمرؓ نے مقرر فرمائے تھے۔ بدری حضرات کے فرزندوں کے لئے دو دو ہزار درہم مقرر کئے گئے۔ مگر سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ کے لئے ان کے والد کے وظیفہ

کے موافق پانچ ہزار درہم سالانہ نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری کی وجہ سے متعین فرمائے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ (رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی) اورحضرت اسماء بنت عمیسؓ (حضرت علیؓ کی زوجہ) کے لئے بھی وظائف مقرر کئے گئے۔

(طبقات ابن سعد ج ۳ ص۲۱۳۔۲۱۴ قسم اول باب تذکرہ عمرؓ)

(کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ تحت فصل کان فرض عمرؓ لاصحاب الرسول ﷺ تحت عنوان توزیع المال علی الصحابہ ص۴۳۔۴۴)

(فتوح البلدان لاحمد بن یحییٰ بن جابر بغدادی الشہیر بلاذری ص۴۵۴۔۴۵۵ باب ذکر العطاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب)

(کتاب الاموال لابی عبید القاسم بن سلام ص۲۲۴،۲۲۶ باب فرض الاعطیۃ)

7.9۔حضرت عمرؓ کی شادی میں حضرت علیؓ کی شرکت

حضرت عمر الفاروق ؓ نے حضرت عاتکہؓ بنت زید بن عمرو بن نوفل کے ساتھ ۱۲ھ میں شادی کی اور آپ ؓ نے ولیمہ کیا، دوست احباب کو مدعو کیا۔ ان میں حضرت علی ؓ کو بھی شرکت کی دعوت دی۔ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد خوش طبعی کے طور پر (بے تکلفی کی وجہ سے) حضرت علی ؓ نے حضرت عمر ؓ سے کہا کہ دلہن (حضرت عاتکہؓ) سے کلام وتکلم کی اجازت ہے۔ حضرت عمر ؓ نے کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ حضرت علی ؓ نے خانگی پردہ سے باہر رہتے ہوئے حضرت عاتکہ ؓ کو ان کے چند اشعار یاد دلائے (جو انہوں نے اپنے سابق خاوند عبداللہ بن ابی بکر ؓ کی وفات پر غم کی حالت میں کہے تھے)

پہلا شعر یہ ہے:

فَآلَیتُ لَآ تُنفَکُّ عَینِیُ حَزِینَۃً
عَلَیکَ وَ لَا یَنفَکُّ جِلدِیُ اَغبَرًا

یعنی اے زوج! میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ میری آنکھ تجھ پر ہمیشہ غمناک رہے گی اور میرا جسم ہمیشہ غبار آلود رہے گا۔

حضرت عاتکہ اس یاددہانی پر رونے لگیں۔ حضرت عمر ؓ نے سنا تو حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے کہا! اے ابوالحسن ؓ! آپ ؓ ان کو غمناک کر رہے ہیں عورتیں تو اسی طرح کیا کرتی ہیں۔

(کتاب " نسبِ قریش " مصعب زبیری، تذکرہ ولد عدی بن کعب ج ا ص ۳۶۵)

(الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۴ ص ۳۵۵ معہ اصابہ تذکرہ عاتکہ)

(کتاب التمہید لابن عبدالبر ج ۶ ص ۲۵۲ تحت مرویات یحیٰی بن سعید نمبر ۴۶)

(اسدالغابہ لابن اثیر الجزری ج ۵ ص ۴۹۸ تذکرہ عاتکہ بنت زید)

7.10 ۔ اسلامی کیلنڈر کا اجراء

حضرت علیؓ کے زندۂ جاوید کارناموں میں ایک ایسا کام ہے جو اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اسلام اور امتِ اسلامیہ اس دنیا میں باقی ہے۔ وہ اسلامی تقویم کی بنیاد مقرر کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں لوگ کسی حادثہ یا واقعہ کی تاریخ مختلف طریقوں سے محفوظ کرتے تھے۔ ان کے درمیان اختلاف تھا کہ تاریخ کس بنیاد پر مقرر کی جائے۔ بعض لوگوں کا رجحان تھا کہ جس طرح اہلِ فارس اپنے بادشاہوں اور حکمرانوں کی پیدائش یا تخت نشینی سے زمانے کا تعین کیا کرتے تھے، اس کو اختیار کیا جائے۔ کچھ لوگ رومیوں کا طریقہ اپنانا چاہتے تھے۔ بعض کی رائے تھی کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی تاریخ کو اسلامی کیلنڈر کی ابتداء قرار دی جائے۔ سیدنا علی مرتضیٰؓ نے رائے دی کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مکہ سے مدینہ جس دن ہوئی اس کو اسلامی کیلنڈر کی بنیاد قرار دیا جائے۔ حضرت عمرؓ اور تمام صحابہ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور حضرت عمرؓ نے حکم دے دیا کہ اب سے تاریخ کا تعین ہجرتِ نبوی ﷺ کی بنیاد پر کیا جائے گا۔ (البدیہ والنہایہ)

7.11 ۔ حضرت عمر فاروقؓ کا سیدنا علیؓ کو اراضی عطا کرنا

فاروقِ اعظمؓ کے دور میں سیدنا علی المرتضیٰؓ کو خصوصی رعایت کے تحت حضرت عمرؓ نے ایک قطعہ اراضی ینبع کے مقام پر عنایت کیا۔ یہ مقام بہت زرخیز تھا اس میں قدرتی طور پر میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا تھا۔ جس کی وجہ سے قطعہ اراضی کی آمدنی حضرت علیؓ کے لئے ذریعہ معاش بن گئی۔ پھر انہوں نے پانی کا یہ چشمہ اور زمین فقراء اور مساکین اور مسافروں کے لئے صدقہ کر دی تھی۔

(المنصف ابن ابی شیبہ ج۲۱ ص۳۵۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ج۶ ص۱۴۴، معجم البلادن یاقوت حموی ج۲۰ ص۴۵۰))

7.12 ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ کی حضرت اویس قرنیؒ سے ملاقات

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد ثانی تذکرۃ اویس قرنیؒ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت سیدنا امیر المومنین عمر بن خطابؓ کا آخری سال تھا جس میں ان کا انتقال ہوا۔ ایّامِ حج میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرت اویس قرنیؒ کی تلاش میں عرفات کی طرف سوار ہو کر تشریف لائے۔ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کھڑا ہوا درخت کی آڑ میں نماز پڑھ رہا ہے اور اونٹ اس کے ارد گرد چر رہے ہیں۔ یہ دونوں حضرات اپنی سواری تیز کر کے اس کی طرف پہنچے اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ کہا۔ حضرت اُویسؒ نے نماز میں تخفیف کی اور سلام کا جواب دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ

کون بزرگ ہیں۔ جواب دیا کہ میں اپنی قوم کے اونٹوں کا چرواہا اور خادم ہوں۔ اور پھر کہا کہ آپ کیسے آئے کیا کام ہے۔ان دونوں نے کہا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ نے ایک شخص اُویس نامی کے چند اوصاف بیان کئے تھے وہ آپ میں معلوم ہوتے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وہی اُویس ہیں۔ آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کیجئے۔ **یغفر اللّٰہ لک** ۔۔۔۔ پھر اُویسؒ نے کہا کہ آپ دونوں صاحبان کون ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ امیر المومنین عمر بن خطابؓ ہیں اور میں علی بن ابی طالبؓ ہوں۔ یہ سن کر حضرت اویس قرنیؒ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اے امیر المومنینؓ! آپؓ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ اے علیؓ! آپ پر بھی سلام ہو اور آپ دونوں کو امت کی جانب سے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

(حلیۃ الاولیاء ابی نعیم اصفہانی، تذکرۃ اُویس قرنی ج ۲ ص ۸۱۔ ۸۲)

7.13 ۔ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت پر حضرت علیؓ کا غم

ابو جُحیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کی وفات ہو چکی۔ ان کا جسدِ مبارک ایک چادر سے ڈھکا ہوا تھا، میں ان کے پاس تھا۔ حضرت علیؓ آئے اور حضرت عمرؓ کا چہرہ کھولا۔ پھر کہا! ابو حفصؓ! آپؓ پر اللہ کی رحمتیں ہوں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے بعد آپؓ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جس کے نامۂ اعمال کے ساتھ میں اللہ کے سامنے جانا پسند کروں۔

(مسند امام احمد بن حنبلؒ، مسند علی بن ابی طالبؓ)

حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کی وفات پر رورہے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیوں رورہے ہو تو فرمایا! عمرؓ کی موت پر رورہا ہوں۔ عمرؓ کی موت اسلام میں ایک ایسا شگاف ہے جو قیامت تک پُر نہیں کیا جاسکتا۔

(الفتوحات الاسلامیہ ج ۲ ص ۴۲۹)

حضرت عمرؓ کے دفن کرنے میں حضرت علیؓ بھی شریک تھے اور حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ کے ساتھ قبر میں اترے۔

(البدیہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۴۵، الکامل ابن اثیر ج ۳ ص ۲۸،
تاریخ ابن جریر طبری ج ۵ ص ۳۸)

7.14 ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا خواب

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ زندہ حیات ہیں اور مسجدِ نبوی میں صبح کی نماز پڑھارہے ہیں۔ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں ہوں، سلام پھیرنے کے بعد آنحضرت ﷺ مسجدِ نبوی کی دیوار سے اپنی پشت لگا کر بیٹھ گئے۔ سامنے سے ایک عورت اپنے ہاتھ میں کھجوروں سے بھرا تھال لے کر آئی اور حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے وہ تھال رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تھال میں سے ایک کھجور اٹھا کر میرے منہ میں ڈالی اور باقی ساری کھجوریں نمازیوں میں تقسیم کر دیں۔ مگر میرا دل چاہتا تھا کہ ایک کھجور اور بھی رسول اللہ ﷺ مجھے عنایت فرمائیں۔ اتنے میں

میری آنکھ کھل گئی اور زبان پر شیرینی اور کھجور کا ذائقہ موجود تھا۔ دل میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کا نور اور سرور موجود تھا۔ ٹھیک صبح کی نماز کے وقت آنکھ کھلی۔ میں فوراً مسجدِ نبوی میں آیا۔ دیکھا کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ نماز پڑھا رہے ہیں، میں فوراً نماز میں شریک ہو گیا۔

نماز کے بعد حضرت عمرؓ اسی طرح مسجد کی دیوار سے پشت کر کے بیٹھ گئے جس طرح خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے پہلے ایک کھجور دی تھی اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی مجھے ایک کھجور عنایت کی، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے باقی کھجوریں نمازیوں میں تقسیم کی تھیں اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی تقسیم کر دیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! ایک اور کھجور تو مجھے اور عنایت فرمائی ہوتی۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا! اے علیؓ! اگر رات کو رسول اللہ ﷺ تمہیں دوسری کھجور عنایت فرماتے تو اس وقت میں بھی تمہیں دوسری کھجور دے دیتا۔ جب تمہیں رات کو رسول اللہ ﷺ نے دوسری کھجور نہیں دی تو میں کس طرح دے سکتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یا اللہ! حضرت عمرؓ کو کہاں سے میرے خواب کی خبر ہوئی۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے علیؓ! بندہ مومن ایمان کے نور سے ایسی باتیں دیکھ لیا کرتا ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اے عمرؓ! آپؓ نے سچ فرمایا۔ آپؓ نے جو کچھ کہا ہے اسی طرح میں نے رات میں خواب میں دیکھا ہے اور جو مزا رات کو حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ کی کھجور میں آیا وہی ذائقہ آپؓ کے ہاتھ سے آیا۔

(سبحان اللہ) (ازالۃ الخفاء)

8.0 - حضرت علیؓ خلیفہ سُوئم حضرت عثمانِ غنیؓ کے دور میں

حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنی شہادت سے پہلے عشرہ ٔ مبشرہ میں سے حیات چھ بزرگ صحابہ کرام ؓ کی ایک مجلس شوریٰ قائم کی تھی۔ حضرت عمر ؓ نے فرمایا کہ جب تک خلیفہ کا انتخاب نہ ہو جائے حضرت صہیب بن سنان رومی ؓ نمازوں میں مسلمانوں کی امامت کرائیں گے۔ حضرت عمر ؓ نے خوفِ خدا اور کمالِ تقویٰ کی وجہ سے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور اپنے بہنوئی حضرت سعید بن زید ؓ (جو کہ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے) کو اپنا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اس شوریٰ میں شامل نہیں کیا جو خلیفہ کا انتخاب کر رہی تھی۔ حضرت علی ؓ ان میں شامل تھے۔ ان چھ افراد میں سے ایک کو خلیفہ کے لئے منتخب کرنا تھا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ ان کے خیال میں عرب قبائل اور اشراف صحابہ کرام کا ایک بڑا طبقہ ان کی حمایت میں تھا۔ کچھ لوگوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بھی بیعت کی جن میں حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت مقداد بن اسودؓ وغیرہ شامل تھے۔ اکثریت کی حضرت عثمان ؓ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے دیکھتے ہوئے حضرت علی ؓ تیزی کے ساتھ حضرت عثمان غنی ؓ کی طرف بڑھے اور فرمایا! میں اپنی طرف سے دائمی حمایت اور تعاون کا یقین دلاتا ہوں، اس طرح حضرت علی ؓ نے حضرت عثمان ؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ حضرت عثمانؓ جب کبھی کسی مشکل میں گھرتے تو حضرت علی ؓ سے ضرور مشورہ اور مدد طلب کرتے اور حضرت علی ؓ نہایت مخلصانہ مشورہ دیا کرتے

تھے۔ حضرت عثمانؓ بھی حضرت علیؓ کی قدر ومنزلت کرتے اور ان کی رائے کا احترام کرتے۔

عمرو بن عمیرۃ بن مُنی مولائے عمر بن خطابؓ نے اپنے باپ دادا سے روایت کی ہے کہ میں نے لوگوں میں سب سے پہلے علیؓ کو دیکھا کہ انہوں نے عثمانؓ سے بیعت کی۔ پھر پے در پے لوگ آئے اور انہوں نے بیعت کی۔

(طبقات ابن سعد)

8.1 ۔حضرت علیؓ کی شیخین کے بارے میں رائے

ابن عساکرؒ نے حضرت حسنؓ کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؓ جب بصرہ سے تشریف لائے تو حضرت ابن الکواءؓ اور حضرت قیس بن عبادہؓ نے آپؓ سے پوچھا کہ آپؓ ہمیں اس کے بارے میں بتائیے کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنوگے۔ اس بات میں کہاں تک سچائی ہے کیونکہ آپؓ سے زیادہ اس بارے میں درست بات اور کون کہہ سکتا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اس طرح کا کوئی وعدہ کیا تھا۔ اگر مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کا کوئی وعدہ کیا ہوتا تو میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو منبرِ رسول پر کیوں کھڑا ہونے دیتا۔ میں ان دونوں کو قتل کر ڈالتا خواہ اس معاملہ میں میرا ساتھ دینے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو نہ کسی نے اچانک شہید کیا اور نہ

حضور اکرم ﷺ کا اچانک وصال ہوا بلکہ چند دن مرض الموت میں مبتلا رہے اور جب ان کے مرض نے شدت اختیار کی اور مؤذن نے آپ ﷺ کو نماز کے لئے معمول کے مطابق بلایا تو بیماری کی شدت کی وجہ سے فرمایا کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے ایک نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے لئے آپ ﷺ کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا تو آپ ﷺ غصہ میں آگئے اور سختی سے کہا کہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہو کہ نماز پڑھائیں۔

جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو گیا تو ہم نے اپنے معاملات میں غور کیا اور پھر اسی شخص کو اپنی دنیا کے لئے بھی مختار بنا دیا۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے دین کے لئے منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کا اصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ دین اور دنیا دونوں ہی کے قائم کرنے والے تھے لہٰذا ہم نے حضرت ابو بکر ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حق بات بھی یہی تھی اور وہ ہی اس کے اہل بھی تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے انتخاب میں کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ ہی کسی نے آپ ؓ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ ہی کسی نے آپ ؓ کی خلافت سے انکار کیا۔ اس لئے میں نے بھی ان کا حق ادا کیا اور میں نے بھی ان کی اطاعت کی۔ ان کے لشکر میں شریک ہوا اور کفار سے جنگ کی، مالِ غنیمت اور بیت المال سے جو کچھ آپ ؓ نے دیا وہ خوشی سے قبول کیا۔ جس جگہ بھی مجھے جنگ کے لئے روانہ کیا میں گیا اور وسعتِ قلب کے ساتھ جنگ کی۔ ان کے حکم سے میں نے شرعی سزائیں دیں اور جب آپ ؓ کا وصال ہو گیا تو آپ ؓ نے حضرت عمر فاروق ؓ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کیا۔ وہ آپ ؓ کے بہترین

جانشین اور سنتِ نبوی ﷺ کے پیروکار رہوئے۔ ہم نے ان کے ہاتھ پر بھی بیعت کی۔ حضرت عمر فاروقؓ کو بھی خلیفہ بنانے پر کسی نے اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے ان کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا۔ یہ بات یقینی ہے کہ کوئی شخص بھی حضرت عمرؓ کی خلافت سے بے زار نہیں ہوا۔ پھر پہلے کی طرح میں نے حضرت عمر فاروقؓ کے بھی حقوق ادا کئے۔ مکمل طور پر ان کی اطاعت کی جو کچھ انہوں نے مجھے دیا میں نے وصول کیا۔ انہوں نے مجھے جنگی مہمات پر بھیجا میں نے دشمن سے جنگ کی۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں بھی میں نے مجرموں کو اپنے کوڑوں سے سزائیں دیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملے کے بعد شہادت کا وقت قریب آیا تو اس وقت میں نے اپنے دل میں غور کیا اور حضور اکرم ﷺ سے اپنی قربت، اسلام قبول کرنے میں اپنی سبقت، اپنے اعمال اور بعض دیگر فضیلتوں کی طرف غور کیا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت عمر فاروقؓ کو میری خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر شاید حضرت عمر فاروقؓ کو یہ خوف لاحق ہو کہ وہ کہیں ایسے شخص کو خلیفہ نہ نامزد کر دیں جس کے اعمال کا خود ان کو جواب دینا پڑے۔ چنانچہ اس خیال کو مدنظر رکھ کر انہوں نے اپنی اولاد کو بھی نظر انداز کر دیا اور خلافت کے لئے نامزدگی نہ فرمائی۔ اگر حضرت عمرؓ کسی کو خلیفہ بناتے تو لازمی طور پر اپنے صاحبزادے کو خلیفہ بناتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ خلیفہ کے انتخاب کا معاملہ چھ قریشیوں کے سپرد کر دیا جن میں ایک میں بھی تھا۔

خلیفہ کے انتخاب کے لئے جب چھ ارکان کی مجلس منعقد ہوئی تو مجھے خیال آیا کہ اب خلافت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر رکھ دی جائے گی۔ اس کے بعد

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ہم سب سے وعدہ لیا کہ پروردگار ہم میں سے جس شخص کو خلیفہ مقرر کر دے ہم سب اس کی اطاعت کریں گے اور اس کے احکامات کی خوشی سے تعمیل کریں گے۔ پھر اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کا ہاتھ پکڑ کر خود بیعت کر لی۔ اس وقت میں نے سوچا کہ میری اطاعت میری بیعت پر غالب آ گئی اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا در اصل وہ دوسرے کی بیعت کے لئے تھا۔ بہر حال میں نے حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور سابقہ خلفاء کی طرح ان کی بھی اطاعت کی اور ان کے احکامات پر عمل کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ کے حقوق ادا کئے، ان کی قیادت میں جنگیں لڑیں۔ ان کے عطیات و ہدایا کو قبول کیا اور ان کے دور میں بھی مجرموں کو شرعی سزائیں دیں۔

(تاریخ الخلفاء ، تاریخ اسلام)

ایک اور روایت سوید بن غفلہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانے میں ایک دفعہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ میرا ایسے لوگوں کے پاس گزر ہوا جو ابو بکرؓ اور عمرؓ کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ پس حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دے کر فرمانے لگے۔ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا اور درخت بنایا اور روح کو پیدا کیا۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کو مومن کامل کے بغیر دوسرا آدمی دوست نہیں رکھ سکتا اور بد بخت کے بغیر دوسرا کوئی شخص ان کے ساتھ بغض اور عداوت نہیں رکھتا۔ ان دونوں کے ساتھ دوستی اللہ کی نزدیکی کا باعث ہے۔ اور ان کے ساتھ دشمنی اسلام سے دور ہونا ہے۔ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو لوگ نبی کریم ﷺ کے دونوں ساتھیوں اور

وزیروں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر کو بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں۔ جوان کو بُرائی کے ساتھ یاد کرے گا میں ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر دنیا اور آخرت کی سزائیں لازم ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد۷ ص۲۰۱ تذکرہ شعبہ بن حجاج)

(سیرت عمر بن خطاب لابن الجوزی ص۲۳)

(کنز العمال جلد۶ ص۳۶۹۔۳۷۰ بحوالہ خیثمہ۔ ابن مندہ و ابن عساکر وغیرہم)

8.1.1 ۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایت

آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میں نے آپؓ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا! تم نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ نہیں دیکھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اگر تم بتاتے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا اور اگر تم یہ کہتے کہ میں نے ابوبکرؓ وعمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تمہیں دردناک سزا دیتا۔

(کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ ص۲۰، روایت ۹۲۴) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص۸۔ معہ شرح ثلاثیات بخاری)

(کنز العمال بحوالہ العشاری ج۶ ص۳۷۰ تحت فضل الشیخین ابی بکرؓ وعمرؓ)

8.2 ۔ نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کے خط کا اقتباس

یعنی اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تم نے کہا ہے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے خلیفہ صدیق ؓ تھے اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق ؓ تھے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں خلفاء کا مقام بہت عظیم ہے اور ان کو موت کی مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لئے شدید زخم تھا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرمائے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرمائے۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ہیثم البحرانی ص ۴۸۶ جزء ۳۱)

8.3 ۔ جامع قرآن حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں حضرت علیؓ کی رائے

۲۵ھ میں ملک شام کا علاقہ آرمینیا اور عراق کے علاقہ آذر بائیجان میں اہل اسلام کفار کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ مسلمانوں کی فوج میں عرب کے مختلف قبائل جمع تھے۔ ان لوگوں میں اپنے اپنے قبائل کی لغت کے لحاظ سے قرآن مجید میں قرأت کا اختلاف پیدا ہوا۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت حدیفہ بن یمان ؓ نے قبائل میں باہمی قرأت کے اختلاف کو محسوس کیا اور معاملہ کی اہمیت کے پیشِ نظر فوراً مرکز اسلام مدینہ طیبہ پہنچے۔ حضرت حدیفہؓ نے امیر المومنین حضرت عثمان خلیفہ ثالث ؓ کی خدمت میں پہنچ کر اپنی پریشانی کا اظہار ان الفاظ سے کیا!

یا امیر المؤ منین ! اَدُرِک ھٰذ ہِ الامۃ قبل ان یختلفوا

فی الکتاب اختلاف الیھود و النصاریٰ ☆

اے امیر المؤمنین ! اس امت کو بیشتر اسکے کہ وہ کتاب اللہ میں اختلاف کرنے لگیں سنبھال لیجئے۔ ایسا نہ ہو جیسا یہود و نصاریٰ اپنی اپنی آسمانی کتاب میں اختلاف کر چکے ہیں۔ (مشکوۃ شریف ص۱۹۳ ، البدایہ والنہایہ ج۷ ص۲۱۶)

ان حالات کو معلوم کرنے کے بعد حضرت عثمان ؓ نے اکابر صحابہ کے مشورہ سے مندرجہ ذیل صورت اختیار کی۔

خلیفہ اوّل حضرت صدیقِ اکبرؓ کے دور کا جمع شدہ قرآن کا اصل نسخہ جو ام المومنین حضرت حفصہ ؓ کے پاس تھا۔ ان سے عاریتاً منگوا کر اس کے بہت سے نسخے تحریر و مرتب کئے گئے اور اسلامی ممالک کی طرف ایک ایک نسخہ ارسال کیا گیا۔ اور اس کے سوا دیگر لغات میں لکھے ہوئے نسخوں کو تلف کر دیا گیا۔ یہ تمام کام (صحیح نسخوں کا لکھوانا اور اس کے علاوہ کا تلف کرنا) اکابر صحابہ کرام ؓ کے مشورہ سے ہوا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج۷ ص۲۱۶ ، فتح باری شرح بخاری شریف ج۹ ص۱۷ ،
تفسیر اتقان للسیوطی ص۵۹، تاریخ یعقوبی شیعی ج۲ ص۱۷۰)

سیدنا عثمان غنی ؓ کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے پورے عالمِ اسلام کو ایک مصحف اور ایک قرأت پر متفق کر دیا۔ مصحف کے بہت سے نسخے لکھوا کر تیار کروانا اور تمام اسلامی علاقوں کے دار الحکومت میں ایک ایک نسخہ بھیجنا اور ایک

قرأت کو طے کر دینا حضرت عثمان ؓ کا اہم ترین کارنامہ ہے۔ اس کام پر بھی کچھ لوگوں نے اعتراض کیا اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا!

اگر عثمان ؓ کے بجائے مجھے اس صورتِ حال سے سابقہ پڑتا تو میں بھی مصاحف کے سلسلہ میں وہی کرتا جو عثمانؓ نے کیا۔

(البرہان ص۲۳۹)

ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں سوید بن غفلہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا! اے لوگو! عثمانؓ کے بارے میں ناانصافی سے کام نہ لو۔ تم کہتے ہو کہ انہوں نے مصاحف میں ردوبدل کر دیا۔ خدا کی قسم! انہوں نے ایک قرأت پر جمع کر دینے کے بارے میں جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے وہ اصحابِ رسول ﷺ کے علم میں تھا اور ان کو ان کی تائید حاصل تھی۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو انہوں نے کیا۔

عبدِ خیر نے ذکر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے خطبہ دے کر فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں افضل ابو بکرؓ ہیں اور ان کے بعد سب سے افضل عمر بن خطاب ؓ ہیں۔ اگر میں تیسرے شخص کا نام لوں تو لے سکتا ہوں۔ عبد خیر نے کہا کہ میں نے خیال کیا تیسرا شخص کون ہے؟ یہ بات میں نے حضرت حسین بن علیؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میرے دل میں بھی یہ بات گزری تھی۔ پھر میں نے امیر المومنین علیؓ سے خود دریافت کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے کہ جس کو لوگوں نے ذبح کر ڈالا جیسے گائے ذبح کی جاتی ہے۔ (یعنی افضلیت میں تیسرے عثمانؓ ہیں جن کو باغیوں نے وحشت ناک کیفیت سے

شہید کر دیا) رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الصحابہ الاجمعین۔

(کتاب ُالمصاحف ُ لابی بکر عبداللہ بن ابی داوٗد السجستانی ص ۳۵۔۳۶
تحت عنوان ما کتب عثمان من المصاحف)

8.4 ۔ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ میں رشتہ داری

حضرت عثمان ؓ حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی سگی پھوپھی ام حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب کی بیٹی اروٰی بنت کریز کے فرزند ہیں۔ یعنی حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کی پھوپھی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔ حضرت عثمان ؓ کی والدہ اروٰی بنت کریز مشرف باسلام ہوئیں اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ انہوں نے ہجرتِ مدینہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ انہوں نے اپنے بیٹے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں وفات پائی۔

سیدنا حسین بن علی ؓ کی صاحبزادی حضرت سکینہ بنتِ حسین کا نکاح حضرت عثمان ؓ کے پوتے زید بن عمر بن عثمان سے ہوا اور دوسری صاحبزادی حضرت فاطمہ بنتِ حسین کا نکاح حضرت عثمانؓ کے دوسرے پوتے عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے ہوا۔　　(طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۶۶، ۳۴۹)

ان رشتہ داریوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عثمان ؓ کے درمیان کوئی قبائلی تنازع یا نفرتیں نہیں تھیں۔

8.5 ۔خلافتِ عثمانیؓ میں حضرت علیؓ کا تراویح پڑھانا

جس طرح فاروقی دور میں تراویح کی جماعت باقاعدگی سے مسجد میں ہوتی تھی اسی طرح خلافتِ عثمانیؓ میں بھی بعض اوقات خود حضرت علیؓ تراویح کی جماعت کرواتے تھے۔

حضرت حسن ؓ فرماتے ہیں ! حضرت عثمان ؓ کی خلافت کے دوران حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے ہمیں بیس رکاتیں تراویح کی امامت کرائی اور نماز پڑھائی بقایا راتوں میں آپ ؓ نے اپنے آپ ؓ کو روک لیا (تشریف نہیں لائے) اور بعض کہنے لگے کہ حضرت علی ؓ نے اپنے لئے وقت نکال لیا ہے (یعنی اپنی عبادت میں مشغول ہو گئے ہیں)۔ (کتاب قیام اللیل وقیام رمضان والوتر ص ۱۵۵)

8.6۔حضرت عثمانؓ اور رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیاں

ایک باتونی شخص حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ بڑی بے تکی باتیں کر رہا تھا۔ اچانک کہنے لگا: اے امیر المومنینؓ ! عثمان ؓ (نعوذ و باللہ) دوزخی ہیں۔ حضرت علی ؓ نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیسے علم ہوا۔ اس نے کہا کہ انہوں نے بدعات ایجاد کیں ہیں۔ حضرت علیؓ نے اس سے پوچھا کہ اگر تیری کوئی بیٹی ہو تو تو لوگوں سے مشورہ کئے بغیر اس کی شادی کرے گا۔ اس نے کہا کہ نہیں۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کی اپنی صاحبزادیوں کے متعلق جو رائے تھی اس سے بہتر کسی اور کی رائے ہو سکتی ہے۔ اس آدمی نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر آپ ؓ

نے فرمایا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتے تھے تو استخارہ فرماتے تھے یا نہیں۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو پھر کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی صاحبزادیوں کے لئے حضرت عثمانؓ کا انتخاب کیا کہ نہیں۔ وہ آدمی کہنے لگا کہ ہاں۔ اس کو اپنی جہالت کا علم ہو گیا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا! میں نے تجھے مارنے کے لئے اپنی تلوار میان سے نکالی تھی مگر اللہ نے اس کی موت کا وقت کچھ اور لکھا تھا۔ خبردار! اللہ کی قسم! اگر تو کوئی اور بات کرتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔

(منتخب کنز العمال ۵/۱۷، ۱۸)

8.7 ۔ حضرت عثمان غنیؓ کے آخری دور کے فتنے

8.7.1 ۔ فتنوں کے اسباب

اس سلسلہ میں مصر کے ایک نامور مصنف ڈاکٹر علی حسن الخربوطلی لکھتے ہیں!

حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کے جو سیاسی اسباب ہیں ۔ ان میں پہلا سبب یہ ہے کہ عرب ممالک کے بعض لوگ سرے سے اسلامی عربی حکومت کے خلاف تھے۔ یہ حقیقت سب سے زیادہ نمایاں عراق میں تھی۔ اگرچہ اس کی شاخیں مصر اور شام میں بھی پھیلی ہوئی تھیں۔ عراق کے موالی اور حیرہ کے عرب اسلامی عربی حکومت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ایران کی حکومت نے حیرہ کے والی نعمان بن منذر بن ماء السماءٔ کو گرفتار کر کے جیل میں بند کر دیا اور حیرہ کی آزادی ختم کر دی تو اس وقت سے عرب حیرہ ایران کے سخت مخالف اور دشمن ہو گئے۔ چنانچہ جنگِ ذی قار اسی کا نتیجہ تھی۔ جب حضرت عمرؓ کے عہد میں عراق پر حملہ ہوا تو حیرہ کے عربوں نے اس جنگ میں ایران کے برخلاف مسلمانوں کا ساتھ دیا۔ انہیں توقع تھی کہ اس طرح ان کی آزادی انہیں واپس مل جائے گی۔ لیکن جب ان پر جزیہ لگایا گیا اور ذمیوں کا معاملہ ان سے کیا گیا تو انہیں مایوسی ہوئی اور اب وہ عربوں کی اسلامی حکومت کے مخالف ہو گئے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں تو کچھ گڑبڑ کرنے کی ہمت نہیں ہوئی اس لئے خاموش رہے۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف لوگوں کو چہ میگوئیاں کرتے سنا تو اب ان کو بھی شورش اور بغاوت برپا کرنے کی ہمت ہوئی۔ (الدولة العربية الاسلامية ص ۹۸)

عرب حیرہ کے علاوہ موالی نے جو فتنہ پیدا کیا امیر معاویہ ؓ نے اسے اسی وقت بھانپ لیا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ ؓ نے فرمایا! میں دیکھتا ہوں کہ فارس اور روم کے موالی بہت مضبوط ہو گئے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ عربوں اور ان کے اقتدار پر حملہ کریں گے۔ (العقد الفرید ابن عبدربہ ج ۲ ص ۹)

اس کے علاوہ خلافتِ عثمانی میں عام سیاسی جوڑ توڑ کا کیا عالم تھا۔ اس کا اندازہ مصر کے ایک اور مشہور مصنف و مورخ استاذ احمد امین لکھتے ہیں۔

سچ یہ ہے کہ اکثر مورخین نے اس کی تفصیلات نہیں لکھیں۔ اس وقت اسلام میں اور دوسرے مذاہب میں سخت کشمکش تھی۔ نہ صرف مذہبی عقائد میں بلکہ عربی زبان اور دوسری زبانوں فارسی ، قبطی ، یونانی اور عبرانی میں ، عربی آرزوؤں تمناؤں میں اور غیر عرب قوموں کی امنگوں اور امیدوں میں، عربوں کے سیدھے سادے نظامِ زندگی میں اور ایرانی اور رومی اقوام کے طور طریقِ زندگی میں۔ غرض کہ کوئی شعبہ ٔ زندگی ایسا نہیں تھا جس میں عرب اور غیر عرب اقوام اور مِلتوں میں شدید کشمکش نہ پائی جاتی ہو۔ اہلِ فارس اپنی قدیم مملکت کی یاد کو دل میں لگائے بیٹھے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ دنیا کہ سب سے زیادہ مہذب اور متمدن قوم کی نشانی ہیں۔ اسی طرح رومیوں کو اپنے نظام زندگی پر فخر تھا۔ مصر جو دنیا کی ایک عظیم تہذیب کا مرکز رہ چکا تھا وہ بھی آزادی اور خود مختاری کی آرزو میں کسی سے کم نہ تھا۔ اس ہمہ جہتی کشمکش اور باہمی نزاع کے باعث درحقیقت پوری مملکتِ اسلامیہ اس وقت افکار و نظریات اور میلان اور رجحانات کی معرکہ زار بنی ہوئی تھی۔

(فجر الاسلام، دسواں ایڈیشن ص ۹۵)

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں بعض اہم عہدوں پر اپنے رشتہ داروں کو مسلط کر دیا تھا اور انہوں نے احکام اسلامی کے خلاف اقدام کیئے۔ ان وجوہات کی وجہ سے عوام آپ ؓ کے خلاف ہو گئی تھی اور انہوں نے حضرت عثمان ؓ کو شہید کر دیا۔ یہ نظریہ ایک عام تاریخی روایت کے تحت سطحی طور پر تجویز کیا گیا ہے حقیقت واقعہ دوسری چیز ہے جس کو خود حضرت علی ؓ نے واضح کر دیا۔ حضرت علی ؓ کے دورِ خلافت میں لوگوں نے آپ ؓ سے سوال کیا کہ قتلِ عثمان ؓ پر لوگوں کو کس چیز نے اکسایا تو اس کے جواب میں سیدنا علی مرتضیٰ ؓ نے فرمایا کہ حسد اور عناد کی بنا پر لوگوں نے یہ فعل کیا۔ (کتاب السنۃ امام احمد ص ۱۹۷)

8.7.2 ۔ بنو ہاشم کی مخالفت

اس صورتِ حال کا زیادہ افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ یہ کشمکش اور تصادم صرف عرب اور غیر عرب میں نہیں تھا بلکہ اسلام نے جس قبائلی عصبیت کو ختم کر دیا تھا وہ پھر سے ابھر آئی تھی۔ بنو ہاشم اور بعض ان کے ساتھی قبیلے بنو امیہ میں خلافت کو پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے حضرت عثمان ؓ کے مخالف تھے۔ بنو ہاشم شروع ہی سے خلافت کو اپنا واجبی حق سمجھتے تھے اور اس کے حصول کی کوشش بھی کرتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے دن حضرت علی ؓ مکان سے نکلے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اب رسول اللہ ﷺ کا مزاج کیسا ہے۔ چونکہ حالت سنبھل گئی تھی اس لئے حضرت علی ؓ نے اطمینان کا اظہار کیا۔ اس پر حضرت

عباس ؓ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا! خدا کی قسم! تم تین دن کے بعد غلامی کرو گے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اس مرض میں وفات پا جائیں گے۔ کیونکہ مجھ کو اس کا تجربہ ہے کہ خاندان عبد المطلب کا چہرہ موت کے قریب کس طرح متغیر ہو جاتا ہے۔ آؤ چلیں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ لیں کہ آپ ﷺ کے بعد یہ منصبِ خلافت کس کو حاصل ہوگا۔ اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو رسول اللہ ﷺ ہمارے لئے وصیت فرما دیں۔ حضرت علی ؓ نے جواب دیا کہ میں نہیں پوچھوں گا کیونکہ پوچھنے پر اگر آپ ﷺ نے انکار کر دیا تو آئندہ کوئی امید باقی نہیں رہے گی۔
(صحیح بخاری باب مرض النبی ﷺ)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ نے فرمایا! میں ہر گز نہیں پوچھوں گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر ؓ سے نماز کی امامت کرا رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ ان ہی کو خلیفہ بنائیں گے اور درحقیقت وہ ہیں بھی اس کے مستحق۔ (صدیق اکبر)

حضرت علی ؓ نے جو کچھ فرمایا بنی ہاشم نے اس پر قناعت نہیں کی بلکہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے فوراً بعد حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے مکان میں مشورے کے لئے جمع ہوئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر ؓ کی روایت کے مطابق کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اٹھا لیا تو انصار نے ہم مہاجرین کی مخالفت کی اور وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ ان کے علاوہ علی ؓ، زبیر ؓ اور جوان کے ساتھی تھے (یعنی بنی ہاشم) وہ بھی ہمارے مخالف تھے۔ مہاجرین ابو بکر ؓ کے پاس جمع ہوئے۔ (صحیح بخاری کتاب الحدود باب رجم الحبلیٰ)

بقول شبلی نعمانی: یہ تقریر حضرت عمرؓ نے ایک بہت بڑے مجمع میں کی تھی جس میں سینکڑوں صحابی موجود تھے۔ اس لئے اس بات کا گمان نہیں ہوسکتا کہ انہوں نے کوئی خلافِ امر بات کی ہو ورنہ لوگ ان کو وہیں ٹوک دیتے۔ حافظ ابن حجر نے امام مالک اور معمر سے ایک روایت نقل کی ہے اس میں صراحت کے ساتھ ذکر ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اوران کے ساتھیوں کا یہ اجتماع حضرت فاطمہ بنتِ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ہوا تھا۔

(فتح الباری جلد۱۵ ص۱۶۳)

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت سے ہی بنی ہاشم اس خیال وفکر میں تھے کہ خلافت ان کو ملنی چاہئے۔ لیکن شیخین کے عہد میں اس بنیاد پر انہوں نے محاذ آرائی نہیں کی۔ خلافتِ صدیقی کا زمانہ اسلام کی بنیادیں مضبوط کرنے اور شدید مخالفتوں کا قلع قمع کرنے میں بسر ہوا۔ اور خلافتِ فاروقی کا عہد توسیعِ مملکت اور پے در پے فتوحات کا عہد تھا۔ اس کے علاوہ شیخین کا طرزِ حکومت ایسا تھا کہ بڑے بڑے مخالف کو بھی ان کی اعلانیہ مخالفت کرنے کی جرأت نہیں ہوسکتی تھی۔ حضرت عثمانؓ طبیعت کے نرم تھے اور انہوں نے بنوامیہ پر جو لطف و کرم کیا اس کی وجہ سے اور چند وجوہات سے مملکت میں ان کے خلاف چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں تھیں۔ اب بنو ہاشم کا دیرینہ خیال از سرنو بیدار ہوگیا اور وہ اعلانیہ اس کا چرچا کرنے لگے۔

8.8 ۔ حضرت علیؓ کا رویہ

حضرت علی ؓ بنو ہاشم کے سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز شخصیت تھے۔ بنو ہاشم جو کچھ کہتے یا کرتے حضرت علیؓ کی خلافت کے عنوان سے ہی کہتے اور کرتے تھے۔ لیکن جہاں تک خود حضرت علیؓ کی ذات کا تعلق ہے ان کا ذہن اس معاملہ میں بالکل صاف تھا۔ چنانچہ حضرت عباس ؓ کو انہوں نے وہ جواب دیا جو پیچھے گزر چکا ہے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ بنے تو حضرت علیؓ نے بلا تاخیر بیعتِ عامہ کے وقت بیعت کی۔ اس پر ابوسفیان نے ان کو طعنہ دیا تو انہوں نے نہایت سخت جواب دے کر ان کو چپ کرا دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد میں حضرت علی ؓ کا جو مصالحانہ اور بے لوث تعاون تھا وہ تاریخ کی روشن حقیقت ہے۔ خلیفۂ دُوم کی شہادت کے بعد جب حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ؓ نے بحیثیت حکم خلافت کے لئے حضرت عثمان ؓ کو منتخب کیا تو حضرت علیؓ نے ان کے اس فیصلہ کو خوش دلی اور وسعتِ قلبی کے ساتھ قبول کیا اور فوراً حضرت عثمان ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اشارے کنائے سے بھی کبھی اس بات کا اظہار نہیں کیا کہ ان کے ساتھ حق تلفی ہوئی ہے۔ ورنہ اس وقت شیرِ خدا کا ذرا سا بھی اشارہ ملتا تو ہزاروں تلواریں نیام سے باہر آ سکتی تھیں۔ حق یہ ہے کہ ولایت و معرفت اور قربِ الٰہی کے جس مقام پر حضرت علیؓ فائز تھے اس کا تقاضہ یہی تھا۔

کسی بھی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے کسی بڑی شخصیت کا سہارا لیا جاتا ہے۔ خلافتِ عثمانی میں بنو ہاشم کی یہ تحریک شروع ہوئی تو اس کا ہیرو حضرت علیؓ ہی

کو قرار دیا۔ اس مرتبہ بنو ہاشم میدان میں نہ تھے بلکہ عرب اور غیر عرب کی ایک کثیر تعداد ان کی ہم نوا تھی۔

ڈاکٹر علی حسن خربوطلی لکھتے ہیں!

حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کے سیاسی اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ عرب ہوں یا موالی، ان سب کی بڑی تعداد بنوامیہ کو پسند نہیں کرتی تھی۔ حضرت عثمانؓ کا تعلق بھی ان ہی سے تھا۔ وہ ان کے مقابلہ میں بنو ہاشم کو زیادہ پسند کرتے تھے جس کے نمائندہ حضرت علیؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زیر سایہ بنوامیہ جس طرح اقتدار اور دولت پر قابض ہوتے جا رہے تھے اس سے بنو ہاشم کو بڑی تقویت ملی۔ (الدولة العربية الاسلامية ص ۱۰۵)

پروفیسر آرنلڈ نے لکھا ہے!

یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں کہ حضرت علیؓ کی طرف فارس کے لوگوں کا عام رجحان اور میلان کا سبب یہ بھی تھا کہ امام حسینؓ کا نکاح ایران کے آخری شہنشاہ یزدگرد کی بیٹی شہر بانو سے ہوا تھا۔ اس رشتہ کے بعد اہلِ فارس کو توقع تھی کہ اگر خلافت حضرت علیؓ کی طرف منتقل ہوگئی تو ان کو اس سے بہت فائدے پہنچیں گے۔ اور نفسیاتی طور پر ان کو یہ اطمینان بھی رہے گا کہ فارس پر ساسانی خاندان کا قبضہ نہ سہی اس کے سمدھیانے کا تو ہے۔

(دی پریچنگ آف اسلام ، عربی ترجمہ ڈاکٹر حسن ابراہیم ص ۱۸۱)

اس سلسلہ میں مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنے کتاب" المرتضیٰ " میں حافظ ابن اکثیرؒ کی کتاب " البدایہ والنہایہ " کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

مصر میں ایک ایسا گروہ تھا جس کو حضرت عثمانؓ سے بغض تھا۔ وہ ان کے خلاف طرح طرح کے پروپگنڈے پھیلاتا رہتا تھا ان پر نکتہ چینی کرتا تھا اور نا زیبا زبان استعمال کرتا تھا۔ ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حضرت عثمانؓ نے بڑے بڑے صحابہ کرامؓ کو معزول کر کے ان کی جگہ نا تجربہ کار اور نا اہل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے دے دئے ہیں۔ ان کو عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح سے سخت نفرت تھی۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح بھی مصر کے اندرونی معاملات کی طرف سے بے پرواہ ہو کر مراکش، بربر کے علاقوں، اندلس اور افریقہ کو فتح کرنے میں مصروف ہو گئے۔ دوسری طرف وہاں کے لوگ ان کے خلاف ہوتے جا رہے تھے۔ ان میں صحابہ کرام کی اولادیں بھی شامل تھیں۔ ان میں محمد بن ابوبکرؓ اور محمد بن ابو حدیفہؓ قیادت کر رہے تھے۔ ان دونوں نے تقریباً چھ سو افراد تیار کر لئے کہ رجب کے مہینہ میں عمرے کی غرض سے جائیں گے اور مدینہ میں حضرت عثمانؓ کے خلاف احتجاج کریں گے۔ عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان کے ان ارادوں کی اطلاع حضرت عثمان کو پہنچا دی کہ بظاہر یہ لوگ عمرہ کرنے جا رہے ہیں لیکن ان کا اصل مقصد حضرت عثمانؓ کے خلاف محاذ بنانا ہے۔

چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ وہ مدینہ سے باہر جا کر ان لوگوں سے ملیں اور ان کو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان کے ملک (مصر) واپس لوٹا دیں۔ ایک دوسری روایت

میں ہے کہ اس کام کے لئے حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو آمادہ کیا تو حضرت علیؓ بطور خود اس مہم کے لئے جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ حضرت عثمان نے ان کو اس لئے مقرر کیا کہ ان کے ساتھ معززین کی ایک جماعت جانے کے لئے تیار ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے جُحفہ کے مقام پر ان لوگوں سے ملاقات کی۔ یہ لوگ حضرت علیؓ کا بہت احترام کرتے تھے اور ان کے معاملہ میں کچھ زیادہ ہی عقیدت سے کام لیتے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کو سمجھایا اور ان کی شکایات سے مطمئن کیا اور ان کو واپس جانے پر راضی کر لیا۔ وہ لوگ آپس میں اپنے اوپر ملامت کرنے لگے کہ جن کی خاطر (ان کا اشارہ حضرت علیؓ کی طرف تھا) ہم خلیفہ سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں اور وہ ان کے لئے دلائل پیش کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کو حضرت عثمانؓ سے کیا شکایت ہے۔ ان لوگوں نے اپنے تمام اعتراضات بیان کئے۔ حضرت علیؓ نے ان تمام کا جواب دیا۔ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے ان باتوں کی تاویل پیش کی اور ان کے اسباب و وجوہات بتلائے۔ یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس واپس آئے اور ان کو بتلایا کہ وہ لوگ واپس چلے گئے ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو حالات کے حساسیت اور مصلحت کے تقاضوں کے مطابق مشورے دئے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے دئے ہوئے مشوروں کو سنا اور ان کا خیر مقدم کرتے ہوئے ان پر جس حد تک عمل کر سکتے تھے عمل کیا۔

دوسری طرف اہلِ مصر، اہلِ کوفہ، اور اہلِ بصرہ نے آپس میں خط و کتابت شروع کر دی۔ اور مدینہ منورہ میں جو صحابہ کرامؓ تھے ان کی طرف سے جعلی خطوط بھیجے

گئے۔ بہت سے محققین نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان ؓ کے خلاف شورش پیدا کرنے اور جعلی خطوط بنانے میں عبداللہ بن سبا الصنعانی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ شخص پہلے یہودی تھا پھر بظاہر اسلام لے آیا اور خلیفۂ وقت اور اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

ڈاکٹر جمیل عبداللہ مصری لکھتے ہیں! جس وقت بصرہ اور کوفہ میں سخت ترین فتنے برپا تھے۔ عبداللہ بن سبا مصر میں بیٹھا خلیفہ اور رعایا کے درمیان اختلاف پیدا کرنے اور ان کے خلاف ابھارنے کی سازشیں کر رہا تھا۔ انتہائی بے بنیاد اور باطل نظریات کو اسلامی فکر میں داخل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سبائیت بڑے بڑے شہروں کو اپنے پروپگنڈوں کا مرکز بنانے میں کامیاب ہوگئی تھی کیونکہ یہ شہر فوجی اور مالیاتی اعتبار سے اہمیت کے حامل تھے۔

(اثر اهل الکتاب فی الفتن و الحروب الأهلیه
فی لاقرن الاول الهجری ، ص ۲۵۸)

شوال کا مہینہ شروع ہوتے ہی ان مخالفین کا گروہ مصر سے حاجیوں کی شکل میں حجاز کی طرف چلا۔ انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر بہت ہنگامہ کیا اور مدینہ منورہ کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔ صحابہ کرامؓ ان کے پاس گئے اور ان کو سمجھانے کی کوشش کی تو وہ ان سے بھی لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ ان کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ تم لوگ تو واپس چلے گئے تھے پھر کیوں تم لوگوں نے اپنی رائے بدلی اور واپس آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ ایک ایلچی کے پاس سے ہمیں ایک خط

برآمد ہوا ہے جس میں ہمیں قتل کئے جانے کی ہدایت دی گئیں ہیں۔ اہلِ بصرہ اور اہلِ کوفہ نے بھی یہی کہا۔ دوسرے شہر کے باشندوں نے بھی کہا کہ ہم اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ صحابہؓ نے ان سے کہا کہ تم کو یہ باتیں اپنے ساتھیوں سے کیسے معلوم ہوئیں۔ تم لوگ تو ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تھے اور تم لوگوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ یقیناً یہ سب تمہاری متفقہ سازش اور اجتمائی منصوبہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہم مصر واپس جارہے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک سرکاری قاصد ملا جو مصر جارہا تھا اس کو لوگوں نے پکڑ لیا اور اس کی تلاشی لی۔ اس کے پاس ایک چمڑے کا تھیلا تھا جس میں ایک خط ملا جس میں حضرت عثمانؓ کی طرف سے یہ حکم تھا کہ ان سب لوگوں کو قتل کر دیا جائے کچھ کو سولی چڑھایا جائے اور کچھ کے ہاتھ پاؤں کاٹ دئے جائیں۔ اور اس خط پر حضرت عثمانؓ کی مہر کا نشان تھا۔ قاصد بھی حضرت عثمانؓ کے غلاموں میں سے تھا۔ اس کا اونٹ جس پر وہ سوار تھا وہ بھی حضرت عثمانؓ کا تھا۔ جب یہ لوگ واپس آئے تو اس خط کو ساتھ لائے اور لوگوں میں اس کا گشت کرایا۔ لوگوں نے امیر المومنینؓ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا!

" یہ ہمارے خلاف ایک ثبوت بنایا گیا ہے۔ بخدا نہ میں نے یہ لکھا اور نہ لکھوایا اور نہ مجھے اس سلسلہ میں کچھ معلوم ہے اور مہر بھی کبھی جعلی بنالی جاتی ہے۔ کچھ لوگوں نے ان کی بات کو سچ مانا اور کچھ لوگوں نے ان کی بات کو سچ ماننے سے انکار کر دیا۔ "

ابن کثیرؒ اس بارے میں لکھتے ہیں!

یہ خط حضرت عثمانؓ پر جھوٹا الزام ہے۔ انہوں نے نہ اس کا حکم دیا اور نہ ان کو معلوم تھا۔ ابن جریر نے اپنی سند سے تاریخ میں لکھا ہے کہ مصریوں نے یہ خط ایک ایلچی سے برآمد کیا جو مصر کے گورنر کے نام تھا۔ اس میں کچھ لوگوں کو قتل کرنے کچھ کو سولی دئے جانے اور کچھ لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹے جانے کا حکم تھا۔ یہ خط مروان بن حکم نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے لکھا تھا۔

8.9 ۔ باغی شر پسندوں کے قافلوں کی روانگی

تاریخ اسلام میں مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:

مصر سے ایک ہزار آدمیوں کا قافلہ یہ کہہ کر کہ ہم حج کو جا رہے ہیں روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں عبدالرحمٰن بن عدیس، کنانہ بن بشر یمنی، سودان بن عمران وغیرہ شامل تھے۔ اس قافلہ کا سردار غافعی بن حرب مکی تھا۔ یہ طے پایا کہ یہ قافلہ اکٹھے روانہ نہ ہو بلکہ چار ٹکڑوں میں آگے پیچھے نکلیں اور آگے راستے میں جا کر سب مل جائیں چنانچہ ایسا ہی کیا۔ ایک ہزار کا قافلہ کوفہ سے مالک اشتر کی سرداری میں اسی طرح سے چار ٹکڑوں میں روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں زید بن صفوان عبدی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن اماسم عامری شامل تھے۔ اسی طرح سے ایک ہزار کا قافلہ حرقوس بن زہیر سعدی کی سرداری میں بصرہ سے روانہ ہوا۔ جس میں حکیم بن جبلہ عبدی، بشر بن شریح قیسی شامل تھے۔ یہ تمام قافلے ماہ شوال ۳۵ھ میں اپنے

اپنے شہروں سے روانہ ہوئے۔ ان سب نے یہ مشہور کیا ہوا تھا کہ یہ حج کے ارادے سے جا رہے ہیں۔ ان سب نے پہلے ہی سے یہ تجویز طے کر لی تھی کہ اس مرتبہ امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کو ضرور معزول یا قتل کریں گے۔ اپنے اپنے مقامات سے ٹکڑیوں کی شکل میں روانہ ہو کہ ایک مقام پر تمام قافلے مل گئے اور اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ کی طرف چل دئے۔ جب مدینہ منورہ تین منزل کے فاصلہ پر رہ گیا تو وہ لوگ جو حضرت طلحہؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے آگے بڑھ کر کر ذوخشب میں ٹھہر گئے۔ جو لوگ حضرت زبیر بن عوامؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے وہ مقام اعوص میں قیام پزیر ہو گئے۔ جو لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے وہ دوالمروہ میں مقیم ہو گئے۔ حضرت طلحہؓ کے حامیوں میں زیادہ تعداد بصرہ کے لوگوں کی تھی۔ حضرت زبیرؓ کے طرفداروں کی زیادہ تعداد کوفہ کے لوگوں کی تھی۔ جو لوگ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے ان میں زیادہ تر لوگ مصر سے تعلق رکھتے تھے۔

زیاد بن منظر اور عبداللہ الاصم نے ان تمام بلوائیوں سے کہا تم لوگ یہیں ٹھہرو اور جلدی نہ کرو، ہم پہلے مدینہ میں داخل ہو کر اہلِ مدینہ کے حالات معلوم کر کے آئیں کیونکہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مدینہ والوں نے بھی جنگ کی تیاریاں کی ہیں۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر ہم سے کچھ بھی نہیں ہو سکے گا۔ تمام بلوائی یہ سن کر خاموش ہو گئے اور یہ دونوں مدینہ میں داخل ہو گئے۔ مدینہ پہنچ کر یہ لوگ حضرت علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، اور امہات المومنینؓ سے ملے اور ان سے اپنے آنے کا مقصد بتایا۔ ان سب لوگوں نے ان کو ملامت کی اور واپس جانے کا حکم دیا۔

اس جگہ یہ بات خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے کہ عبداللہ بن سبا کے آدمی جو

مدینہ منورہ میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، اورامہات المومنینؓ کے نام سے بہت سے خطوط لکھ لکھ کر کوفہ، بصرہ، اور مصر میں ان لوگوں کے نام روانہ کئے جو ان سے عقیدت رکھتے تھے اور عبداللہ بن سبا کے دام میں پوری طرح نہیں پھنسے تھے۔ ان خطوط میں لکھا گیا تھا کہ حضرت عثمانؓ اب اس قابل نہیں رہے کہ ان کو تختِ خلافت پر موجود رہنے دیا جائے۔ مناسب یہی ہے اور امت مسلمہ کی فلاح اسی میں ہے کہ آنے والے مہینہ ذوالحجہ میں اس ضروری کام کو سرانجام دیا جائے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ تینوں قافلے مدینہ منورہ میں ہر قسم کے فساد اور کشت وخون کرنے کے ارادے سے چلے تھے۔ تین ہزار آدمیوں کا کیا حوصلہ تھا اور مجال تھی کہ اس شہر نبی ﷺ پر تصرف کرتے اور زبردستی اپنے ارادے پورے کرنے کا عزم کرتے۔ جس مدینہ پر جنگِ احزاب میں کثیر تعداد رکھتے ہوئے بھی کفار داخل نہیں ہو پائے تھے۔ ان بلوائیوں کے خیال میں یہی تھا کہ مدینہ کے اکابر سب ہماری حمایت پر آمادہ ہیں اور ہم جو کچھ بھی کریں گے گویا ان ہی کی منشا پوری کریں گے۔ مدینہ میں جب ہر بزرگ نے ان کی آمد کو نامناسب قرار دیا اور انہوں نے مدینہ میں کسی قسم کی جنگی تیاریاں بھی نہیں دیکھی تھیں تو انہوں نے ان بزرگوں کی مخالفتِ رائے کو مصلحت اندیشی سمجھا اور واپس جا کر تمام بلوائیوں کے نمائندوں اور سرداروں کو جمع کیا اور مدینہ والوں کی طرف سے اطمینان دلا کر یہ تجویز پیش کی کہ سرداران مصر جن میں زیادہ تر حضرت علیؓ کے حامی ہیں حضرت علیؓ کے پاس، بصرہ والے حضرت طلحہؓ کے پاس اور کوفہ والے حضرت زبیرؓ کے پاس جائیں۔

چنانچہ یہ لوگ مدینہ میں داخل ہو کر تینوں حضرات سے الگ الگ ملے اور کہا کہ ہم حضرت عثمان ؓ کی خلافت کو کسی طرح پسند نہیں کرتے۔ آپ ہم سے خلافت کی بیعت لے لیں۔ ہر ایک بزرگ سے بیعت لینے کی فرمائش کی گئی اور ہر ایک نے ان کو سختی سے منع کر دیا۔ جب انکار دیکھا تو مصر والوں نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعدؓ چونکہ ظالم ہے، ہم اس کو معزول کرائے بغیر مدینہ سے باہر ہرگز نہیں جائیں گے۔ بلوائیوں کے سرداروں کے اصرار و جرأت دیکھ کر اور مناسب وقت سمجھ کر حضرت علیؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام نے حضرت عثمان ؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ دیا ان بلوائیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہاں سے ٹال دو اور ان کی ضد پوری کر دو۔ یعنی عبداللہ بن سعدؓ کو مصر کی امارت سے معزول کر دو۔ حضرت عثمان ؓ نے دریافت کیا کہ پھر کس کو مصر کا عامل بنایا جائے۔ حضرت علی ؓ نے محمد بن ابی بکر ؓ کا نام لیا۔ محمد بن ابی بکر ؓ پہلے ہی عبداللہ بن سبا کے فریب میں آئے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان ؓ نے محمد بن ابی بکر ؓ کو مصر کی امارت کا فرمان لکھ کر دے دیا۔ حضرت علی ؓ نے بلوائیوں کو واپس رخصت کر دیا کہ جاؤ تمہاری ضد پوری ہو گئی۔

تیسرے یا چوتھے روز کیا دیکھتے ہیں کہ باغیوں کی ساری کی ساری جماعت نعرے بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہو گئی اور حضرت عثمان ؓ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت علی ؓ نے ان سے کہا کہ جب تم لوگ یہاں سے چلے گئے تھے تو پھر واپس کیوں آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ خلیفہ نے اپنے غلام کے ہاتھ عبداللہ بن سعد کے پاس ایک خط روانہ کیا تھا کہ ہم جب وہاں پہنچیں تو وہ ہمیں قتل کر دے۔ ہم نے وہ خط پکڑ لیا

ہے اور اس کو لے کر آئے ہیں۔ ان بلوائیوں کے ساتھ کوفہ کے اور بصرہ کے قافلے بھی مدینہ طیبہ میں داخل ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ یہ تم لوگوں کی سازش ہے اور تمہاری نیت ٹھیک نہیں ہے۔ یہ سن کر وہ حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ اس کے بعد مقام احجار الزیت میں تشریف لے گئے اور بلوائیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ اب تک مدینہ میں موجود بلوائی لوگ حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اب انہوں نے آپؓ کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور دوسروں کو بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے تھے۔

8.10 ۔ حضرت علیؓ کی حضرت عثمانؓ سے گفتگو

جب بہت سے لوگ حضرت علیؓ کے پاس شکایات لے کر آئے تو وہ حضرت عثمانؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا!

لوگ میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے تمہارے متعلق گفتگو کی ہے، خدا کی قسم! مجھے سمجھ نہیں آ رہا میں تم سے کیا بات کروں؟ جو بات میں جانتا ہوں وہ تمہیں بھی معلوم ہے اور جس بات کو میں بتانا چاہتا ہوں اسے تم بخوبی جانتے ہو۔ ہمیں آپؓ سے پہلے کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہے جس سے ہم تم کو ناواقف سمجھیں اور نہ ہی کوئی خاص چیز ہمیں معلوم ہوئی ہے۔ نیز آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی ہے اور آپؓ کو ان کی صحبت نصیب ہوئی ہے اور آپؓ نے ان کی حدیثوں کو سنا ہے اور آپؓ کو ان کے داماد بننے کی سعادت حاصل ہوئی

ہے۔ ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ) حق پر عمل کرنے میں آپؓ سے افضل نہ تھے اور نہ ابن خطاب (حضرت عمر فاروقؓ) نیکی کرنے میں آپ سے بہتر تھے۔ اور از روئے قرابت ورشتہ داری حضور اکرم ﷺ سے زیادہ قریب ہیں۔ آپؓ کو دامادی کا جو رشتہ حاصل ہوا ہے وہ ان دونوں کو حاصل نہیں اس وجہ سے ان دونوں کو آپؓ پر سبقت حاصل نہیں ہے۔ اس لئے خدا کے واسطے آپؓ اپنے معاملات پر غور وفکر کریں۔ خدا کی قسم ! آپؓ بے بصیرت نہیں اور آپؓ کم سمجھ اور نادان بھی نہیں ہیں۔ راستہ بالکل کھلا اور صاف ہے اور دین و مذہب کی نشانیاں اور شعائر قائم ہیں۔

اے عثمانؓ! آپؓ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کے بندوں میں عدل و انصاف کرنے والا وہ حاکم افضل ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اور دوسروں کی راہ نمائی بھی کرتا ہو۔ وہ سنتِ نبوی ﷺ کو قائم کرتا ہو اور متروکِ عمل بدعتوں کا خاتمہ کرتا ہو۔ خدا کی قسم! یہ دونوں چیزیں بالکل واضح ہیں اور بدعات کے نشانات بھی واضح ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ظالم حکمران ہے جو خود بھی گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے اور سنتِ نبوی ﷺ کا خاتمہ کرے اور متروکِ عمل بدعات کو زندہ کرے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ ارشاد فرماتے تھے کہ قیامت کے دن ظالم حکمران کو ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ نہ تو اس کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ ہی کوئی معذرت پیش کرنے والا ہوگا اور اسے جہنم میں ڈالا جائے گا اور جہنم میں اس طرح گھومے گا کہ جس طرح چکی گردش کرتی ہے اسی طرح وہ دوزخ کے بھنور میں تھپیڑے کھاتا رہے گا۔ میں آپؓ کو

اللہ اور اس کے انتقام کا خوف دلاتا ہوں کیونکہ اللہ کا عذاب نہایت شدید اور دردناک ہوتا ہے اور اس بات سے بھی ڈراتا ہوں کہ کہیں اس امت کے ایسے شہید حاکم نہ بن جاؤ کہ جس کی شہادت کے بعد سے قیامت تک قتل و غارتگری کا دروازہ کھل جائے۔ اور پھر واقعات اور حوادث اس طرح مشتبہ ہو جائیں کہ مسلمان گروہ بندیوں میں بٹ جائیں اور باطل کے غلبہ کی وجہ سے حق کو نہ دیکھ سکیں اور ان باتوں میں بری طرح ملوث ہو جائیں گے کہ ان کو ان سے الگ کرنا مشکل ہو جائے گا۔

(تاریخ طبری)

8.10.1 ۔ حضرت عثمانؓ کا حضرت علیؓ کو جواب

حضرت عثمانؓ نے فرمایا! خدا کی قسم! مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ لوگ بھی یہی کہیں گے اور یہی کہتے ہوں گے جو آپؓ نے کہا، لیکن اگر آپؓ میرے مقام پر ہوتے تو میں آپؓ کو ملامت نہ کرتا اور نہ ہی آپؓ کو اکیلا چھوڑتا۔ اور نہ آپؓ پر اعتراض کرتا اور نہ ہی آپؓ کو بُرا بھلا کہتا کہ تم نے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا کسی کی حاجت روائی کی یا کسی بے کس کو پناہ دی یا تم نے اس شخص کو حاکم بنایا جو اس شخص کے ہم پلہ ہے اور ان کے مشابہ ہے جسے حضرت عمرؓ حاکم بنایا کرتے تھے۔ (تاریخ طبری)

8.10.2 ۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ میں سوال و جواب

اے علی! میں آپؓ کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپؓ کو اس بات کا علم ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ حاکم نہیں تھے۔ وہ بولے ہاں، پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ کیا آپؓ کو معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں حاکم مقرر کیا۔ وہ بولے ہاں۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ پھر تم مجھ پر کیوں ملامت کرتے ہو کہ میں نے عبداللہ بن عامر کو رشتہ داری کی وجہ سے حاکم مقرر کیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں آپؓ کو اس بات سے آگاہ کرتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ جس کسی کو حاکم مقرر کرتے تھے وہ اس کو اچھی طرح یہ بتلا دیتے تھے کہ اگر انہیں اس کے برخلاف کسی سے کوئی شکایت ملی تو وہ اس کو سزا دیں گے۔ اور پھر وہ اس معاملہ میں انتہائی حد تک پہنچ جاتے تھے مگر آپؓ اس معاملہ میں نہایت کمزور ہیں اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ وہ تمہارے بھی رشتہ دار ہیں۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ وہ میرے بھی رشتہ دار ہیں مگر فضیلت دوسروں کو حاصل ہے۔

حضرت عثمانؓ نے فرمایا! کیا تم اس بات سے آگاہ نہیں ہو کہ حضرت عمرؓ نے معاویہؓ کو اپنے پورے دورِ خلافت میں حاکم بنائے رکھا اور میں نے بھی حاکم بنا دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپؓ سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپؓ کو معلوم نہیں کہ معاویہؓ حضرت عمرؓ سے کتنا ڈرتے تھے یہاں تک کہ ان کا غلام یرفاء بھی اس قدر خوف زدہ نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ ہاں مجھے معلوم ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اب معاویہؓ کی حالت یہ ہے کہ آپؓ کی اجازت کے بغیر تمام امورِ سلطنت انجام دیتے ہیں اور اس بات کا علم آپؓ کو بھی ہے اور وہ مسلمانوں سے یہی کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین عثمانؓ کا حکم ہے۔ آپؓ کو اس بات کی خبر ملتی ہے اور آپؓ معاویہؓ کو کوئی تنبیہ نہیں کرتے۔ (تاریخ طبری)

اس کے بعد حضرت علیؓ ان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ باہر نکلے اور منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے خطاب فرمایا!

8.10.3 ۔ حضرت عثمانؓ کا خطاب

ہر چیز کے لئے ایک مصیبت ہوتی ہے اور ہر کام میں کوئی نہ کوئی دشواری پیش آتی ہے۔ چنانچہ اس امت کے لئے اس وقت مصیبت کی چیز وہ طعن و تشنیع کرنے والے لوگ ہیں جو دیکھنے میں بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں مگر ان کے دلوں میں بغض ہیں جو تمہیں بہت ناگوار معلوم ہوں گے۔ وہ تمہاری تکلیف پر بہت خوش ہوں گے۔ وہ ہر اس شخص کے پیچھے لگ جائیں گے جو زور زور سے چیخے اور چلائے گا۔ وہ جوہڑوں کا پانی پئیں گے اور شرارت کے لئے ہر گندے مقام پر پہنچیں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ہر کام میں ناکام ہو چکے ہیں اور تمام ذرائع معاش ان کے لئے بند ہو گئے ہیں۔ دیکھو خدا کی قسم! ان لوگوں نے ایسی باتوں پر نکتہ چینی کی ہے جن کی وہ خود حضرت عمرؓ کے زمانے میں تائید کر چکے تھے۔ حالانکہ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے پاؤں پر روندا تھا اور اپنے ہاتھوں سے مارا تھا اور اپنی زبان سے ان کی خبر لی تھی۔

مگر مجبوری میں یہ لوگ ان کے مطیع و فرمابردار رہے۔ اس کے برخلاف میں نے ان کے ساتھ ہمیشہ نرم رویہ رکھا اور ان کے سامنے اپنے سر کو تسلیم خم رکھا اور اپنے ہاتھ اور زبان کو روکا مگر یہ لوگ دلیر ہوتے گئے۔ خدا کی قسم! میرے حامیوں کی بہت بڑی تعداد موجود ہے۔ جو عزت والے ہیں اور ہر وقت میری مدد کے لئے مستعد ہیں۔ میں نے ان شریر لوگوں کے مدمقابل لوگ تیار کر رکھے ہیں۔ ان شریر عناصر نے مجھے مجبور کیا کہ میں اپنے اخلاق و عادات کو تبدیل کروں اور اپنے لب و لہجہ کو تبدیل کروں۔ لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا اس لئے یہ اپنی زبانوں کو روکیں اور اپنے حکام پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی بند کریں کیونکہ میں نے ان ساتھیوں کو روک رکھا ہے۔ ورنہ وہ میرے حکم کے بغیر تم سے ایسا سلوک کریں گے جو تم کو سیدھا اور مطمئن کر دے گا۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ ان امراء کی کوئی حق تلفی نہیں ہوگی۔ میں نے لوگوں کے حق ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ یہاں تک کہ میں نے اپنا مال بخشش اور سخاوت میں صرف کر دیا۔ کیونکہ اگر میں نے مال کو لوگوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا تو میرا کیا فائدہ؟

اس موقع پر مروان بن حکم کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اگر آپؓ چاہیں تو ہم اپنے اور ان کے درمیان تلوار کے ذریعہ فیصلہ کروا سکتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ تم خاموش ہو جاؤ تم مجھے اپنے ساتھیوں کے ساتھ چھوڑ دو۔ تم یہ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نہ بولا کرو۔ اس پر مروان خاموش ہو گئے اور حضرت عثمانؓ منبر سے اتر کر چلے گئے۔ (تاریخ طبری)

8.11۔امیر المومنین حضرت عثمان غنیؓ کا محاصرہ اور شہادت

میمون بن حران سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کا محاصرہ کرلیا گیا تو انہوں نے ایک آدمی کو بھیجا اور کہا کہ دریافت کرو اور دیکھو کہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ان میں سے بعض کو کہتے سنا کہ عثمانؓ کا خون حلال ہو گیا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے جب یہ سنا تو کہا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنے ایمان کے بعد کفر کرے، یا شادی شدہ شخص زنا کرے، یا کسی کا ناحق قتل کرے اور اس کے بدلے قتل کیا جائے۔ راوی نے کہا کہ میں خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے یہ کہا یا اس کا خون حلال ہے جو زمین میں فساد کی سعی کرے۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ ان کے سامنے آئے اور کہا کہ تم لوگ مجھے کس بات پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کسی شخص کا قتل حلال نہیں سوائے تین میں سے ایک کہ جو شخص اپنے اسلام لانے کے بعد کفر کرے تو وہ قتل کیا جائے گا، اور جو شخص شادی کے بعد زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جائے گا اور جو شخص کسی آدمی کو ناحق عمداً قتل کرے تو وہ قتل کیا جائے گا۔

(طبقات ابن سعد)

8.11.1 ۔ باغی

ابی جعفر القاری مولائے ابن عباس مخزومی سے روایت ہے کہ وہ لوگ مصری تھے جنہوں نے حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا تھا ان کی تعداد چھ سو تھی۔ ان کے رئیس عبد الرحمٰن بن عدیس البلوی، کنانہ بن بشیر بن عتاب الکندی، عروہ بن شیم لیثی، ابوعمرو بن بدیل بن ورقاء خزاعی، سواد بن رومان اصبحی، زرع بن یشکر یافعی، سودان بن حمران سکونی، قتیرہ بن فلان سکونی، غافقی بن حرب مکی اورعمروابن الحمق الخزاعی تھے۔ ان سب کی سرداری عبداللہ بن سبا کر رہا تھا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہا کہ یہ لوگ حج کرنے جا رہے ہیں۔ کوفہ سے دوسو باغی مالک اشتر نخعی کے ماتحت تھے جن میں زید بن صوحان عبدی، زیاد بن نضر حارثی، عبداللہ بن اصم (یہ بنی عامر بن صعصعہ کا فرد تھا) شامل تھے اور جو بصرہ سے آئے تھے وہ سو آدمی تھے ان کا سردار حکیم بن جبلہ العبدی تھا اس کے ساتھ ذریح بن عباد عبدی، بشر بن شریح الحطم بن ضبیعہ القیسی اور ابن المحر اش بن عبد بن عمرو حنفی تھے۔ فتنہ پھلانے میں سب ایک تھے اور کمینے لوگ ان کی طرف مائل ہو گئے۔ ان کے عہد و پیمان باغیوں کے ساتھ تھے اور وہ فتنے میں مبتلا تھے۔ ان تمام قافلوں کی قیادت حرقوص بن زہیر سعدی کے ہاتھ میں تھی۔ (طبقات ابن سعد، تاریخ طبری)

اس جھوٹے خط کے بعد باغی گروہ نے حضرت عثمانؓ کے خلاف کھل کر کام کرنا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی کی کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ مدینہ منورہ میں وہ کچھ دیکھنے کو آ رہا تھا

جس کا مسلمان تصور نہیں کر سکتے تھے۔ باغیوں نے حضرت عثمانؓ کو ان کے گھر کے اندر محصور کر دیا تھا ہر طرف سے ان کی ناکہ بندی کی ہوئی تھی۔ حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عثمانؓ کے گھر کی حفاظت کر رہے تھے کہ کوئی گھر کے اندر نہ گھسنے پائے۔ حضرت عثمانؓ کا مسجد آنا جانا تک بند ہو گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے گھر کے باہر تقریباً سات سو صحابہ کرامؓ اور ان کی اولادوں کا مجمع تھا جو ان کی حفاظت کر رہا تھا۔ ان کے علاوہ غلاموں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی جو باغیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے حضرت عثمانؓ کی اجازت کی منتظر تھی۔ حضرت عثمانؓ نے ان سب سے کہا کہ جس پر بھی میرا کوئی حق ہے میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ ہاتھ روک لے اور اپنے گھر چلا جائے۔ آپؓ نے غلاموں سے کہا کہ جو غلام اپنی تلوار میان میں رکھے گا وہ آزاد ہے۔ آپؓ نے تمام لوگوں کو گھر جانے کے لئے کہا اور روایت میں موجود ہے کہ سب سے آخیر میں جو حضرت عثمانؓ کے پاس سے نکلے وہ حضرت حسنؓ تھے۔

(ابن کثیرؒ ص ۱۸۱۔۱۸۲)

حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی طرف سے مدافعت اور باغیوں سے مقابلہ کرنے کی اجازت طلب کی تو حضرت عثمانؓ نے کہا! میں اس شخص کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں جو اللہ کو مانتا ہے اور اس کو حق سمجھتا ہے کہ ایک پچھنے لگانے (حجامہ) کے برابر بھی خون میری خاطر نہ بہائے۔ حضرت علیؓ نے دوبارہ اجازت طلب کی اور انہوں نے دوبارہ یہی جواب دیا۔ پھر حضرت علیؓ مسجد میں آ گئے۔ اذان ہوئی اور لوگوں نے حضرت علیؓ سے کہا! اے ابا الحسنؓ! آگے بڑھئے اور نماز پڑھائیے۔

حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ جب تک امام قید میں ہے میں نماز نہیں پڑھاؤں گا اور آپؓ تنہا نماز پڑھ کر اپنے گھر واپس آ گئے۔

(عثمان بن عفانؓ ذوالنورین از استاذ صادق عرجون، ص ۲۱۸۔۲۱۹)

حضرت عثمانؓ کی ناکہ بندی اور بھی سخت کر دی گئی ان کا باہر سے ہر طرح کا رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا۔ ان کے پاس پینے کے لئے پانی تک نہیں تھا۔ کسی کو پانی بھی اندر لے جانے کی اجازت نہیں دی جا رہی تھی۔ حضرت علیؓ خود اپنی سواری پر گئے اور پانی کا ایک مشکیزہ لے کے بڑی مشکل سے اندر داخل ہوئے۔ باغیوں نے ان کو بھی بُرا بھلا کہا اور ان کی سواری کو بھگا دیا۔ (ابن کثیرؒ ج ۷ ص ۱۸۷)

ایک روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کو پیغام بھیجا کہ آپ کو وہاں خطرہ ہے آپؓ میرے پاس یہاں شام آ جائیے۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی ہمسائیگی کو کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا چاہے میری گردن کے تار تار کاٹ دئے جائیں۔ پھر حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ میں آپؓ کی حفاظت کے لئے شام سے فوج بھیج دیتا ہوں ورنہ آپؓ کو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا کیونکہ یہ ظالم آپؓ کو نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو فوج بھیجنے سے سختی سے منع کر دیا اور فرمایا!

حَسْبِیَ اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

(تاریخ الامم والملوک للطبری ج ۵ ص ۱۰۱)

حملہ آوروں نے حضرت عثمانؓ سے مطالبہ کیا کہ وہ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا! یہ تم لوگوں کا معاملہ ہے کہ جس کو چاہو امیر بنالو۔ اور فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں منصبِ خلافت سے دستبردار ہو جاؤں تو میں یہ خلعت ازخود اتارنے کے لئے تیار نہیں ہوں جو اللہ نے مجھے پہنائی ہے۔

(البدایہ والنہایہ ج۷ ص۱۸۴)

البلاذری نے " انساب الاشراف " میں لکھا ہے کہ باغیوں نے حضرت عثمانؓ پر تیر سے وار کیا جس سے حضرت حسنؓ جو کہ ان کے دروازے پر تھے خون سے رنگین ہو گئے اور حضرت علیؓ کے غلام قنبر بھی زخمی ہوئے۔

ابو محمد الانصاری سے روایت ہے کہ میں نے خود حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر اس حال میں دیکھا کہ باہر کھڑے ہوئے حضرت حسنؓ ان کی مدافعت کر رہے تھے اور اس میں زخمی ہوئے اور میں ان لوگوں میں ہوں جو ان کو زخمی حالت میں اٹھا کر لائے۔ (انساب الاشرف ج۵ ص۹۵۔۹۶)

عبدالرحمٰن بن محمد بن عبد سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ کے مکان کی دیوار کود کر جو لوگ آپؓ کو قتل کرنے گئے ان میں محمد بن ابی بکر، عبدالرحمٰن بن عدیس، عمرہ بن حزم، کنانہ بن بشیر بن عتاب، سودان بن حمران اور عمرہ بن الحمق تھے۔ (طبقات ابن سعد)

(تاریخ اسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ج۱،ص۴۹۶)

زبیر بن عبد اللہ نے اپنی دادی سے روایت کی ہے کہ عبد الرحمٰن بن عبدالعزیز نے کہا کہ میں نے ابن ابی عون کو کہتے سنا کہ کنانہ بن بشیر نے حضرت عثمانؓ کی پیشانی اور سر کے اگلے حصے پر لوہے کی سلاخ ماری جس سے وہ کروٹ کے بل گرے۔ پھر سودان بن حمران المرادی نے تلوار مار کر ختم کر دیا۔ عمرہ بن الحمق حضرت عثمانؓ کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گیا حالانکہ آپؓ میں تھوڑی جان باقی تھی۔ اس نے آپؓ کو نو زخم لگائے اور کہا کہ ان میں سے تین تو میں نے اللہ کے لئے لگائے ہیں اور چھ غصے کی وجہ سے جو میرے قلب میں ان کے لئے ہے۔ حضرت عثمانؓ کو کنانہ بن بشیر نے جب برچھیوں سے مارا تو آپؓ نے فرمایا! بسم اللہ: میں اللہ پر ہی توکل کرتا ہوں، خون ان کی ڈاڑھی پر بہہ کے ٹپک رہا تھا۔ قرآن ان کے سامنے تھا۔ ان کے بائیں پہلو پر تکیہ لگا ہوا تھا اور وہ کہہ رہے تھے " **سبحان اللہ العظیم** " اور اسی حالت میں قرآن پڑھ رہے تھے، خون قرآن پر بہہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس قول کے پاس آ کر رک گیا

" **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ** " (سورۃ البقرہ۔۱۳۷)

(بس عنقریب اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے آپ کو بے نیاز کر دے گا اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے)۔ سب لوگوں نے مل کر آپؓ کو مارنا شروع کر دیا۔ حالانکہ وہ ساری رات عبادت میں کھڑے رہتے تھے، صلہ رحمی کرتے تھے، مظلوموں کو کھلاتے تھے اور مشقت برداشت کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت

عثمانؓ نے صبح ہی لوگوں سے کہا تھا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ اے عثمانؓ! آج افطار ہمارے ساتھ کرنا۔ اس دن آپؓ روزے سے تھے اور اسی روز آپؓ شہید ہوگئے۔ شہادت کے وقت آپؓ کے سامنے قرآنِ کریم کھلا ہوا تھا اور آپؓ اس کی تلاوت کر رہے تھے۔

(البدایہ والنہایہ)

حضرت عثمانؓ کی شہادت بروز جمعہ ۱۸/ذی الحجہ ۳۵ھ کو چاشت کے وقت واقع ہوئی۔ شہادت کے وقت آپؓ کی عمر بیاسی سال چند ماہ تھی۔

8.11.2 ۔ حضرت عثمانؓ کی تدفین

نیار بن مکرم نے کہا کہ معاویہؓ نے مجھے تنہائی میں بلا کر کہا کہ تم نے حضرت عثمانؓ کو کب اٹھایا، کب دفن کیا اور کس نے ان پر نمازِ جنازہ پڑھی؟ میں نے کہا کہ انہیں ہفتہ کو مغرب وعشاء کے درمیان اٹھایا۔ میں تھا، جبیر بن مطعمؓ تھے، حکیم بن حزام اور ابو جہم بن حزیفہ العدوی تھے۔ جبیر بن مطعم آگے بڑھے، انہوں نے ان پر نماز پڑھائی (ہم نے ان کی اقتدا کی)۔ معاویہؓ نے ان کی تصدیق کی کہ حقیقت میں یہی لوگ تھے جو قبر میں اترے تھے۔

محمد بن یوسف سے مروی ہے کہ حضرت نائلہ بنت الفرافصہؓ اسی شب نکلیں ان کے ہاتھ میں ایک چراغ تھا اور چلا رہیں تھیں کہ " ہائے امیر المومنین " جبیر بن مطعم نے کہا کہ چراغ بجھا دو ورنہ باغی ہمیں پہچان لیں گے۔ کیونکہ میں نے ان

باغیوں کو دیکھا ہے جو دروازے پر تھے۔ اس پر انہوں نے چراغ گل کر دیا۔

وہ لوگ جنازہ لے کر بقیع پہنچے، جبیر بن مطعم نے نماز پڑھائی، ان کے پیچھے حکیم بن حزام، ابوجہم بن حذیفہ، نیار بن مکرم الاسلمی اور حضرت عثمانؓ کی دو بیویاں حضرت نائلہ بنت الفرافصہ اور ام البنین بنت عینیہ تھیں۔ آپؓ کو بغیر غسل دئے انہی کپڑوں میں جو آپؓ پہنے ہوئے تھے دفن کیا گیا۔

قبر میں نیار بن مکرم، ابوجہم بن حذیفہ اور جبیر بن مطعم اترے، حکیم بن حزام، ام البنین اور نائلہ لوگوں کو قبر کا راستہ بتا رہیں تھیں۔ انہوں نے لحد بنائی اور ان کو دفن کر دیا اور زیارت کے بعد چلے گئے۔

عبداللہ البہی سے مروی ہے کہ جبیر بن مطعم نے سولہ افراد کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی نماز جنازہ پڑھی جوان کو شامل کر کے سترہ بنتے تھے۔ ابن سعد نے کہا کہ ان پر صرف چار آدمیوں نے نمازِ جنازہ پڑھی۔ زیادہ ثابت ہے ربیع بن مالک بن ابی عامر نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت عثمان بن عفانؓ کی شہادت ہوئی تو میں ان کو اٹھانے والوں میں سے تھا۔ ہم نے انہیں ایک دروازے پر اٹھایا اور جلدی لے چلنے کی وجہ سے ان کا سر دروازے سے ٹکرایا۔ ہمیں باغیوں کا خوف تھا۔ یہاں تک کہ ہم نے انہیں قبر میں جوحش کوکب میں تھی چھپا دیا۔

(طبقات ابن سعد)

ترمذیؒ نے کلیب بن وائل سے انہوں نے حضرت ابنِ عمرؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور حضرت عثمانؓ کی نسبت فرمایا کہ وہ اس فتنہ میں مظلومیت کے ساتھ شہید کئے جائیں گے۔

8.12 ۔ رسول اللہ ﷺ کی خلفاء ثلاثہ کو جنت کی خوشخبری

صحیح بخاری میں ابوعثمان نہدی، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اس نے دروازہ کھلوایا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اوران کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ میں نے ان کو نبی ﷺ کے فرمانے کے مطابق بشارت دی، انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا۔ پھرایک اور شخص آیا اوراس نے دروازہ کھلوایا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اوران کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کے ارشاد سے ان کو آگاہ کیا تو انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا۔ پھرایک اور شخص نے دروازہ کھلوایا۔ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور جنت کی بشارت دو بعوض اس بلوے کے جوان پر ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ حضرت عثمانؓ ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد سے آگاہ کیا تو انہوں نے اللہ کا شکرادا کیا۔ اس کے بعد کہا کہ اس بلوے میں اللہ ہی مددگار ہے۔ (صحیح بخاری)

8.12.1 ۔ مناقبِ سیدنا عثمانِ غنی ؓ

حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ عنقریب ایک فتنہ اور اختلاف ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! پھر آپ ﷺ ہم کو اس فتنہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے سردار اور رفقاء کے ساتھ رہنا اور آپ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کی طرف اشارہ کیا۔ (مستدرک حاکم)

ابو زرعہ، حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت عثمان ؓ نے دو مرتبہ جنت خرید لی ۔ ایک مرتبہ جب انہوں نے چاہِ رومہ (کنواں) خریدا اور دوسری مرتبہ جب انہوں نے جیشِ العسرۃ کا سامان درست کر دیا۔ (مستدرک حاکم)

8.13 ۔ حضورِ انور ﷺ کی شہادتِ عثمان ؓ اور فتنوں کی پیشین گوئی

رسول اللہ ﷺ کی بہت سی صحیح احادیث اس بات کی نشان دہی کرتی ہیں کہ حضرت عثمان ؓ شہید ہوں گے اور ان کی شہادت پر ایک عظیم فتنہ برپا ہوگا جو لوگوں کے رہنے سہنے کے انداز اور رسومات تک کو بدل کے رکھ دے گا۔ اس کی آفت عالمگیری ہوگی۔ اس زمانے کے فتنوں سے پہلے کے زمانے کی آپ ﷺ نے طرح طرح کی خوبیاں بیان کی ہیں اور اس کے بعد کے زمانے کی بُرائیوں کو یاد کیا

ہے۔ اس فتنے کے جو اثرات ہوں گے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہوں گے۔ اس فتنہ سے خلافتِ خاصہ کا نظام ٹوٹ جائے گا اور زمانہ نبوت کی جو برکتیں ہیں وہ چھپ جائیں گی۔ اس بات کا ظہور اس طرح سے ہوا کہ حضرت علیؓ باوجود تمام خوبیوں اور اہلیت کے تمام ملتِ اسلامیہ سے بیعت نہ لے سکے، تمام لوگ مطیع نہ ہو سکے اور ریاست کے تمام حصوں میں ان کے احکام نافذ نہ ہو سکے۔ جہاد ان کے زمانے میں بالکل بند ہو گیا۔ مسلمانوں کی یکجہتی میں فرق آیا، باہمی اتفاق اور محبت کا شیرازہ بکھر گیا۔ آپس میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں، اپنے ہاتھوں سے اپنا ملک کمزور کیا۔

حضرت علیؓ کی سلطنت کا دائرہ تنگ ہوتے ہوتے کوفہ اور اس کے اطراف تک رہ گیا۔ اگرچہ ان تمام بُرائیوں کے باوجود حضرت علیؓ کی صفاتِ کاملہ میں کوئی فرق نہیں آیا لیکن جس طرح کا مقصدِ خلافت وہ چاہتے تھے حاصل نہ ہو سکا۔ سیدنا علی المرتضیٰؓ کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت شروع ہوئی تو لوگوں کا ان کو اعتماد حاصل ہو گیا اور باہمی نا اتفاقیاں کافی حد تک ختم ہو گئیں لیکن ان کی خلافت میں خلافتِ خاصہ کے لوازمات نہیں پائے جاتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے خلافتِ خاصہ کے ختم ہونے کی جو خبر دی تھی وہ ظاہر ہونے لگی۔

(ازالۃ الخفاء از حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

8.13.1 ۔ حضرت عثمانؓ شہید ہونگے اور حق پر ہونگے

یہ بات حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق فرمائی تھی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا! اے عثمانؓ اللہ شاید تمہیں ایک خلعت پہنائے اگر لوگ تم سے اس کے اتارنے کا مطالبہ کریں تو تم نہ اتارنا۔

(جامع ترمذی کتاب المناقب ؒ باب فی مناقب عثمانؓ حدیث نمبر ۳۷۰۵)

مُرّہ بن کعب اور عبداللہ بن حوالہ اور کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اس کو بہت قریب بتایا۔ اسی اثناء میں ایک شخص سر پر چادر اوڑھے ہوئے ادھر سے نکلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ شخص اس وقت ہدایت پر ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اٹھا اور ان کو دونوں شانوں سے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے لایا وہ حضرت عثمانؓ تھے۔ میں نے پوچھا کہ یہی وہ شخص ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہی وہ شخص ہیں۔

(ابن ماجہ)

حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے اور باہم شمشیر بازی کرو گے۔ تمہاری دنیا کے حاکم تمہارے بدترین لوگ ہوں گے۔ (رواۃ ترمذی)

8.14 ۔حضرت عثمانِ غنیؓ کے متعلق صحابہ کرامؓ کے اقوال

قیس بن عبادہؓ کہتے ہیں کہ میں نے جنگ جمل میں حضرت علیؓ کو یہ کہتے سنا کہ اے اللہ! میں تیرے سامنے خونِ عثمانؓ سے بے زاری ظاہر کرتا ہوں۔ جس روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے مجھے اس قدر غم ہوا کہ میری عقل زائل ہوگئی اور مجھے اپنی زندگی بُری معلوم ہوئی۔ لوگ مجھ سے بیعت کرنے آئے تو میں نے کہا کہ میں ان سے حیا کرتا ہوں کہ ان لوگوں کی بیعت قبول کروں جنہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس کی شان میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ عثمانؓ شہید کر دئے گئے اور ان کو دفن سے بھی روکا جاتا ہے۔

محمد بن حاطبؓ کہتے ہیں کہ میں مدینہ آنے لگا تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ امیر المومنینؓ ہم سے حضرت عثمانؓ کی بابت پوچھیں تو ہم کیا جواب دیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم کہہ دینا کہ اللہ کی قسم! عثمانؓ اس آیت کے مصدق تھے۔

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُواْ إِذَا مَا اتَّقَواْ وَّآمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَواْ وَّآمَنُواْ ثُمَّ اتَّقَواْ وَّأَحْسَنُواْ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O

(سورۃ المائدہ۔93)

جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان پر ان چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے جب کہ انہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے

پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور
اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔۹۳

نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ کا ایک طویل کلام ہے جس میں انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا!

وانی انشدک اللّٰہ ان لا تکون امام ھٰذا لا الامۃ المقتول فانہ کان یفال یقتل فی ھٰذہ الا مۃ امام یفتح علیھا القتل و القتال الیٰ یوم القیٰمہ و یلبس امور ھا علیھا و یثبت الفتن علیھا فلا یبصرون الحق من الباطل یمو جون فیھا مرجا و یمرجون فیھا مرجا .

یعنی اے عثمانؓ! میں آپؓ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اس امّت کے امام مقتول نہ بنیں کیونکہ (عہدِ رسول اللہ ﷺ) میں یہ چرچا ہو رہا ہے کہ اس امت میں ایک امام قتل کیا جائے گا۔ جس سے امت پر قتل وقتال کا دروازہ قیامت تک کے لئے کھل جائے گا اور تمام معاملات مشتبہ ہو جائیں گے اور فتنے قائم کر دئے جائیں گے۔ پس لوگ حق اور باطل میں تمیز نہ کرسکیں گے اور انہی فتنوں میں غوطے لگائیں گے اور ایک دوسرے سے اختلاف کریں گے۔

(نہج البلاغہ ج ا ص ۳۲۳)

پھر حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے ایک خط اہلِ کوفہ کو لکھا۔

واعلموا ان دار الھجرة قد قلعت با ھلھا و قلعوا بھا

و جاشعت المرجل و قامت الفتنة علی ال قطب

یعنی جان لو تم کو دارالہجرہ یعنی مدینہ منورہ نے اب اپنے رہنے والوں کو نکال دیا اور رہنے والوں نے اس کو چھوڑ دیا اور فتنہ کی دیگ جوش مار رہی ہے اور فتنہ قطب پر قائم ہو گیا۔　　　　(نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳)

ایک روز امام حسنؓ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو! آج شب کو میں نے ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کو دیکھا کہ عرش کے اوپر جلوہ فرما ہے، پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور عرش کے پائے کے پاس کھڑے ہو گئے پھر ابوبکر صدیقؓ آئے اور رسول اللہ ﷺ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے پھر حضرت عمرؓ آئے اور حضرت ابوبکرؓ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے اور پھر حضرت عثمانؓ آئے اور ان کے ہاتھ میں ان کا سر تھا اور انہوں نے آ کر کہا کہ اے پروردگار! اپنے بندوں سے پوچھ کہ مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے۔ ان کے یہ کہتے ہی خون کے دو پرنالے بہا دئے گئے۔ کسی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضرت امام حسنؓ ایسا بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے وہی کہتے ہیں۔　　　　(سیرتِ خلفائے راشدین از عبدالشکور لکھنوی، ص ۱۸۱)

بکھرے موتی

لوگ بیماری کی وجہ سے غذا چھوڑ دیتے ہیں لیکن عذابِ الٰہی کے خوف سے گناہ نہیں چھوڑتے

(سیدنا علی المرتضیٰؓ)

9.0 ۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ کا دور

(۳۵ھ ۔ ۴۱ھ)

حضرت علی المرتضیٰ ؓ حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد 35 ھ میں خلیفہ بنے۔ آپ ؓ کا دورِ حکومت ساڑھے پانچ سال تک ۲۲ لاکھ مربع میل میں پھیلا رہا۔آپ ؓ کے دور میں حضرت عثمان ؓ کے قاتلوں سے بدلہ لینے کے لئے مسلمانوں کے درمیان جنگِ جمل اور جنگِ صفین جیسے واقعات ہوئے۔ البتہ خلافت اور حکومت علیٰ منہاجِ نبویٰ اور خلافتِ ثلاثہ کے طرز پر قائم رہی۔ مسلمانوں کے درمیان باہمی اختلاف نے پوری امت کو پریشان کر رکھا تھا۔

9.1 ۔ خلافت کے لئے بیعت

باغیوں نے جب حضرت عثمان غنی ؓ کو شہید کر دیا تو کئی روز تک اہلِ مدینہ اور باغیوں کے سردار اور اس وقت کے حاکم و منتظم غافقی بن حرب کو انتظار تھا کہ مسلمانوں کی سربراہی کے لئے کون آگے آتا ہے۔لوگوں نے حضرت علی ؓ، حضرت طلحہ ؓ اور حضرت زبیر ؓ پر دباؤ ڈالا کہ خلیفہ بن جائیں۔ ان تینوں شخصیات نے خلیفہ بننے سے انکار کر دیا۔ باغیوں نے اس سلسلہ میں آپس میں مشورہ کیا اور عبداللہ بن سبا نے یہ اعلان کیا کہ مدینہ والے ہی خلیفہ کا انتخاب کرتے آئے ہیں اس لئے اس معاملہ کو بھی انہیں ہی حل کرنا چاہیے۔ اس لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ اہل مدینہ کو دو دن کی مہلت دی جاتی ہے کہ خلیفہ کا انتخاب کر لیا جائے ورنہ اس کے بعد وہ حضرت علی ؓ،

حضرت طلحہ ؓ اور حضرت زبیر ؓ کو قتل کر دیں گے۔ باغیوں کی اس دھمکی کے بعد لوگ ان تینوں حضرات کے پاس گئے اور ان پر دباؤ ڈالا۔ بالآخر حضرت علی ؓ اصرار کرنے پر راضی ہو گئے۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ جب تک بدری صحابہ ؓ میری بیعت نہیں کرتے میں کسی کی بیعت نہیں لوں گا۔ چنانچہ بدری صحابہ ؓ تشریف لائے اور انہوں نے (مشروط) بیعت کی۔ اس وقت جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی حضرت علی ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت علی ؓ کی بیعتِ خلافت ۲۴ / ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوئی۔ (تاریخ طبری)

بعد میں اور لوگوں سے کہا گیا کہ حضرت علی ؓ کی بیعت کریں۔ حضرت طلحہ ؓ نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ میں اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ ؓ قرآنِ پاک اور سنتِ رسول کریم ﷺ کے مطابق فیصلے جاری کریں گے۔ حدودِ شرعی کا احیاء کریں گے یعنی حضرت عثمان ؓ کے قاتلوں سے قصاص لیں گے، حضرت علیؓ نے ان شرائط کو قبول فرمایا۔ پھر حضرت طلحہ ؓ نے آپ ؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ حضرت زبیرؓ کے ساتھ بھی اسی طرح کی گفتگو ہوئی اور انہوں نے بھی انہی شرائط پر بیعت کر لی جن پر حضرت طلحہ ؓ نے کی تھی۔ حضرت علی ؓ نے ان کو یہ بات بتلا دی کہ یہ (باغی) چند لوگ نہیں ہیں ان کے بہت سے مددگار اور پشت پناہ ہیں اس لئے یہ کام اسی دن انجام نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے جب بات ہوئی تو انہوں نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اور کہا کہ اور لوگ بیعت کر لیں میں بھی کر لوں گا میری طرف سے کوئی خطرہ محسوس نہ کریں۔ اس پر حضرت علیؓ نے ان کو ان کے حال پر رہنے دیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے بھی حضرت سعد بن وقاص ؓ کی طرح کا جواب دیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ ایسے حالات میں ہوا تھا کہ بہت سے جید صحابہ کرامؓ کے لئے یہ صدمہ نا قابلِ برداشت تھا۔ اس لئے بیشتر صحابہ کرامؓ نے اپنے آپ کو خلافت کے معاملہ سے دور رکھنا بہتر خیال کیا۔ چنانچہ ان جید صحابہ کرامؓ میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت کعب بن مالکؓ، رافع بن خدیجؓ، فضالہ بن عبیدؓ، کعب بن عجرہؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ شامل تھے جنہوں نے اس وقت بیعت نہیں کی۔ بہت سے صحابہ کرامؓ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ اور بہت سے شام کی طرف چلے گئے۔ جو صحابہ کرامؓ مدینہ میں رہ گئے اور انہوں نے بیعت میں حصہ نہیں لیا تو حضرت علیؓ نے ان کو اپنے پاس بلا کر بیعت نہ کرنے کی وجہ معلوم کی تو انہوں نے واضح طور پر کہا کہ ابھی مسلمانوں کے درمیان بہت زیادہ اختلاف حضرت عثمان غنیؓ کے قصاص کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے اور ابھی فتنہ ختم نہیں ہوا ہے اس لئے اس صورت میں ہم غیر جانبدار رہنا چاہتے ہیں۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ دوسرے دن حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا! ہم نے بیعت اس شرط پہ کی ہے کہ آپؓ قاتلینِ عثمانؓ سے قصاص لیں گے۔ اگر آپؓ نے قصاص لینے میں پس و پیش سے کام لیا تو ہماری بیعت ختم ہو جائے گی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں قاتلینِ عثمانؓ سے ضرور قصاص لوں گا اور حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں پورا پورا انصاف کروں گا۔ لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور ہے اور امورِ خلافت پورے طور پر مستحکم نہیں ہوئے ہیں۔ میں اطمینان

اور سہولت حاصل ہونے پر اس پر توجہ دوں گا، فی الحال اس معاملہ میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دونوں حضرات حضرت علیؓ کی گفتگو سن کر اٹھے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے لیکن لوگوں میں اس کے متعلق چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں شروع ہوگئیں۔ قاتلینِ عثمان اور بلوائیوں کو یہ فکر ہوئی کہ اگر قصاص لیا گیا تو پھر ہماری خیر نہیں۔ وہ لوگ جو حضرت عثمانؓ کو مظلوم سمجھتے تھے بلوائیوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ ان کو اس بات کا یقین ہوتا جا رہا تھا کہ یہ لوگ جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو ظالمانہ طور پر شہید کیا وہ اپنے کیفر کردار کو نہیں پہنچیں گے اور مزے سے حکومت میں حصہ داری کریں گے تو اس خیال نے حضرت علیؓ کی خلافت پر لوگوں کے دلوں میں شکوک پیدا کر دئے۔

(تاریخ الاسلام۔ مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی)

روایت ہے کہ حضرت علیؓ مسجد میں آئے ان کے جسم پر ایک چادر تھی اور خز (بھیڑ کے اون کا بنا ہوا کپڑا) کا عمامہ تھا۔ ہاتھ میں جوتیاں لئے ہوئے تھے۔ اپنی کمان پر ٹیک لگائے ہوئے منبر پر چڑھے۔ تمام لوگوں نے آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ واقعہ بروز جمعہ ۲۴ / ذی الحجہ ۳۵ھ کا ہے۔

(البدایہ والنہایہ)

9.2 ۔ خلیفہ بننے کے بعد حضرت علیؓ کا پہلا خطبہ

سری نے بحوالہ شعیب اور سیف یہ تحریر کیا ہے کہ محمد اور طلحہ کا بیان ہے کہ بیعت کے تیسرے روز حضرت علیؓ لوگوں کو خطبہ دینے کے لئے باہر تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! اعراب کو اپنے پاس سے نکال دو اور اعراب سے فرمایا کہ تم لوگ اپنے چشموں پر واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے حکم پر اعراب نے تو اطاعت کی اور اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے البتہ فرقہ سبائیہ نے حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ (تاریخ طبری)

حضرت علیؓ منبر پر چڑھے جمعہ کا روز تھا جن لوگوں نے اب تک بیعت نہیں کی تھی انہوں نے آپؓ سے بیعت کی۔ ماہ ذی الحجہ ختم ہونے میں پانچ دن رہ گئے تھے۔ خلیفہ بننے کے بعد یہ آپؓ کا پہلا خطبہ تھا۔ حمد وثنا کے بعد آپؓ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو ہدایت بنا کر بھیجا ہے جو خیر وشر کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔ لہٰذا خیر کو اختیار کیجئے اور شر سے کنارہ کش رہئے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی چیزوں کو حرمت کا درجہ دیا ہے ان میں سب سے بڑی چیز مسلمان کی حرمت ہے۔ توحید واخلاص کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے حقوق کو جوڑ دیا ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان محفوظ رہیں۔ دین اور احکامِ شریعت ہی کا تقاضا ہے کہ مسلمان کا احتساب کیا جائے اور اس پر قانونِ شرعی جاری کیا جائے۔ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو ایذا پہنچائے اِلّا یہ کہ

ایسا کرنا واجب ہو۔ عوام اور خواص دونوں کے حقوق ادا کرنے میں عجلت سے کام لیجئے۔ لوگ آپ کے سامنے ہیں اور قیامت آپ کے پیچھے ہے جو تیزی سے قریب آرہی ہے۔ اپنے آپ کو ہلکا پھلکا رکھئے کہ منزل تک پہنچ سکیں۔ آخرت کی زندگی لوگوں کی منتظر ہے۔ خدا کے بندوں اور اس کی سرزمین کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلہ میں اللہ سے ڈرتے رہئے۔ جاندار اور زمین کے بارے میں قیامت میں آپ سے سوال ہوگا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجئے اور اس کی معصیت اور نافرمانی سے بچئے۔ اگر آپ خیر کا کام دیکھیں تو اس کو اختیار کریں اور اگر شر دیکھیں تو اس کو چھوڑ دیں اور دور رہیں۔

پھر آپؓ نے سورۃ الانفال کی آیت ۲۶ تلاوت کی۔

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنتُمْ قَلِيلٌ مُّسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَن يَتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَآوَاكُمْ وَأَيَّدَكُم بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ O

اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں (یعنی گھر بار اور مال نہ چھین لیں) تو اس نے تمہیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمہیں تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (اسکا) شکر کرو۔ ۲۶

(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۲۷۔ ۲۲۸)

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ نے وقت کی مناسبت سے بات کی اور اس وقت کے حالات کے مطابق دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ مسلمان کی حرمت کا تھا۔ مسلمان کا خون ارزاں ہو گیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت اسی فتنہ کی وجہ سے ہوئی۔ تمام مسلمانوں کی شہر میں موجودگی کے باوجود مسجدِ نبوی کے پہلو میں یہ عظیم حادثہ پیش آیا۔ اس لئے جو شخص بھی ان کے بعد خلافت کے منبر پر آئے اس کا فرض تھا کہ حرمتِ مسلم کے حوالے سے لوگوں کو اللہ کا خوف دلائے اور بتائے کہ اللہ کے بندوں اور اس کے عطا کئے ہوئے مما لک اور قوت واقتدار کی کیا حرمت و قیمت ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں سے جانوروں اور بے زبان زمین کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

حضرت علیؓ نے بڑی حکمت اور بلاغت کے ساتھ ان اہم ضرورتوں کی طرف اشارہ کیا۔ یہی آپؓ کی حکومت کا بنیادی کردار اور منشور تھا۔ حضرت علیؓ کی بیعت ایسے وقت میں ہوئی جو اسلامی تاریخ کا انتہائی نازک دور تھا۔ جو زیادہ سے زیادہ مشکلات و پیچیدگی کا تصور کیا جا سکتا تھا اس وقت اس کا سامنا تھا۔ اس کے لئے سخت امتحان کا وقت تھا جس کے ذمہ حکومت کی سربراہی اور معاشرے کی قیادت کا بوجھ آیا تھا۔ حضرت علیؓ کے ہاتھ بیعتِ خلافت اس وقت کی جا رہی تھی جب سابق خلیفۂ وقت کی بے رحمی اور وحشیانہ طریقہ سے ظالمانہ شہادت کا واقعہ پیش آ چکا تھا۔ جس میں ناپسندیدگی اور نفرت کے عناصر کے ساتھ ساتھ ضمیر و احساس کو بھی ابھارنے کے اسباب تھے۔ افواہیں پھیل رہی تھیں، قیاس آرائیاں ہو رہیں تھیں۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے اور آپس میں تبصرہ کرتے تھے کہ اب کیا ہوگا۔ لوگ

اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرتے، مختلف قسم کے مطالبات کرتے۔ مختلف لوگوں سے مختلف توقعات کی جارہیں تھیں۔ جس محفل میں جایئے موضوعِ گفتگو ایک ہی تھا ایک ہی چرچا ہر طرف تھا۔

حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے استاذ عباس محمود العقاد لکھتے ہیں!

حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے بیعت اس حادثہ کے بعد کی گئی جو تاریخ اسلام کے خونی حوادث میں سب سے زیادہ دردناک واقعہ ہے۔ یعنی حضرت عثمان بن عفان ؓ کی شہادت اور وہ بھی اس وقت جبکہ وہ بڑھاپے کی آخری منزل پر تھے۔ اور جبکہ دشمنوں نے ان کو گھر کی چاردیواری میں محصور کر دیا تھا اور اگر قاتل چند دن اور تاخیر کرتے تو پیاس سے ہی ان کا کام تمام ہو جاتا۔

اس حادثہ کا سب سے زیادہ نازک پہلو یہ تھا کہ ایک ایسی آزمائش اور پیچیدہ صورتِ حال تھی جس کا مداوہ اختیار سے باہر تھا۔ وہ ایک ایسا تقدیری عمل تھا جس سے نمٹنے کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس حادثہ کی ذمہ داری جن پر عائد ہوتی تھی (قاتلینِ عثمان ؓ اور ان کے حامی) وہ کثیر تعداد میں اور بکھرے ہوئے تھے۔ ایک گروہ خاموش ہوتا تو دوسرا گروہ سرگرم ہو جاتا۔ اگر وہ مصیبت دور ہوتی جس پر اختیار تھا تو وہ مصیبت باقی رہتی جس پر اختیار نہیں تھا۔ نیک نیت اور بدنیت دونوں طرح کے لوگ کام کررہے تھے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض ایسی باتیں عجلت کے ساتھ سامنے آئیں اور ان میں سے کچھ ایسے اقدام تھے جو خود حضرت عثمان ؓ سے تعلق رکھتے تھے۔ ممکن ہے انھوں نے وہ اقدام سوچ سمجھ کر اور غور کر کے کئے ہوں

لیکن ان کا ردِ عمل قدرتی تھا اور نتائج میں مخالفین کی سرگرمیوں سے کم نہ تھا۔

حضرت علیؓ پر یہ ذمہ داری آ پڑی تھی کہ گھوڑے کی لگام اتنی مضبوطی سے پکڑیں کہ سر کشی نہ پائے اور اس کے ساتھ ساتھ گھوڑے کے راستہ میں جو رکاوٹیں اور گھاٹیاں تھیں ان کو دور کریں تا کہ وہ اگر اپنی تیزی سے چلنا چاہے تو کوئی رکاوٹ نہ آئے۔ (العبقریات الاسلامیۃ ص۸۸۰، ۸۸۵)

ایک شخص نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا کہ آپؓ نے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ الٰہی ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی تو نے خلفائے راشدینؓ کو عطا فرمائی تھی تو آپؓ کے نزدیک وہ خلفائے راشدینؓ کون ہیں؟

یہ سن کر حضرت علیؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمانے لگے! وہ میرے دوست ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ دونوں امام الہدیٰ اور شیخ الاسلام تھے۔ قریش نے رسول اللہ ﷺ کے بعد ان دونوں کی پیروی کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی انہوں نے نجات پائی اور جو لوگ ان کے رستہ پر چلے وہی اللہ والے ہوئے۔

9.3 ۔ قصاص عثمانؓ کا معاملہ

حضرت علیؓ نے خلافت کا منصب سنبھالنے کے بعد مروان بن حکم کو طلب کیا تو معلوم ہوا کے اس کی کوئی خبر نہیں کہ کہاں چلے گئے۔ چونکہ یہ مطالبہ بڑی شدت سے کیا جا رہا تھا کہ حضرت عثمان ؓ کے قاتلوں کا پتا چلا کے ان کو سزا دی جائے۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمان ؓ کی زوجہ حضرت نائلہ بنت الفراصہؓ سے قاتلوں کی شناخت سے متعلق دریافت کیا کیونکہ وہ موقع پر عینی شاہد تھیں۔ انہوں نے بتایا کہ محمد بن ابی بکرؓ دو شخص کے ساتھ جن کو میں نہیں جانتی تھی گھر میں داخل ہوئے، اس پر حضرت علیؓ نے محمد بن ابو بکرؓ کو بلا کر ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے قسم کھا کر اپنی برأت کا اظہار کیا کہ وہ قتل کے ارادے سے اندر ضرور داخل ہوئے تھے مگر حضرت عثمان ؓ کے شرم دلانے پر وہ واپس آ گئے تھے۔ البتہ دو باغی جوان کے ساتھ اندر گئے تھے انہوں نے ان پر حملہ کر دیا تھا اور حضرت عثمان کو شہید کیا تھا۔ محمد بن ابو بکرؓ نے کہا کہ میں ان کو نہیں جانتا تھا۔ اس پر حضرت علیؓ نے حضرت نائلہ ؓ سے پوچھا کہ کیا محمد بن ابی بکرؓ بھی قاتلوں میں شامل ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عثمان ؓ کے قتل ہونے سے پہلے یہ دروازے سے باہر جا چکے تھے۔ یہ قتل کرنے والوں میں شامل نہ تھے۔ کافی تفتیش کے بعد بھی قاتلوں کی شناخت اور ان کے بارے میں معلوم نہ ہو سکا۔ چنانچہ معاملہ الجھ کر رہ گیا اور کسی کے خلاف کوئی کاروائی نہ کی جا سکی۔

حضرت عثمان ؓ کے قصاص کا مطالبہ کرنے والے اگر صحیح اور آسان راستہ

اختیار کرتے تو وہ یہ تھا کہ پہلے وقت کے خلیفہ کی تائید کرتے تاکہ ان کے ہاتھ مضبوط ہوتے اور وہ اس قدر طاقت حاصل کر لیتے کہ حدود قائم کرنے کی قدرت حاصل ہو جاتی۔ اس کے بعد حق اور انصاف کے ساتھ حکمِ شریعت کا مطالبہ کرتے۔

حافظ ابن حجرؒ "الاصابہ" میں لکھتے ہیں!

حضرت علیؓ کی رائے یہ تھی کہ قصاص کے طالب پہلے ولیِ امر کی اطاعت کریں اس کے بعد خون عثمانؓ کا وارث اپنا دعویٰ پیش کرے اس وقت شریعت مطہرہ کے مطابق حکم کا نفاذ کیا جائے اور ان کو قابو میں لا کر سب کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ کی رائے میں قصاص کا اجراء بغیر کسی دعویٰ اور بغیر کسی دلیل اور حجت کے صحیح نہیں تھا اور دونوں فریق مجتہد تھے۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر العسقلانی، ج ۲ ص ۵۰۸)

بیعتِ خلافت کے تیسرے دن حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ وہ لوگ جو کوفہ، بصرہ اور مصر وغیرہ سے آئے ہیں اپنے اپنے صوبوں میں واپس چلے جائیں اور تمام اعراب واپس چلے جائیں۔ یہ حکم سن کر عبداللہ بن سبا اور اس کی جماعت کے لوگوں نے واپس جانے اور مدینہ خالی کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ وہ لوگ تھے جو بظاہر اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا فدائی اور شیدائی ظاہر کرتے تھے۔

(تاریخ الاسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

9.4 ۔ نئے گورنروں کا تقرر

حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے دور کے تمام گورنر تبدیل کر دیئے۔ ان کی جگہ نئے لوگوں کو گورنر مقرر کر دیا گیا۔ حضرت عمارہ بن شہاب کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، حضرت عثمان بن حنیف کو بصرہ کا گورنر بنایا۔ حضرت قیس بن سعد کو مصر، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو یمن اور حضرت سہیل بن حنیف کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے دور کے اکثر گورنروں کے خلاف تھے خصوصاً امیر معاویہؓ امیر شام کے۔ چنانچہ آپؓ نے ان کو معزول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بعض صحابہ کرامؓ نے انہیں اس کام سے منع فرمایا جن میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی شامل تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ابھی آپ حضرت عثمانؓ کے دور کے گورنروں کو نہیں ہٹائیے جب وہ بیعت کر کے آپؓ کی خلافت تسلیم کر لیں تو اس وقت جو دل میں آئے آپؓ کیجئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے سختی سے انکار کر دیا۔

حضرت ابنِ عباسؓ کو بھی خبر ہوئی تو انہوں نے بھی سمجھایا کہ ابھی معاویہؓ کو معزول نہ کیجئے۔ اگر وہ اپنے عہدے پر قائم رہیں گے تو انہیں اس بات کی پروا نہیں ہو گی کہ خلیفہ کون ہے۔ لیکن اگر وہ معزول کر دئے گئے تو وہ حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مسئلہ لے کر کھڑے ہو جائیں گے اور سارے شام و عراق کو آپؓ کے خلاف کر دیں گے۔ لیکن حضرت علیؓ نے ان کے مشورے کو بھی قبول نہیں کیا۔ چنانچہ حضرت سہیل بن حنیف جب تبوک کے قریب پہنچے تو ان کو وہاں پر حضرت امیر معاویہؓ

کے چند سوار ملے۔ ان سواروں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت سہیل بن حنیف نے جواب دیا میری تقرری شام کے امیر کے طور پر ہوئی ہے۔ ان سواروں نے کہا کہ اگر تم کو حضرت عثمان ؓ کے علاوہ کسی اور نے مقرر کیا ہے تو تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ تم فوراً واپس چلے جاؤ۔ یہ سن کر سہیل بن حنیف مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ جریر بن عبداللہ بجلی حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے وقت ہمدان کے گورنر تھے۔ حضرت علی ؓ نے ان کو خط لکھا کہ اپنے صوبے سے بیعت لے کر ہمارے پاس آ جاؤ۔ وہ اس حکم کی تعمیل میں مدینہ آ گئے۔ اسی طرح عمار بن شہاب جو کوفہ کے لئے امیر مقرر ہوئے تھے۔ کوفہ جاتے ہوئے ان کی ملاقات حضرت طلیحہ بن خویلد ؓ سے ہوئی۔ حضرت طلیحہ ؓ نے ان سے کہا کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ کیونکہ کوفہ والے حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کے علاوہ کسی اور کو امیر کے طور پر قبول نہیں کریں گے۔ اگر تم میرا کہنا نہیں مانو گے تو میں تمہیں ابھی قتل کر دیتا ہوں۔ عمارہ بن شہاب یہ سن کر خاموشی کے ساتھ واپس مدینہ منورہ کا رخ اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان واقعات کو دیکھ کر حضرت علی ؓ کو حالات کی سنگینی کا شدت سے احساس ہوا اور آپ ؓ نے سمجھ لیا کہ حالات آسانی سے سازگار ہونے والے نہیں ہیں۔

9.5 ۔ شام پر حملہ کی تیاری

حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے تمام گورنر معزول کر کے اپنے گورنر مقرر کئے تھے جن میں شام کے لئے سہیل بن حنیف کو امیر معاویہؓ کی جگہ گورنر مقرر کیا تھا۔ امیر معاویہ نے قاتلینِ عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر حضرت علیؓ کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ اب حضرت علیؓ کا نامزد کیا ہوا گورنر بھی ناکام واپس آ گیا تھا۔ مدینہ والوں کو امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے قاصدوں کے آنے جانے اور تعلقات کے کشیدہ ہونے کا حال معلوم ہوا تو ان کو فکر ہوگئی کہ کہیں آپس میں کشت وخون نہ ہونے لگے۔ چنانچہ اہلِ مدینہ کے نمائندہ بن کر زیاد بن حنظلہ قصی حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے اوران سے حالات کے بارے میں دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے زیاد سے مخاطب ہوکر کہا کہ تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ کس کام کے لئے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ملک شام پر حملہ آور ہونے کو لئے۔ زیاد نے عرض کیا کہ آپؓ کو نرمی اور مہربانی سے کام لینا چاہئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ باغیوں کو سزا دینا ناگزیر ہے۔ اہلِ مدینہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ ملک شام پر ضرور حملہ کرنے والے ہیں تو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہمیں عمرہ کے غرض سے مکہ جانے کی اجازت دی جائے۔ حضرت علیؓ نے دونوں پر مدینہ سے باہر جانے پر پابندی لگائی ہوئی تھی۔ ان کو مزید قید رکھنا مناسب نہیں سمجھا اوران کو مکہ جانے کی اجازت دے دی۔ مدینہ منورہ میں عام اعلان کر دیا کہ ملک شام پر فوج کشی کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنا اپنا سامان درست کر لیں۔ ایک ایک خط عثمان بن

حنیف کو بصرہ میں، ابوموسیٰ الاشعری ؓ کو کوفہ میں، اور قیس بن سعد کے پاس مصر کی جانب روانہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنی طاقت اور اثر کو کام میں لا کر لشکر فراہم کرو اور جس وقت ہم طلب کریں فوراً بھیج دو۔

اکثر اہلِ مدینہ حضرت علیؓ کے حکم پر تیار ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کا پہلا لشکر تھا جو مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کے لئے جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے قثم بن عباسؓ کو اپنی جگہ مدینہ کا حاکم و عامل بنا کر اپنے بیٹے محمد بن علی (حنفیہ) کو لشکر کا جھنڈا عطا کیا۔ میمنہ کا افسر عبداللہ بن عباسؓ کو مقرر کیا۔ میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ کو مامور کیا۔ ابولیلیٰ بن الجراح جو حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بھائی تھے ان کو مقدمہ الجیش کی سرداری سپرد کی۔ ابھی وہ بلوائی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا ان کی خاصی تعداد مدینہ منورہ میں موجود تھی۔ حضرت علیؓ ابھی فوج کے حصوں کی سرداریاں تقسیم کر رہے تھے اور فوج مدینہ سے روانہ نہیں ہوئی تھی کہ مکہ کی جانب سے خبر ملی کہ وہاں آپؓ کی مخالفت میں تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ سن کر آپؓ نے فوری طور پر ملک شام کے لئے فوج روانہ کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

(تاریخ الاسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب اکبر آبادی)

9.5.1 ۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ردعمل

حضرت امیر معاویہؓ نے شام میں حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا قصاص لینے کے لئے حضرت علیؓ پر زبردست دباؤ ڈالا ہوا تھا۔ دوسری طرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ حج کی ادائیگی کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ واپس آ رہی تھیں کہ مقام سرف پر آپؓ کو حضرت عثمانؓ کی شہادت کی اطلاع ملی اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا ہے لیکن باغیوں کے فتنے کے آثار ابھی بھی باقی ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے واپس مکہ مکرمہ جانے کا فیصلہ کرلیا۔ لوگ آپؓ کی سواری کے گرد جمع ہو گئے اور واپسی کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! مختلف ملکوں کے عوام، اجنبیوں اور اہلِ مدینہ کے غلاموں نے چند معمولی باتوں پر مظلوم حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا ہے۔ اس فعل کی ان کے پاس کوئی حجت بھی نہیں تھی۔ انہوں نے سرکشی کر کے ناجائز خون بہایا، بلد الحرام اور شہر الحرام کو حلال کیا۔ ناجائز طریقہ سے دوسروں کے مال پر قبضہ کیا۔ فتنہ ختم ہوتا دکھائی نہیں دیتا۔ میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی اور تم لوگ بھی ان کے ناحق خون کو رائیگاں نہ جانے دو۔ قاتلوں سے قصاص لے کر اسلام کی عزت بچاؤ۔ اللہ کی قسم! عثمانؓ کی ایک انگلی باغیوں جیسے تمام جہاں سے افضل ہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت عبداللہ بن عامر حضرمی جن کو حضرت عثمان غنیؓ نے مکہ مکرمہ کا گورنر مقرر کیا تھا انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی تقریر سن کر کہا کہ سب سے پہلے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے والا میں ہوں گا۔ مکہ مکرمہ میں لوگوں کے دل

خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے آمادہ ہوتے جا رہے تھے کہ اس دوران مدینہ طیبہ سے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی مکہ مکرمہ تشریف لے آئے۔ ام المومنینؓ نے ان دونوں کو بلا کے مدینہ منورہ کے حالات کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہاں کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی قصاصِ عثمانؓ کے لئے ام المومنینؓ کی کوششوں کا ساتھ دینے کو لئے تیار ہو گئے۔ یعلیٰ بن منیہ جو یمن کے گورنر تھے وہ بھی قصاصِ عثمانؓ کے سلسلہ میں ام المومنینؓ کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہوں نے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم نقد پیش کئے۔ مقصد کے حصول کے لئے ابھی مزید طاقت حاصل کرنے کی ضرورت تھی۔ حرمین کے ایک ہزار آدمیوں نے ام المومنینؓ کا ساتھ دیا اور کل تعداد تین ہزار ہو گئی۔ ان تمام باتوں کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ ام المومنینؓ حضرت عائشہ صدیقہؓ بنفسِ نفیس قافلہ کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئیں۔

ام المومنینؓ کا خیال تھا کہ اصل مقصد مدینہ کے حالات کی اصلاح کرنا ہے اور سبائی جماعت اور قاتلینِ عثمانؓ کا گروہ وہیں ہے۔ اس لئے سیدھے مدینہ جانا چاہئے۔ کچھ لوگوں نے شام چلنے کا مشورہ دیا۔ حضرت عبداللہ بن عامر حضرمیؓ نے کہا کہ ملک شام میں امیر معاویہؓ ہیں اور وہ ملک شام کو سنبھالے رکھنے کی طاقت اور اہلیت رکھتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عامر حضرمیؓ نے مشورہ دیا کہ میں بصرہ کا گورنر رہ چکا ہوں وہاں میرا کافی اثر ورسوخ ہے۔ اس کے علاوہ بصرہ کے لوگوں کا رجحان حضرت طلحہؓ کی طرف ہے۔ اس لئے ہمیں بصرہ جانا چاہئے اور اہل بصرہ کو ساتھ ملا کر خونِ عثمانؓ کے مطالبہ میں طاقت پیدا ہو سکتی ہے اور ہمیں ایک بڑی

جماعت کے ساتھ کاروائی کرنے چاہئے۔ اس اتفاقِ رائے کے بعد بصرہ کے سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

9.5.2 ۔ ام المومنینؓ کی بصرہ کیلئے روانگی

مکہ مکرمہ سے جو لشکر صفر ۳۵ھ کو بصرہ کے لئے روانہ ہوا اس کی تعداد ڈیڑھ ہزار (1500) تھی۔ اس لشکر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی والدہ حضرت ام الفضلؓ بھی شامل تھیں۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر حضرت علیؓ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد سب کی یہ رائے ہوئی کہ عبداللہ بن عمرؓ مکہ میں تشریف رکھتے ہیں ان کو بھی شریک کرلو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلوایا گیا اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؓ قاتلینِ عثمانؓ کے خروج میں شریک ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ میں مدینہ والوں کے ساتھ ہوں وہ جو کریں۔ اس جواب پر پھر ان سے کسی نے اصرار نہیں کیا۔ ام المومنین حضرت حفصہؓ بھی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ساتھ جانا چاہتی تھیں لیکن ان کو ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے روک دیا۔ اس لشکر میں مروان بن حکم بھی شامل تھا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی قیادت میں سفر کرتا ہوا یہ لشکر بصرہ پہنچ گیا۔

حضرت علیؓ کے نمائندے عمران بن حصین اور ابوالاسود دولی نے ام المومنینؓ سے بصرہ آنے کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے پورے مجمع کے سامنے خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

خدا کی قسم! میرے مرتبہ کے لوگ اپنے ارادے کو نہیں چھپاتے اور نہ کوئی ماں اپنے بیٹوں سے کوئی حال چھپاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عوام اور جھگڑالو لوگوں نے حرمِ رسول (مدینہ منورہ) پر حملہ کیا ہے اور اس میں فتنہ فساد برپا کر کے اور فتنہ پردازوں کو پناہ دے کر اپنے کو خدا اور رسول ﷺ کی لعنت کا مستحق بنا لیا ہے۔ انہوں نے بے سبب اور بے گناہ امام المسلمینؓ کو شہید کیا، معصوم خون بہایا، ان کا مال لوٹا ہے جو ان کے لئے حرام تھا، مقدس شہر اور مقدس مہینہ کی بے حرمتی کی گئی، لوگوں کی آبروریزی کی اور مسلمانوں کو مارا، ان کے گھروں میں زبردستی گھس گئے، جو ان کو روکنے سے مجبور تھے، انہوں نے نقصان پہنچایا، مسلمانوں میں نہ ان سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ وہ ان سے محفوظ ہیں۔ میں مسلمانوں کو لے کر اس لئے نکلی ہوں کہ لوگوں کو بتاؤں کہ ان سے مسلمانوں کو کیا نقصان پہنچ رہا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ☆

(سورۃ النسآء۔۱۱۴)

(لوگوں کی بہت سی سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر یہ کہ خیرات اور عام نیکی کا حکم دیں اور لوگوں کے درمیان اصلاح کروائیں)

ہم اصلاح کے لئے اٹھے ہیں جس کا خدا اور اس کے رسول ﷺ نے ہر چھوٹے بڑے اور ہر مرد و عورت کو حکم دیا ہے۔ یہ ہے ہمارہ وہ نیک مقصد جس پر ہم تم کو آمادہ کر رہے ہیں اور جس کی بُرائی سے تم کو روکنا چاہتے ہیں۔

(طبری)

ام المومنین ؓ کی یہ تقریر سن کر حضرت عمران بن حصین جھگڑوں سے الگ ہو کر گھر میں بیٹھ گئے۔ بصرہ کے گورنر عثمان بن حنیف نے لشکر کو بصرہ میں داخل ہونے میں مزاحمت کی اور کوششیں کیں کہ کسی طرح سے یہ لشکر واپس مکہ مکرمہ چلا جائے۔ ام المومنین ؓ کے لشکر میں بھی دو رائے ہو گئیں کہ واپس جایا جائے یا یہاں ہی ٹھہر کر مقابلہ کیا جائے۔ حضرت زبیر ؓ اور حضرت طلحہ ؓ بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ اس موقع پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے ایک اور تقریر کی۔

آپ ؓ نے فرمایا!

لوگ عثمان ؓ پر اعتراض کرتے تھے اور ان کے عہدے داروں کی بُرائیاں بیان کرتے تھے۔ مدینہ آ کر ہم سے شکایات بیان کر کے مشورہ چاہتے تھے۔ ہم ان شکایات پر غور کرتے تو عثمان ؓ کو نیکوکار، پرہیزگار، راست باز اور شکایت کرنے والوں کو گناہ گار، غدار، اور جھوٹا پاتے۔ ان کے دل میں کچھ تھا اور زبان پر کچھ۔ جب ان کی قوت اور تعداد بڑھ گئی تو (حضرت) عثمان ؓ کے گھر میں گھس گئے اور بغیر کسی سبب اور عذر کے معصوم خون بہایا اور قابلِ عزت شہر کی بے حرمتی کی۔

خبردار ہو جاؤ کہ جو کام تمہیں کرنا ہے اور جس کے خلاف کرنا سزا ہے۔ وہ عثمان ؓ کے قاتلوں کی گرفتاری اور کتاب اللہ کے احکام کا اجراء ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے!

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُواْ نَصِيباً مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَى كِتَابِ اللّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّى فَرِيقٌ مِّنْهُمْ وَهُم مُّعْرِضُونَ-O

(سورۃ آل عمران۔۲۳)

کیا تم ان لوگوں کونہیں دیکھتے جن کو کتاب اللہ کا ایک حصہ دیا گیا ہے کہ کتاب اللہ کی جانب اس کو دعوت دی جاتی ہے تا کہ وہ (کتاب) ان کے درمیان (نزاعات کا) فیصلہ کردے تو پھر ان میں سے ایک طبقہ منہ پھیر لیتا ہے اور وہ روگردانی کرنے والے ہی ہیں)۔

سامعین کے دلوں پر اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ خود عثمان بن حنیف کی فوج کا ایک حصہ یہ کہہ کر لڑائی سے الگ ہو گیا کہ ام المومنینؓ سچ فرماتیں ہیں۔ (طبری)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے لشکر کو لئے ہوئے مقام مرور تک آپہنچیں۔ عثمان بن حنیف پھر بھی اپنے ارادے سے باز نہیں آئے اور حضرت علیؓ کے آنے سے پہلے ہی جنگ شروع کردی اور ام المومنینؓ کے لشکر سے شکست کھائی۔ حکیم بن جبلہ مارا گیا۔ لشکر کے لوگوں نے گورنر عثمان بن حنیف کو گرفتار کر لیا لیکن پھر ام المومنینؓ کے حکم پر رہا کر دیا گیا۔ بہت سے سبائی اور قاتلینِ عثمان کی جماعت کے لوگ مارے گئے اور بصرہ پر ام المومنینؓ کا قبضہ ہو گیا۔

9.6 ۔ جنگ جمل

9.6.1 ۔ شروعات

حضرت علیؓ مدینہ میں حضرت امیر معاویہؓ سے جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ یہ نئی صورتِ حال پیدا ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے مقابلہ کو فی الحال ملتوی کر دیا۔ حضرت سہل بن حنیفؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر ایک لشکر لے کر مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے حاضر ہو کر آپؓ کی سواری کی لگام تھامی اور عرض کیا اے امیر المومنین! آپؓ مدینہ سے نہ نکلئے۔ اگر آپؓ اس وقت نکلے تو خدا کی قسم! پھر واپس یہاں نہ آ سکیں گے اور مدینہ سے مرکزِ حکومت نکل جائے گا۔ لیکن اب صورتِ حال ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ ان کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی۔ مدینہ سے روانگی کے وقت اہلِ مدینہ پر یہ بہت شاق گزرا کہ وہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ،حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے مقابلہ پر نکلیں۔ لیکن جب حضرت ابوالہشم بدری، زیاد بن حنظلہ، خزیمہ بن ثابت ،اور ابوقتادہ نے آمادگی ظاہر کی تو اور لوگ بھی تیار ہو گئے۔

آخر ربیع الثانی ۳۶ھ کو حضرت علیؓ مدینہ سے نکل کر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ سات سو آدمی تھے جس میں زیادہ تر کوفہ اور بصرہ کے رہنے والے تھے۔ لیکن راستہ میں بھی لوگ شامل ہوتے گئے۔ عبداللہ بن سبا بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ راستے میں آپؓ کے لشکر میں شامل ہو گیا۔ راستے میں زیدہ کے مقام پر قیام کیا۔ یہاں سے حضرت سہل بن حنیفؓ کو پیغام بھجوایا کہ

وہ بھی حضرت علیؓ کے پاس آ جائیں اور اپنی جگہ حضرت ابوالحسن المازنی کو قائم مقام بنا دیں۔ یہاں سے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو کوفہ روانہ کیا کہ اپنے حق میں لوگوں کو جمع کر کے لائیں۔ زیدہ کے مقام سے آگے بڑھتے ہوئے حضرت علیؓ نے عمرو بن جراح کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر کیا اور فید کے مقام پر پہنچے۔ یہاں پر بنو اسد قبیلہ طے کے بہت سے لوگوں نے آپؓ کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ پھر مقام فید سے مقام ثعلبہ پہنچے اور وہاں پڑاؤ ڈالا۔ اس مقام پر آپؓ کو خبر ملی کہ حکیم بن جبلہ مارا گیا۔ اسی جگہ پر عثمان بن حنیف جو کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کے لشکر سے شکست کھا کر گرفتار ہو گئے تھے۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے کہنے پر ان کو چھوڑ دیا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچے اور ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا پھر حضرت علیؓ یہاں سے چل کر مقام ذی قار میں پہنچے۔

جو دو حضرات کوفہ کے لوگوں کو اپنے ساتھ دینے کے لئے گئے تھے تو کسی نے بھی ان کا ساتھ دینے پر آمادگی ظاہر نہیں کی۔ یہ صورتِ حال دیکھ کے محمد بن ابی بکرؓ نے لوگوں کو زبردستی آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ دیکھ کے محمد بن ابی بکرؓ اور محمد بن جعفرؓ کو بہت غصہ آیا اور حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے ان کی تلخ کلامی بھی ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ بھی غصہ میں تھے فرمانے لگے عثمانِ غنی کی بیعت میری اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دونوں کی گردن پر ہے۔ اگر لڑائی کرنا ہی لازم ہے تو پھر حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں سے کرنی چاہئے۔ یہ سن کر دونوں حضرات نے خاموشی اختیار کر لی اور کوفہ سے ناکام ہو کر واپس لوٹ گئے۔ ذی قار کے مقام پر پہنچ کر حضرت علیؓ کے سامنے تمام صورتِ

حال وضاحت کے ساتھ پیش کر دی۔ ان حضرات کی ناکامی کے بعد حضرت علی ؓ نے مالک اشتر اور حضرت ابن عباس ؓ کو حکم دیا کہ وہ کوفہ جائیں اور حضرت ابو موسیٰ الاشعری کو سمجھا کر ساتھ دینے پر آمادہ کریں۔ دونوں حضرات نے کوفہ پہنچ کر حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے ملاقات کی اور انہیں اس معاملہ میں حضرت علی ؓ کا ساتھ دینے کی درخواست کی۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کسی طرح سے ان کی باتوں سے قائل نہیں ہو رہے تھے۔ ان کا ہر بات کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ جب تک فتنہ نہ ختم ہو جائے اس معاملہ میں خاموشی ہی اختیار رکھوں گا۔ چنانچہ یہ سفارت بھی ناکام ہوگئی۔

9.6.2 ۔ امام حسن ؓ کی حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش

دو کوششیں ناکام ہونے کے بعد تیسری کوشش کی گئی۔ اس میں حضرت امام حسن ؓ اور حضرت عمار بن یاسر ؓ کو کوفہ روانہ کیا گیا تا کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ سے مل کر ان کو اپنی حمایت کے لئے راضی کیا جائے۔ جس وقت یہ کوفہ پہنچے اس وقت حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ مسجد میں پر زور انداز میں تقریر کر رہے تھے۔ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے جس فتنہ سے خوف دلایا تھا وہ سر پر ہے۔ اپنے ہتھیار بے کار کر دو اور گوشہ نشینی اختیار کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ فتنہ فساد کے وقت سونے والا بیٹھنے والے سے اور بیٹھنے والا چلنے والے سے بہتر ہے۔

اسی دوران حضرت امام حسنؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے دونوں کا پُر جوش استقبال کیا۔ دورانِ گفتگو حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے فرمایا! تم نے خلیفۂ وقت حضرت عثمان غنیؓ کی کوئی مدد نہیں کی اور باغی اور فتنہ پروروں سے مل گئے۔ یہ بات سن کر حضرت عمار بن یاسرؓ غصہ میں آ گئے اور تلخی سے جواب دیا۔ اس دوران حضرت امام حسنؓ نے مداخلت کی اور نہایت ادب سے کہا کہ میرے ماں باپ آپؓ پر قربان آپؓ نے درست فرمایا ہے مگر تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور ایک دوسرے کا خون ایک دوسرے پر حرام ہے اور کہا کہ لوگوں نے اس بارے میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا اور سوائے اصلاح کے ہمارا اور کوئی مقصد نہیں۔

کوفہ والے حضرت امام حسنؓ کا بے حد احترام کرتے تھے لوگ ان کی بات سننے پر آمادہ ہوئے تو انہوں نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے فرمایا۔ لوگو! میری دعوت قبول کرو، میری اطاعت کرو، اس وقت ہم اور تم سب جس مشکل میں گھِرے ہوئے ہیں اس سے نکلنے میں ہمارا ساتھ دو۔ امیر المومنینؓ فرماتے ہیں کہ اگر ہم مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو اور اگر ہم ظالم ہیں تو ہم سے حق لو۔ حضرت امام حسنؓ کے پُر اثر خطاب سے لوگوں کے دلوں پر بڑا اثر ہوا اور لوگوں نے کھڑے ہو ہو کر ان کی حمایت کا اعلان کیا۔ کوفہ کے ایک بزرگ حجر بن عدی کندی بھی تھے انہوں نے حضرت امام حسنؓ کی تائید میں لوگوں سے کہا کہ لوگو! غور کرو۔ امیر المومنینؓ نے اپنے بیٹے کو بھیج کر تمہیں ساتھ دینے کی دعوت دی ہے۔ اس لئے اس کو قبول کر لو اور ان کے جھنڈے تلے جمع ہو کر فتنہ وفساد کی آگ کو ٹھنڈا کرو اور اس مقصد کے لئے سب

سے پہلے میں ان کی حمایت کرتا ہوں۔ اس طرح کی باتوں کی وجہ سے لوگوں میں جوش وخروش پیدا ہو گیا۔ اگلے دن تک تقریباً ساڑھے نو ہزار افراد حضرت امام حسنؓ کی حمایت میں اکٹھے ہو چکے تھے۔ حضرت حسنؓ ان کو لے کر حضرت علیؓ کے پاس ذی وقار پہنچے تو انہوں نے آگے بڑھ کر استقبال کیا۔

9.6.3 ۔ بصرہ کی صورتِ حال

بصرہ کے لوگ تین گروپوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ایک گروپ نے غیر جانبداری اختیار کرتے ہوئے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ دوسری گروپ حضرت علیؓ کی حمایت کر رہا تھا۔ جبکہ تیسرا گروپ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ساتھ دے رہا تھا۔ مسلمانوں کے درمیان زبردست خون ریزی کا ماحول پیدا ہوتا جا رہا تھا۔ دونوں طرف سے جنگی تیاریاں ہو رہیں تھیں۔ ایسی حالت میں جو لوگ غیر جانبدار ہو کے خاموش بیٹھ گئے تھے انہوں نے صورتِ حال کا ادراک کرتے ہوئے سوچا کہ اس طرح اس موقع پر خاموش رہنا مناسب نہیں ہے تو انہوں نے مصالحت کی کوششیں شروع کر دیں۔ دونوں گروپوں کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں جس سے انہیں اندازہ ہوا کہ دونوں میں سے کوئی گروہ بھی خون ریزی نہیں چاہتا۔ حضرت قعقاع بن عمرؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ اور حضرت طلحہؓ سے ملاقاتیں کیں اور بات چیت بہت مفید ثابت ہوئی۔ حضرت قعقاع بن عمرؓ نے ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا! امّاں! آپؓ

کس غرض سے یہاں تشریف لائی ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا! بیٹا! لوگوں میں اصلاح کے لئے۔ حضرت قعقاع بن عمرؓ نے کہا کہ ذرا (حضرات) طلحہؓ اور زبیرؓ کو بھی بلا لیجئے کہ وہ بھی میری اور آپؓ کی گفتگو سن سکیں۔ یہ دونوں بزرگ بلا لئے گئے۔ حضرت قعقاع بن عمرؓ نے ان سے کہا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ دریافت کیا ہے کہ وہ کس غرض سے تشریف لائی ہیں۔ انہوں نے فرمایا! اصلاح کے لئے۔ اب آپ دونوں کیا کہتے ہیں۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہیں یا مخالفت؟ انہوں نے کہا تعمیل۔ حضرت قعقاع بن عمرؓ نے کہا کہ پھر بتایئے کہ اصلاح کا کیا طریقہ ہے اگر وہ ہم کو معلوم ہو جائے تو ضرور اصلاح کریں گے اور ہمیں نہ معلوم ہو سکا تو کبھی اصلاح نہ ہو سکے گی۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے جواب دیا کہ قاتلینِ عثمانؓ کو اگر چھوڑ دیا جائے تو قرآن کو چھوڑ دیا گیا اور اسے لے لیا جائے تو قرآن کو زندہ کیا گیا۔

اس کے جواب میں قعقاعؓ نے کہا! آپ لوگ بصرہ کے قاتلینِ عثمانؓ کو قتل کر چکے ہو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ کے چھ ہزار لوگوں نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا۔ پھر جب آپ لوگوں نے حرقوص بن زہیر کو پکڑنے کا ارادہ کیا تو یہی چھ ہزار آدمیوں نے مزاحمت کی اور آپ لوگ حرقوص کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ گویا جس قصاص کا دعویٰ ہے اسے آپ لوگ خود چھوڑ چکے۔ اگر آپ لوگوں نے جنگ کا خیال ترک نہ کیا تو وہی لوگ جو آپ کا ساتھ چھوڑ چکے ہیں آپ سے لڑیں گے۔ غرض حضرت قعقاعؓ نے حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ کو جنگ سے روکنے کی پوری کوشش کی۔ ان کی باتیں سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا! پھر تمہاری کیا رائے ہے۔ انہوں نے

کہا کہ میرے نزدیک بہترین طریقہ امن وسکون ہے۔ جب حالات پُرسکون ہو جائیں گےتو قاتلینِ عثمانؓ کو بڑی پریشانی ہوگی اوران سے قصاص بھی لیا جاسکے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آپ لوگ حضرت علیؓ کی بیعت کرلیجئے۔ یہ امت کے لئے نیک فال اور رحمت ہےاور قصاص کی بھی یہی صورت ہے۔ اوراگرآپ اپنی ضد پر قائم رہےتو نہ امن وامان قائم ہوگا اور نہ قصاص لیا جاسکے گا۔ جس طرح آپ لوگ ہمیشہ کی طرح امت کے لئے امن وعافیت کی کنجی تھے ویسے ہی اب بھی بنئے۔ ہم کو اوراپنے آپ کواس سخت آزمائش میں مبتلا نہ کیجئے کہ یہ آزمائش دونوں کو پریشانی میں مبتلا کردے گی۔ یہ ایک آدمی یا چند آدمی یا ایک جماعت کے قتل کا معاملہ نہیں بلکہ ساری امت کا سوال ہے۔ (طبری)

قعقاعؓ بن عمر کی یہ تقریر اتنی مؤثر اور معقول تھی کہ ام المومنینؓ، حضرت طلحہؓ اورحضرت زبیرؓ نے اسے پسند کیا اورفرمایا کہ تم بالکل ٹھیک کہتے ہو۔ حضرت علیؓ کے پاس جا کر ان کی بھی رائے لو۔ اگر وہ بھی تمہارے ہم خیال ہوں تو معاملات اصلاح پذیر ہوسکتے ہیں۔

قعقاعؓ نے واپس جا کہ حضرت علیؓ کو یہ خوشخبری سنائی۔ آپؓ سن کر بہت خوش ہوئے اورمخلص مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت مصالحت کے لئے تیار ہو گئی۔ قعقاعؓ نے مسلمانوں کے سامنے تقریر کی اوران سے کہا کہ اب معاملات اصلاح کی طرف گامزن ہوگئے ہیں۔ اس لئے میں کل لوٹ جاؤں گا اورتم بھی لوٹ جاؤ۔ لیکن جن لوگوں نے عثمانؓ کے خون میں کسی قسم کی شرکت کی ہے انہیں نہ ہم سے کوئی توقع رکھنی چاہئے اورنہ ہماراساتھ دینا چاہئے۔ (طبری)

فتنہ پروروں کا وہ گروہ جس میں عبداللہ بن سبا، خالد ابن ملجم، مالک اشتر نخعی، علباء بن ہیثم، شریح بن ابی ادنیٰ الضبیعی، عدی بن حاتم، سالم بن ثعلبہ العبسی اوران جیسے دوسرے لوگ شامل تھے ان مصالحانہ کوششوں سے خوف زدہ تھے اور نہیں چاہتے تھے کہ دونوں فریقین میں صلح ہو۔ کیونکہ اگران میں صلح ہو جاتی ہے تو یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتل سمجھے جاتے تھے۔ ان کو اپنی جان خطرے میں محسوس ہوئی تو انہوں نے ایک الگ میٹنگ کی اوراس میں یہ لائحہ عمل تیار کیا کہ اس مصالحت کی کوششوں کو کس طرح نا کام بنا کے جنگ کی آگ بھڑ کائی جائے۔ مالک اشتر نخعی نے کہا کہ علیؓ مدعیانِ قصاص سے زیادہ کتاب اللہ سے واقف ہیں اوراس پر عامل ہیں۔ وہ یقیناً خونِ عثمان کا قصاص لیں گے۔ اشتر نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ طلحہؓ و زبیرؓ ہوں یا علیؓ ہوں، ہمارے متعلق سب کی ایک ہی رائے ہے۔ طلحہؓ اور زبیرؓ کی رائے ہم لوگوں کے بارے میں کھلی ہے۔ لیکن علیؓ کی رائے اب تک نہیں معلوم، اگر یہ صلح انجام تک پہنچتی ہے تو پھر ہم لوگوں کی خیر نہیں۔ ہم میں سے کسی کی جان نہیں بچے گی۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ ہم سب مل کر علیؓ کو بھی عثمانؓ کے پاس پہنچادیں کہ یہ قصہ ہی ختم ہو، لیکن اس رائے پر لوگوں نے اتفاق نہیں کیا۔

عبداللہ بن سبا جو اس مجلس کا سربراہ تھا، اس نے کہا! حضرت علیؓ کے ہمراہ اس وقت بیس ہزار کا لشکر ہے اور طلحہؓ وزبیرؓ کے ساتھ تیس ہزار سے کم فوج نہیں ہے۔ اس لئے ہمارا مقصد پورا کرنا آسان نہیں ہے۔ سالم بن ثعلبہ بولا کہ ہم کو صلح ہو جانے تک اور دور چلے جانا چاہئے۔ شریح نے بھی اس رائے سے اتفاق ظاہر کیا۔ لیکن عبداللہ بن سبا بولا کہ یہ رائے بھی کمزور اور غیر مفید ہے اور دوسرے ارکان نے

دوسری رائے دیں لیکن کسی پر اتفاق نہیں ہوا۔ آخیر میں عبداللہ بن سبا نے کہا کہ علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ کو مزید غور وفکر کا موقع ہی نہ دو۔ مصالحت کی تکمیل سے پہلے دونوں کے درمیان جنگ چھیڑ دو۔ جب ایک مرتبہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں تو پھر بچاؤ کے لئے مجبوراً جنگ کرنی پڑتی ہے۔ اس رائے پر سب نے اتفاق کیا اور پھر انہوں نے صلح کی تمام کوششیں ناکام بنا دیں۔ (طبری)

9.6.4 ۔ صلح کی خوشخبری

حضرت علیؓ ذی قار سے بصرہ پہنچ چکے تھے۔ آپؓ کے آنے کے بعد حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سے صلح کی آخری گفتگو ہوئی اور مختلف مسائل موضوع گفتگو رہے اور بالآخر اس بات پر اتفاق ہو کہ امت کی اصلاح صلح ہی میں ہے۔ دونوں طرف سے تمام معاملات پر اتفاقِ رائے ہونے کے بعد فریقین اپنے اپنے لشکر گاہوں میں خوش خوش اور مطمئن واپس ہوئے اور اطمینان وسکون کے ساتھ سوئے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ قاتلین عثمانؓ کو شرعی سزا دینے پر رضا مند ہو گئے تھے۔

(طبری ج۵ ص۲۰۲)

9.6.5 ۔ معرکہ جمل کا آغاز

عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں کو یہ صلح بہت ناگوار گزر رہی تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ اگر یہ رات خیریت سے گزر گئی تو صبح صلح ہو جائے گی اور لوگ اپنے اپنے

رستوں پر چلے جائیں گےتو انہوں نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ مصالحت کی کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے رات کی تاریکی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی فوج پر حملہ کردیا ہرطرف افراتفری مچ گئی اور خود شور مچادیا کہ حضرت علی ؓ نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک کوئی معاہدہ طے نہ ہو جائے کوئی ایک دوسرے پر حملہ نہیں کرے گا۔ حضرت علی ؓ نے بدعہدی کی ہے۔ حضرت عائشہ ؓ کے لشکریوں نے کہا کہ جب حضرت علی ؓ کو عہد کا پاس نہیں تو ہم بھی عہد پورا کرنے کے پابند نہیں۔ دونوں طرف کے لشکریوں نے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق حملہ میں حصہ لیا۔ حالانکہ ابھی مصالحت کی کوششیں جاری تھیں اور بظاہر لڑائی کے کوئی آثار نہیں تھے اور نہ ہی فریقین کے سرکردہ لوگ لڑائی کے خواہش مند تھے۔ فتنہ پرور اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے تھے اور مسلمانوں کے درمیان لڑائی شروع ہو چکی تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں تاکہ اپنے لوگوں کو جاکر اس لڑائی سے روکیں۔ حضرت علی ؓ نے بھی اپنی فوج کے سپاہیوں کو روکنے کی کوشش کی لیکن لڑائی کا دائرہ پھیل چکا تھا۔ حضرت زبیر ؓ اور حضرت طلحہ ؓ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے لشکر کی قیادت کررہے تھے۔ یہ دونوں میدان میں تھے کہ حضرت علی ؓ حضرت طلحہ ؓ کے قریب پہنچے اور ان سے کہا کہ تم میرے خلاف میری دشمنی میں یہ ساری کوشش کررہے ہو اور میرے مقابلہ پر آئے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آگے کیا عذر پیش کروگے، کس طرح اس کام کو جائز ثابت کروگے۔ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں۔ کیا تم پر میرا اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے۔ حضرت طلحہ ؓ نے جواب دیا کہ کیا آپ ؓ نے حضرت عثمان ؓ کے قتل کی سازش نہیں کی؟

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے اور قاتلینِ عثمانؓ پر اللہ لعنت بھیجے گا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ کی طرف بڑھے اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا! اے ابوعبداللہؓ! تمہیں وہ دن یاد نہیں کہ جب تم سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت کیا تھا کہ تم علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے دوست ہو تو تم نے کہا تھا کہ ہاں یارسول اللہ ﷺ، پھر اس وقت رسول اللہ ﷺ نے تم سے فرمایا تھا کہ تم ایک دن ان سے ناحق لڑو گے۔ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا! ہاں۔ مجھ کو یاد آ گیا مگر آپؓ نے میری روانگی سے پہلے مجھ کو یہ بات یاد نہ دلائی ورنہ میں مدینہ طیبہ سے ہی نہ روانہ ہوتا اور اب میں آپؓ سے ہرگز نہیں لڑوں گا۔

9.6.6 ۔ حضرت زبیرؓ کی جنگ سے علیحدگی

حضرت زبیرؓ نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے کہا کہ حضرت علیؓ نے مجھے ایک ایسی بات یاد دلا دی ہے کہ جس کی وجہ سے لڑائی کا سارا جوش ٹھنڈا ہو گیا۔ ہم حق پر نہیں ہیں اور اب میں جنگ میں شرکت نہیں کروں گا۔ یہی بات حضرت زبیرؓ نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کی اور جنگ سے علیحدگی اختیار کرتے ہوئے اپنے بیٹے سے بھی ساتھ دینے کے لیے کہا۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ آپؓ حضرت علیؓ کے لشکر کو دیکھ کر ڈر گئے ہیں۔ اس پر حضرت زبیرؓ تنہا بصرہ کی طرف نکل پڑے تاکہ وہاں سے اپنا سامان لے کر کسی طرف چلے جائیں۔

میدانِ جنگ سے نکلتے ہوئے بہت سے لوگوں نے ان کو دیکھا اس میں احنف بن قیس کے دستہ کا ایک شخص عمرہ بن الجرموز سبائی ان کے تعاقب میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ لوگوں پر اپنے ارادے کو ظاہر کئے بغیر ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور پھر آپؓ سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ راستے میں وادی السباع پر پہنچے تو نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت زبیرؓ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور نماز پڑھنی شروع کی کہ عین سجدہ کی حالت میں عمرو بن الجرموز نے تلوار سے کاری وار کیا اور ان کو شہید کر دیا۔ ان کو شہید کرنے کے بعد سیدھا حضرت علیؓ کے پاس آیا اور ان کے خیمہ کے باہر کھڑا ہو گیا۔ ایک شخص نے آکر حضرت علیؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت زبیرؓ کا قاتل آپؓ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ یہ سنتے ہی آپؓ نے فرمایا! اسے اجازت دے دو اور ساتھ ہی اسے جہنم کی بشارت دے دو۔ اس کے بعد وہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس کے پاس حضرت زبیرؓ کی تلوار دیکھی تو حضرت علیؓ کے آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا! او ظالم! یہ وہ تلوار ہے جس نے ایک مدت تک رسول اللہ ﷺ کی محافظت کی ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابن صفیہ (حضرت زبیرؓ) کا قاتل جہنمی ہو گا، اس کو جہنم کی خبر دے دو۔ اس طرح کی باتوں کی عمرو بن الجرموز کو قطعی توقع نہیں تھی۔ وہ ایسا پریشان ہوا کہ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخانہ جملے کہہ کر اپنے پیٹ میں تلوار مار کر خودکشی کر لی اور جہنم واصل ہوا۔

(البدایہ والنہایہ)

9.6.7 ۔ حضرت طلحہؓ کا فیصلہ

حضرت طلحہؓ نے حضرت زبیرؓ کو میدانِ جنگ سے جاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی ارادہ کیا کہ میں بھی حضرت علیؓ سے مقابلہ نہیں کروں گا۔ اس خیال سے یہ لشکر سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ جنگ سے علیحدگی اختیار کرنے پر مروان بن حکم نے تاک کر ایک تیر مارا جو زہر میں بجھا ہوا تھا وہ آپؓ کی ٹانگ پر لگا زہر نے فوراً اثر کیا اور آپؓ شہید ہو گئے۔

حافظ ابنِ کثیر اپنی کتاب البدایہ النہایہ میں لکھتے ہیں کہ تیر حضرت علیؓ کے لشکر کی طرف سے آیا تھا جبکہ مروان بن حکم ام المومنینؓ کے لشکر میں تھا۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ تیر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ خون نہیں رک رہا تھا۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں شامل حضرت قعقاع بن عمروؓ نے یہ دیکھا تو وہ حضرت طلحہؓ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا! اے ابو محمدؓ! آپؓ کا زخم بہت شدید ہے آپؓ فوراً بصرہ تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرت طلحہؓ گھوڑے پر سوار ہو کر بصرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ بصرہ میں پہنچتے ہی زخم سے بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے اور پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کو بصرہ میں ہی دفن کر دیا گیا۔

حضرت علیؓ جب حضرت طلحہؓ کی لاش پر گئے تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور اپنے دستِ مبارک سے ان کے رخسار پر پڑی گرد صاف کرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اے ابو محمد! برداشت نہیں ہوتا کہ میں تم کو آسمانوں کے تاروں کے نیچے

زخموں سے چور اور پٹیوں میں بندھا ہوا دیکھوں۔ اس موقع پر آپ ؓ کی زبان سے نکلا کہ کاش میں اس دن کو دیکھنے سے بیس برس پہلے دنیا سے رخصت ہو چکا ہوتا۔

(العبقریات الاسلامیہ ص۹۵۹)

9.6.8 ۔ گھمسان کا رن

میدان میں گھمسان کی جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔ کعب بن مسعودؓ ام المومنینؓ کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگے کہ لڑائی شروع ہوگئی ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ ؓ اونٹ پر سوار ہو جائیں اور میدانِ قتال کی طرف چلیں۔ ممکن ہے آپ ؓ کی سواری کو دیکھ کر لوگ قتال سے رک جائیں اور صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ یہ سن کے حضرت ام المومنینؓ نے آمادگی ظاہر کی اور فوراً اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ آپ ؓ کے ہودج پر لوگوں نے احتیاط کی خاطر زرہیں پھیلا دیں اور اونٹ کو ایسے موقع پر لا کر کھڑا کر دیا جہاں سے لڑائی کا ہنگامہ صاف نظر آتا تھا۔ مگر توقع کے خلاف لڑائی کم ہونے کے بجائے اور زور پکڑ گئی۔ حملہ آور فوج ان کے اونٹ کو نشانہ بنائے ہوئے تھے اور ہر طرف سے اس اونٹ پر حملہ ہو رہا تھا۔ مگر ام المومنینؓ کے وفادار اپنے جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے آپ ؓ کی حفاظت کر رہے تھے اور کسی بھی صورت مخالفین کو کامیاب ہونے نہیں دے رہے تھے۔ اونٹ کی مہار حضرت کعب ؓ کے ہاتھ میں تھی۔ ام المومنینؓ نے جب دیکھا کہ حملہ آور کسی طرح سے بھی باز نہیں آ رہے اور اونٹ کو بچاتے ہوئے بہت زیادہ جانی نقصان ہو رہا ہے تو آپ ؓ نے

حضرت کعبؓ کو حکم دیا کہ اونٹ کی مہار چھوڑ دو اور قرآنِ حکیم کو بلند کر کے آگے بڑھو اور لوگوں کو اس طرف بلاتے ہوئے کہو کہ ہمیں قرآنِ کریم کا فیصلہ منظور ہے تم بھی قرآنِ کریم کا فیصلہ قبول کر لو۔ حکم کے مطابق حضرت کعبؓ نے ایسا ہی کیا۔ دوسری طرف عبداللہ بن سبا کے ساتھیوں کو اس بات کی پرواہ نہیں تھی۔ انہوں کے حضرت کعبؓ پر تیروں کی بارش کر دی اور وہ شہید ہو گئے۔ اس پر لڑائی میں اور شدت آ گئی۔ ام المومنینؓ کے اونٹ کے ارد گرد لاشوں کے انبار لگ گئے۔ اہلِ بصرہ اس قدر دلیری اور بے جگری سے لڑے کہ حضرت علیؓ حیران ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ام المومنینؓ کے اونٹ کی لگام تھام لی، ان پر تیر برس رہے تھے آپ شدید زخمی ہو گئے تو دوسرے شخص نے مہار پکڑ لی وہ شہید ہو گئے تو تیسرے نے آگے بڑھ کر مہار پکڑ لی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ستّر لوگوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا۔ شہید ہونے والوں میں عبدالرحمٰن بن عتاب ، جندب بن زہیر، عبداللہ بن حکیم وغیرہ شامل تھے۔ (طبری و مستدرک حاکم)

ام المومنینؓ کے لشکر نے اکٹھے ہو کر اس قدر زوردار حملہ کیا کہ حضرت علیؓ کی فوج پسپائی اختیار کرنے لگی۔ اس پر حضرت علیؓ نے اپنی فوج سے کہا کہ جب تک اونٹ کو نہ بٹھایا گیا یہ خون ریزی اسی طرح ہوتی رہے گی۔ چنانچہ آپؓ نے ایک مرتبہ پھر اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور بھرپور حملہ کیا۔ حملہ کے دوران ایک شخص اعین بن عنبہ نے موقع پا کر پیچھے سے جا کر اونٹ کے پاؤں پر تلوار ماری، اونٹ بلبلا کر نیچے بیٹھ گیا۔ اونٹ کے گرتے ہی ان کے لشکریوں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور وہ

منتشر ہونا شروع ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے اعلان کر دیا کہ نہ کسی بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے، نہ کسی زخمی کو پامال کیا جائے اور نہ کسی کا مال لوٹا جائے۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے یا گھر کا دروازہ بند رکھے وہ مامون ہے۔ اس اعلان کے سنتے ہی فوج نے ہاتھ روک دیئے۔ حضرت علیؓ کے لشکر نے فوری طور پر اونٹ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ جو ان کے ساتھ تھے کو حکم دیا کہ جا کر اپنی ہمشیرہ کی حفاظت کرو۔ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچنے پائے۔ چنانچہ محمد بن ابوبکرؓ، قعقاع بن عمروؓ اور عمار بن یاسرؓ جلدی سے پہنچے اور کجاوہ کی رسیاں کاٹ کر لاشوں کے درمیان سے الگ لے جا کر بٹھا دیا اور پردہ کے لیے ان پر چادر تان دی۔ وہ ان کو عبداللہ بن خلف خزاعی کے گھر میں لے گئے اور صفیہ بنت الحرث بن ابی طلحہ کے پاس ٹھہرایا۔ حضرت علیؓ خود ام المومنینؓ کے پاس تشریف لائے اور خیریت دریافت کی اور دونوں طرف سے تبادلہ خیال ہوا۔ صلح کے معاملہ میں بات چیت ہوئی۔ معذرت کے اظہار کیئے گئے۔

اس کے بعد ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو چالیس عورتوں اور ان کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ کے ہمراہ نہایت عزت و اکرام سے بصرہ سے روانہ کیا گیا۔ حضرت علیؓ کافی دور تک ان کے قافلہ کے ساتھ ان کو رخصت کرنے کے لئے چلے۔ دوسری منزل تک امام حسنؓ پہنچانے آئے۔ ام المومنینؓ نے چلتے وقت لوگوں سے فرمایا کہ ہمارے درمیان یہ جنگ محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی ورنہ میرے اور علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے درمیان کوئی ذاتی جھگڑا نہیں تھا۔ حضرت علیؓ نے بھی اسی طرح کے الفاظ ادا کیئے اور ارشاد فرمایا! یہ حضور سرورِ کائنات ﷺ کی حرم محترمہ اور ہماری ماں

ہیں، ان کی تعظیم وتوقیر ہم سب پر لازم ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پہلے مکہ مکرمہ گئیں اور ذی الحجہ کے مہینہ کی آمد تک وہاں پر قیام کیا پھر حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ یہ واقعہ جمادی الآخرة ۳۶ھ کو پیش آیا۔

9.6.9 ۔ حضرت عائشہ ؓ کی مدینہ منورہ روانگی

مؤرخوں کا بیان ہے کہ حضرت علی ؓ نے حضرت عائشہ ؓ کو اس طرح رخصت کیا کہ ان کے ساتھ پہرہ داروں کی جماعت بھیجی اور بصرہ کی معزز چالیس خواتین کو ان کے ہمراہ روانہ کیا۔ بارہ ہزار کی رقم پیش کی گئی۔ اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ نے کم سمجھا تو اور رقم ہمراہ کی اور کہا کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ حضرت عائشہ ؓ کو کوئی تکلیف سوائے اس کے نہیں پہنچی کی ان کو تیر کی ہلکی سی خراش لگ گئی تھی۔ جس روز انہوں نے سفر کیا حضرت علی ؓ وہاں پہنچے اور کھڑے رہے اور لوگ بھی آئے اور سب نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو رخصت کیا۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے جاتے ہوئے فرمایا! اے میرے بچو! ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کا گلہ شکوہ نہ کرے۔ ہمارے اور علی ؓ کے درمیان پچھلے دنوں کچھ غلط فہمی یا شکوہ شکایت رہی تو صرف اسی قدر جتنا ایک خاتون اور اس کے دیوروں کے درمیان کبھی کبھار ہو جایا کرتی ہے۔ وہ میری عزیزانہ شکایت یا تاثر کے باوجود صلحائے امّت میں سے ہیں۔ اس پر حضرت علی ؓ نے کہا کہ واللہ! ام المومنینؓ نے سچ فرمایا! ہمارے اور ان کے درمیان صرف اس قدر بات تھی اور وہ میرے اور تمہارے نبی

ﷺ کی دنیا اور آخرت میں زوجہ ہیں۔ حضرت علیؓ ان کو رخصت کرنے ان کے ساتھ کافی دور تک گئے اور اس دن جتنا وقت تھا ان کی خدمت میں گزارا۔ یہ واقعہ بروز ہفتہ یکم رجب ۳۶ھ کا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۴۶۔۲۴۷)

جنگِ جمل میں بہت سے بنو امیہ کے لوگ بھی شریک تھے اور اہلِ جمل کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ لڑائی کے بعد مروان بن حکم، عتبہ بن ابی سفیان، عبدالرحمٰن بن حکم اور یحییٰ بن حکم، یہ دونوں مروان کے بھائی تھے وغیرہ، بصرہ سے شام کی طرف چلے گئے اور دمشق میں امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے۔ عبداللہ بن زبیرؓ جنگ میں زخمی ہو گئے تھے انہوں نے بصرہ میں ایک شخص ازدی کے گھر پناہ لی ہوئی تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی محمد بن ابوبکرؓ کو بھیج کر انہیں بلوا لیا اور اپنے ہمراہ مکہ کو روانہ ہو گئیں۔

9.7 ۔ جنگ جمل پر حضرت علیؓ اور علامہ ابن خلدون کا تبصرہ

جنگ کا آغاز سبائیوں کی فتنہ انگیزی سے ہوا اور خاتمہ پر دونوں فریقین کی صفائی سچے دل سے اور نیک نیتی سے دونوں بزرگوں نے اپنے دل صاف کر لئے۔ حضرت عائشہؓ کو تمام عمر اس واقعہ پر ندامت رہی۔ جب بھی اس بات کا تذکرہ ہوتا تو آپؓ زار و قطار رونے لگتیں اور فرماتیں کہ کاش میں اس دن سے بیس سال پہلے دنیا سے اٹھ گئی ہوتی۔ (ازالۃ الخفاء)

ابوبکر، ابوجنتری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے جنگِ جمل میں ان کا مقابلہ کرنے والوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ!

کیا وہ سب مشرک تھے؟

فرمایا! شرک سے تو وہ فرار اختیار کر چکے تھے۔

تو کیا وہ منافق تھے؟

فرمایا! منافق اللہ کو بہت کم یاد کرتے ہیں۔

تو پھر وہ کیا تھے؟

فرمایا! میرے ہی بھائی تھے، میرے خلاف بغاوت کررہے تھے۔

اور مزید فرمایا! میں دعا کرتا ہوں کہ ہم اور وہ سب ان لوگوں میں شامل ہوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا!

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْن"

(سورۃ الحجر۔47)

نہ اُن کو وہاں کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ وہاں سے نکالے جائیں گے

اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تاریخ اسلام کے ماہر علامہ ابن خلدون اپنے مشہور مقدمہ میں لکھتے ہیں!

خبردار اپنے دل میں ان لوگوں کے بارے میں کوئی بُرا خیال نہ لانا اور زبان سے ایک لفظ ان کے خلاف نہ کہنا۔ جہاں تک ممکن ہو ہر فریق کے لئے خیر کا پہلو

تلاش کرنا چاہیئے۔ یہ سب حسنِ ظن کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کے اختلافات دلیل کی بنیاد پر تھے۔ ان کی جنگ حق کے لئے تھی۔ ان میں جو لوگ قاتل تھے یا مقتول سب جہاد کے راستہ پر تھے۔ ہر ایک کا مقصد حق کی حمایت تھا۔ بلکہ علامہ ابن خلدون کے خیال میں ان کے اختلافات بعد میں آنے والوں کے لئے رحمت کا سبب تھے تاکہ ہر شخص ان میں جس کو اپنا ہادی، امام اور رہنما سمجھے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لے اور خلق و کائنات کے بارے میں اللہ کی حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرے۔

علامہ ابن خلدون مزید لکھتے ہیں! حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد فتنہ کا دروازہ کھل گیا۔ جس فریق نے جو کچھ کیا اس کا جواز اس کے پاس تھا۔ وہ سب ہی حق کی تلاش اور دین کے لئے کوشاں تھے۔ دینی امور کو کوئی بھی ضایع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے علم اور سمجھ کے مطابق اجتہاد کیا۔ اللہ ان کے احوال سے واقف ہے۔ ان کے دلوں کا حال اللہ خوب جانتا ہے۔ ہم سب ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے حالات گواہ ہیں اور ان میں سچے افراد کے قول سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ (مقدمہ ابن خلدون)

9.8 ۔ سبائیہ فرقہ کی ایک شرارت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کو بصرہ سے مدینہ روانہ کرنے کے بعد حضرت علی ؓ نے بصرہ کے بیت المال کو کھولا اور جس قدر نقد رقم تھی وہ سب ان لشکریوں میں تقسیم کر دی جو معرکہ جمل میں حضرت علی ؓ کی طرف سے لڑ رہے تھے۔ ہر شخص کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے۔ یہ رقم تقسیم کر کے آپ ؓ نے فرمایا کہ اگر تم ملک شام پر حملہ آور ہو کر فتح یاب ہو گئے تو تمہارے مقررہ وظائف کے علاوہ اتنی ہی رقم اور دی جائے گی۔

عبد اللہ بن سبا کا گروہ جس کو فرقہ سبائیہ کہا جاتا ہے جنگِ جمل کے ختم ہوتے ہی حضرت علی ؓ کے خلاف اعلانیہ بدزبانیاں شروع کر چکا تھا اور اس بدزبانی اور طعنہ زنی کے لئے حضرت علی ؓ کے اس حکم کو وجہ قرار دیا تھا کہ آپ ؓ نے مال واسباب لوٹنے سے منع کیا تھا۔ اب تک تو اس حکم کے خلاف یہ فرقہ شکایات کرتا تھا اور لوگوں کو بھڑکاتا تھا۔ اب جبکہ ہر لشکری کو پانچ پانچ سو درہم ملے تو اس پر بھی اعتراض کا سلسلہ شروع ہو گیا اور یہ مخالفت یہاں تک سختی اور شدت کے ساتھ شروع ہوئی کہ حضرت علی ؓ کو اب خاموشی اختیار کرنا دشوار ہو گیا۔ حضرت علی ؓ اس گروہ کو جتنا سمجھاتے تھے یہ اتنا ہی شیر ہوتے جاتے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک دن یہ سب لوگ بصرہ سے نکل کے چل دیئے۔ حضرت علی ؓ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ملک میں فساد برپا نہ کریں۔ ان کے تعاقب کے لئے آپ ؓ بصرہ سے لشکر لے کر نکلے لیکن وہ ہاتھ نہ آئے اور غائب ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ

عبداللہ بن سبا اپنے آپ کو حضرت علیؓ کا فدائی اور طرف دار ظاہر کرتا تھا اور حضرت علیؓ کی محبت کے پردہ میں اس نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا سامان مہیا کیا تھا۔ اب تک وہ حضرت علیؓ کے شیدائیوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا تھا اور لوگوں کو بہکاتا تھا۔ لیکن اب فتح بصرہ اور جنگ جمل کے بعد اس سبائی گروہ نے دیکھا کہ حضرت علیؓ کی مخالفت کا اظہار کرنے سے اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے تو فوراً اس مخالفت پر تیار ہو گئے۔ یہ گروہ جو درحقیقت مسلم نما یہودیوں اور اسلام کے دشمنوں کا گروہ تھا۔ آئندہ چل کر یہی گروہ خوارج کے نام سے نمودار ہوا۔

(تاریخ اسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی، ج ۱، ص ۵۵۰)

9.9 ۔ حضرت علیؓ اور مالک اشتر کی ناراضگی

مالک اشتر کو معلوم ہوا کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ اس سے سخت ناراض ہیں کیونکہ ان کا بھانجہ اس جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ اشتر کو جب یہ علم ہوا کہ حضرت علیؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا عامل بنا دیا تو اشتر غصہ میں بھنّا کر بولا کہ کیا اسی وجہ سے ہم نے عثمانؓ کو قتل کیا کہ یمن عبیداللہ بن عباس کو دے دیا جائے، حجاز قثیم ابن عباس کو اور بصرہ عبداللہ بن عباس کو دے دیا جائے اور کوفہ خود علیؓ لے لیں۔ یہ کہہ کے اشتر نے اپنی سواری منگوائی اور لشکر چھوڑ کر چلا گیا۔

حضرت علیؓ کو جب اس بات کا علم ہوا تو نہایت تیزی کے ساتھ چل کر اشتر کے پاس پہنچے اور اس کے سامنے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ اس گفتگو کی انہیں

اطلاع ہوگئی ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! اتنی جلدی کیا ہے ہمیں چھوڑ کر آگے چلے آئے۔ حضرت علیؓ کو خطرہ تھا کہ اگر یہ لشکر چھوڑ کر چلا گیا تو ایک نئی بغاوت کھڑی ہو جائے گی۔ (تاریخ طبری)

9.10 ۔ دارالخلافہ کی کوفہ منتقلی

جنگِ جمل کے اختتام کے بعد ۱۲/رجب ۳۶ھ بروز پیر حضرت علیؓ واپس کوفہ تشریف لائے اور مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ کو خلافت کا مرکز قرار دیا۔ حضرت علیؓ نے دارالخلافہ مدینہ منورہ سے کوفہ صرف اس لئے تبدیل کیا کہ مدینہ منورہ جوان کا محبوب شہر تھا، رسول اللہ ﷺ کا دارالہجرۃ اور مدفن تھا۔ اس کو داخلی جنگوں اور فوجی تنازعات سے دور رکھا جائے۔ حضرت عثمانؓ کے شہادت کے وقت مدینہ منورہ کی کافی بے حرمتی ہوئی تھی۔ مسلمانوں کے اندرونی اختلافات بڑھتے جا رہے تھے۔ ماحول میں تناؤ بڑھتا جا رہا تھا۔ حالات کا رخ بتا رہا تھا کسی بھی وقت مدینہ منورہ کے مقدس شہر میں خوں ریزی ہوسکتی ہے۔ اس لئے مسجدِ نبوی حرمِ ثانی اور رسول اللہ ﷺ کی آرام گاہ کے ادب کا تقاضہ تھا کہ یہ جگہ کسی قسم کے فتنہ کا مرکز نہ بنے۔ حضرت علیؓ جیسے ذکی اور غیرت مند شخص کو اس بات کا شدت سے احساس تھا۔ اس کا صرف یہ ہی حل تھا کہ اپنے محبوب شہر کو خیر آباد کر کے دوسری جگہ منتقل ہو جائیں کیونکہ موجودہ حالات میں حضرت علیؓ کی شخصیت مرکزی حیثیت رکھتی تھی۔ آپؓ کسی طرح سے بھی کنارہ کشی اختیار نہیں کر سکتے تھے۔ دوسری بات یہ تھی کہ

حضرت علیؓ کے لشکر میں سب سے بڑی طاقت کوفیوں کی تھی۔ کوفہ مدینہ کے مقابلہ میں دمشق سے قریب تھا کیونکہ اگلا معرکہ دمشق سے ہونے جا رہا تھا۔ کوفہ کا اثر ایرانی صوبوں پر بھی پڑتا تھا۔

استاذ عقاد نے اس کی ایک اور توجیہہ پیش کی ہے وہ لکھتے ہیں!

حضرت علیؓ نے عالمی امامت کا مرکز کوفہ کو بنایا وہ مصلحت اور ضرورت کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ اسلامی سلطنت اس وقت جس مرحلہ میں تھی اس میں اس بات کی ضرورت تھی کہ مرکز ایسے مقام پر ہو جہاں تمام قومیں آ کر ملتی ہوں۔ ہندو فارس اور یمن، عراق اور شام کی باہمی تجارت کی مشترکہ گزرگاہ ہو۔ چنانچہ کوفہ ثقافتی سرگرمیوں کا بھی مرکز تھا۔ جہاں کتابت، زبان، قرأت اور انساب، فنونِ شعر گوئی اور داستان گوئی اس زمانے میں عروج پر تھی۔ یہ مقام اس لحاظ سے دار الخلافہ بننے کی تمام خصوصیات رکھتا تھا۔ (العبقریات الاسلامیہ ص۹۵۲)

حضرت علیؓ نے چند دن تک بصرہ میں قیام کیا اور پھر کوفہ تشریف لے گئے۔ کوفہ والوں نے آپؓ سے بہت محبت اور اکرام کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ آپؓ نے کوفہ کو دار الحکومت بنانے کا اعلان کر دیا۔ مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ سے ہی تمام امورِ خلافت انجام دینے شروع کر دئے۔ کوفہ میں مستقل قیام کے فیصلہ کے بعد آپؓ نے مملکت کے انتظام کی طرف توجہ فرمائی۔ انتظامی امور کی بہتری کی خاطر مختلف علاقوں اور صوبوں میں لوگوں کی تقرریاں اور تبدیلیاں فرمائیں۔ سہل بن حنیف کو مدینہ کا حاکم بنایا۔ اشعث بن قیس کو آذربائیجان کی گورنری پر قائم رکھا۔

عمرو بن ابی سلمہ کو بحرین پر، مصقلہ بن ہبیرہ کو اردشیر خرہ پر، منذر بن حارود کو اصطخر پر، زیاد بن ابیہ کو فارس پر، عدی بن حاتم کو بہرہ، اصفہان کے لئے محمد بن سلیم، بصرہ کے لئے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، سجستان کے لئے سریر اربعی بن کاس، کسکر پر قدامہ بن عجلان ازدی، مدائن پر یزید بن قیس ارجی اور خراسان کے لئے خلید بن کاس کو مامور کر کے روانہ کیا۔ اسی طرح جزیرہ موصل، نصبین دار الجبرو، نجار، آمد، میافاقین، ہیت، عانات اور شام کے متصلہ علاقوں پر اشتر نخعی کو متعین کیا۔ امیر معاویہؓ کے عامل ضحاک بن قیس نے انہیں روکا۔ انہوں نے مقابلہ کیا۔ امیر معاویہؓ نے عبد الرحمٰن بن خالد کو مدد کے لئے بھیجا۔ اشتر نخعی واپس لوٹ آئے۔

(اخبار الطّوال ، یعقوبی)

9.11 ۔ مصر کے لئے امیر کی تقرری

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد مصر کی حکومت سے عبد اللہ بن سعد کو برطرف کر کے محمد بن ابی حدیفہ گورنر بن گئے تھے۔ حضرت علیؓ نے خلافت سنبھالتے ہی جو گورنروں کی تبدیلیاں اور تبادلے کئے اس سلسلہ میں مصر کے گورنر کے طور پر حضرت قیس بن سعد انصاریؓ کا تقرر کیا گیا۔ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ بہت معاملہ فہم اور دور اندیش تھے۔ حضرت قیس بن سعد انصاری صرف سات افراد کے ہمراہ مصر پہنچے تھے۔ مصر پہنچتے ہی محمد بن ابی حدیفہ کو برطرف کر کے خود وہاں کے حکمران بن گئے تھے۔ انہوں نے نہایت کامیاب حکمتِ عملی سے کام لے کر تقریباً تمام

اہلِ مصر کو حضرت علیؓ کی بیعت لینے پر راضی کرلیا۔ یزید بن الحرث اور مسلمہ بن مخلد اوران کے ساتھی خونِ عثمانؓ کا مطالبہ کررہے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت قیس بن سعد انصاریؓ سے بیعت کرنے سے انکار کر دیا کہ ہمیں انتظار کرنے دو کہ خونِ عثمانؓ کا مسئلہ کیسے طے ہوتا ہے۔ جب یہ معاملہ طے ہو جائے گا تو ہم بھی بیعت کرلیں گے اور جب تک ہم بیعت نہیں کرتے ہم خاموش رہیں گے تمہاری مخالفت نہیں کریں گے۔ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے اپنے اخلاق اوراپنی قابلیت سے مصر پر پورے طور پرقوت حاصل کرلی تھی۔ صرف ایک قصبہ خربتہ رہ گیا جہاں کے لوگوں کو کچھ تامل تھا کہ ابھی صورتِ حال واضح نہیں ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ کوئی فتنہ وفساد نہیں کریں گے جس سے امن وامان کی صورت متاثر ہو بس ہم سے بیعت کے لئے زیادہ اصرار نہ کیا جائے۔ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے سمجھداری سے کام لیتے ہوئے اورموقع کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا اوران کو مناسب وقت دے دیا۔ جس کی وجہ سے حالات ان کے قابو میں رہے۔

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنالیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کو اس بات کی فکر ہوگئی کہ حضرت علیؓ قوت جمع کر کے ان پر حملہ کر دیں گے۔ ان کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے مصر میں کافی مقبول ہوگئے ہیں اورانہوں نے اپنی پوزیشن بھی مستحکم کرلی ہے۔ اگر حضرت علیؓ کوفہ سے ان پر حملہ کرتے ہیں تو وہ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ سے کہیں گے کہ تم مصر کی طرف سے شام پر حملہ کر دو۔ اس طرح سے دونوں طرف

سے فوجوں کا مقابلہ کرنا ان کے لئے بہت مشکل ہو جائے گا۔ حضرت علیؓ کے مسلسل مختلف معاملات میں الجھے رہنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو قدرتاً اپنے آپ کو مضبوط کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ انہوں نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ حضرت عثمانؓ کا کُرتا اور ان کی بیوی حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں ان کے پاس پہنچ گئیں تھیں۔ وہ روزآنہ اس خون آلود کُرتے اور انگلیوں کو جامع مسجد دمشق کے منبر پر رکھ دیتے اور لوگ ان کو دیکھ دیکھ کر آہ و زاری کرتے تھے۔ شام کا صوبہ چونکہ ہر وقت رومی حملوں کا مقام بن سکتا تھا اس لئے وہاں ہر وقت ایک زبردست فوج تیار رہتی تھی۔ ان لوگوں نے قسمیں کھائیں تھیں کہ جب تک خونِ عثمانؓ کا بدلہ نہ لیں گے اس وقت تک نہ بستر پر سوئیں گے اور نہ ٹھنڈا پانی پئیں گے۔ عرب کے نامور اور بہادر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور ان کی خاطر مدارات بجالانے میں امیر معاویہؓ کمی نہ کرتے تھے۔ کام کے آدمی کو اپنے ساتھ ملانے اور ان کی دلجوئی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ اپنے دعوے اور مطالبے کی معقولیت ثابت کرنے اور اپنے آپؓ کو حضرت عثمانؓ کا وارث بنا کر مظلوم ظاہر کرنے سے غافل نہیں تھے۔ حضرت علیؓ جب کوفہ تشریف لائے تو بظاہر صرف ایک صوبہ شام کے علاوہ تمام مملکتِ اسلامیہ کا اقتدار ان کے پاس تھا۔ لیکن ان کو ان اسلامی علاقوں میں وہ اثر و اقتدار حاصل نہیں ہوا جو حضرت عمرؓ کو حاصل تھا۔ حجاز، یمن، عراق، مصر، ایران وغیرہ میں ان کے فرمابرداروں کے علاوہ ایسے لوگ بھی پائے جاتے تھے جو حضرت علیؓ پہ نکتہ چینی اور اعتراضات کرتے رہتے تھے۔ حضرت علیؓ کو کسی صوبہ میں پوری طرح سے فوجی امداد حاصل نہیں تھی۔

حضرت امیر معاویہؓ کا معاملہ اس سے مختلف تھا۔ وہ صرف ملکِ شام کے حاکم تھے لیکن پورا ملک مکمل طور پر ان کے کنٹرول میں تھا۔ امیر معاویہؓ کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کو حضرت علیؓ سے معرکہ آرائی کرنی پڑے گی۔ سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ اگر عراق سے حضرت علیؓ حملہ آور ہوتے ہیں تو وہ مصر کے حاکم کو کہیں کے کہ تم اس طرف سے حملہ کر دو تو دو طرف سے بیک وقت مقابلہ کرنا امیر معاویہؓ کے لئے مشکل ہو جائے گا۔ امیر معاویہؓ کے لئے ضروری تھا کہ حضرت علیؓ کے حملہ کرنے سے پہلے پہلے اس خطرے کو دور کر دیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت قیس بن سعد انصاریؓ کو خط لکھا اوران کو اپنی طرف ملانے کی کوشش کی۔ انہوں نے لکھا کہ حضرت عثمانؓ مظلوم شہید ہو گئے ہیں اس لئے ان کے قصاص کے مطالبہ پر آپؓ میرا ساتھ دیں۔ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے ان کے جواب میں خط لکھا کہ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی سازش میں حضرت علیؓ شامل نہیں ہیں۔ اب جبکہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور وہ خلیفہ مقرر ہو گئے ہیں تو پھر آپؓ کو بھی ان کا مقابلہ یا مخالفت نہیں کرنی چاہیئے۔

حضرت امیر معاویہؓ کو ان کے جواب سے بہت مایوسی ہوئی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی حکمتِ عملی تبدیل کر کے ان کو ایک اور خط لکھا اور اس میں ان کو دھمکیاں دی گئیں۔ جس کے جواب میں حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے ان کو سخت جوابی خط لکھا کہ میں تمہاری دھمکیوں سے نہیں ڈرتا تم اپنی جان کی خیر مناؤ۔ حضرت امیر معاویہؓ کی مسلسل یہ کوشش تھی کہ کسی طرح سے حضرت قیس بن سعد

انصاریؓ کی طاقت کو ختم کیا جائے تا کہ اس کے بعد حضرت علیؓ کا مقابلہ کیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی مصر پر حملہ کرنے کی ہمت تو نہ ہوئی لیکن انہوں نے مختلف حربوں سے امیرِ مصر حضرت قیس بن سعد انصاریؓ پر دباؤ جاری رکھا۔ دوسری طرف حضرت قیس بن سعد انصاریؓ بھی لڑائی کو ٹالنا چاہ رہے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ حضرت علیؓ کی طرف سے پیش قدمی ہو تو وہ فوراً مصر کی طرف سے شام پر چڑھائی کر دیں۔

اسی دوران حضرت علیؓ نے ایک خط حضرت قیس بن سعد انصاریؓ کو لکھا اور اس میں ان کو حکم دیا گیا تھا کہ مصر میں خربتہ کے لوگوں نے ابھی تک خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اور بیعت نہیں کی ہے۔ ان کو بیعت پر مجبور کیا جائے اور زبردستی بیعت لی جائے۔ مصر کی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے اس پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھا اور حضرت علیؓ کو خط لکھا۔ اہل خربتہ کی آبادی تقریباً دس ہزار افراد پر مشتمل ہے اور ان میں معاویہ بن خدیج، بسر بن ارطاۃ، اور مسلمہ بن مخلد جیسے تجربہ کار جنگجو موجود ہیں ان کو لڑائی کی دعوت دینا مصلحت کے خلاف ہے۔ یہ لوگ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں اور آپؓ کے لئے نقصان دہ نہیں ہیں۔ اگر ان کے ساتھ جنگ کا اعلان کر دیا تو ممکن ہے کہ یہ آپؓ کے مخالفین کے ساتھ جا کر مل جائیں۔ ان کو ان کے حال پر رہنے دیا جائے تو بہتر ہے۔

امیر مصر حضرت قیس بن سعد انصاریؓ کا خط جب حضرت علیؓ کے پاس پہنچا، انہوں نے پڑھا اور مشورہ کیا تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ساز باز کر رکھی ہے لیکن

حضرت علی ؓ نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ کو جب اس بات کی خبر ملی کہ کچھ لوگ حضرت علیؓ کو حضرت قیس بن سعد انصاری ؓ سے بدظن کرنے کی کوشش کر رہے ہیں تو انہوں نے اس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ انہوں نے ان کی طرف سے اس طرح کی افواہیں پھیلانی شروع کیں کہ جن کو سن کر حضرت علیؓ حضرت قیس بن سعد انصاری ؓ کی طرف سے بدظن ہو گئے۔ ان کو معزول کر کے محمد بن ابی بکر ؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا۔ حضرت محمد بن ابی بکر ؓ اپنا تقرری نامہ لے کر مصر پہنچے اور انہوں نے حضرت قیس بن سعد انصاری ؓ کو حضرت علی ؓ کا فرمان دکھایا تو انہوں نے مصر کی امارت حضرت محمد بن ابی بکر ؓ کے سپرد کی اور مصر سے مدینہ چلے گئے۔ قیس بن سعدؓ حضرت علی ؓ کے مخلص اور سچے خیر خواہ تھے اس لئے چھوڑتے وقت محمد بن ابی بکر ؓ کو تمام نشیب و فراز سمجھا کر اپنی پالیسی بتا دی۔

حالات بڑی تیزی کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان ایک اور جنگ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ فتنہ پرور لوگ اس آگ کو مزید ہوا دے رہے تھے وہ کسی طرح نہیں چاہتے تھے کہ حضرت علی ؓ اور حضرت امیر معاویہ ؓ میں صلح ہو۔ حضرت علی ؓ کو حالات کی نزاکت کا اندازہ تھا اور ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ حضرت امیر معاویہ ؓ ان کی بات نہیں مانیں گے اور نہ ان کی خلافت کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس کے باوجود حضرت علی ؓ نے حضرت امیر معاویہ ؓ کو صلح اور بیعت کی دعوت دیتے ہوئے حضرت جریر بن عبداللہ ؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ امیر معاویہ ؓ نے خط تمام دربار کے سامنے بلند آواز میں پڑھا۔

خط میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد لکھا تھا کہ تم اور تمہارے ساتھ جتنے بھی

ساتھی ہیں ان سب پر میری بیعت لازم ہے کیونکہ میں انصار اور مہاجرین کے اتفاق سے خلیفہ بنا ہوں۔ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو بھی انہی لوگوں نے خلیفہ منتخب کیا تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم میری بیعت کرو، ورنہ تم کو بیعت کرنے پر زبردستی مجبور کیا جائے گا۔ تم نے حضرت عثمانؓ کی شہادت کو اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنایا ہے۔ اگر تم عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتلین سے بدلہ لینا چاہتے ہو تو پہلے میری اطاعت کرو۔ اس کے بعد ضابطہ کے مطابق مقدمہ پیش کرو میں کتاب وسنت کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا ورنہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا ہے وہ سراسر دھوکہ ہے۔

دوسری طرف حضرت امیر معاویہؓ سمجھتے تھے کہ شام میں ان کی پوزیشن بہت مضبوط ہے کیونکہ تقریباً بائیس سال سے وہ شام کے حاکم تھے، وہ جید صحابہ کرامؓ جو خلافت اور قصاصِ عثمانؓ کے سلسلہ میں حضرت علیؓ سے اختلاف رکھتے تھے شام آ گئے تھے۔ ان کی موجودگی حضرت امیر معاویہؓ کے لئے تقویت کا باعث بن رہی تھی اور وہ گورنر جن کو حضرت علیؓ نے معزول کیا تھا وہ بھی سب حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آ کر جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب کافی اثر ورسوخ والے لوگ تھے اور حضرت امیر معاویہ کی حکمتِ عملی کی حمایت کرتے تھے۔

حضرت عمرو بن عاصؓ ان کا شمار جید صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ جب باغیوں نے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا تھا تو وہ اس وقت مدینہ منورہ میں موجود تھے اور حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے پہلے اپنے بیٹوں عبداللہؓ اور محمدؓ کے ساتھ بیت المقدس تشریف لے گئے تھے۔ وہاں ان کو جنگِ جمل کے بارے میں

معلوم ہوا اور اطلاع ملی کہ حضرت علیؓ نے بصرہ پر قبضہ کرلیا ہے اور دارالخلافہ کوفہ منتقل کرلیا ہے اور اب شام پر حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ دوسری طرف حضرت امیر معاویہؓ بھی جنگ کرنے کے لئے تیار ہیں تو یہ اپنے بیٹوں کے ساتھ مشورہ کر کے دمشق روانہ ہوئے تا کہ حضرت امیر معاویہؓ سے مل کے معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی دمشق آمد کو نیک شگون سمجھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے ملاقات کر کے کہا کہ خلیفہٗ مظلوم کا بدلہ لینا ضروری ہے اور اس مطالبہ پر آپؓ حق پر ہیں۔ ان کی اس بات پر حضرت امیر معاویہؓ کو بڑی تسلی ہوئی مگر پھر بھی انہوں نے ان کی طرف سے محتاط رویہ اختیار کیا۔ جب ان کو مکمل یقین ہو گیا تو ان کو اپنا خصوصی مشیر بنالیا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ حضرت عثمان غنیؓ کی خون آلود قمیص اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئے انگلیاں روزآنہ لوگوں کو دیکھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرف ان کا جوش ٹھنڈا ہوتا جائے گا اس لئے مناسب ہے کہ ان چیزوں کو کبھی کبھار لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے اس مشورے پر عمل کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ اگر تم میرا ساتھ دو اور میں حضرت علیؓ کے مقابلہ میں کامیاب ہو گیا تو میں تم کو مصر کا حاکم بنا دوں گا۔ حضرت عبیداللہ بن عمرؓ بھی حضرت امیر معاویہؓ کی حمایت کرتے ہوئے دمشق آ گئے تھے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت زیاد بن امیہؓ جو پہلے حضرت علیؓ کے حمایتی تھے ان سے دل برداشتہ ہو کے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس آ گئے تھے۔ تمام جید اصحاب سے مشورہ کر کے حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے خط کا جواب دیا۔

9.12 ۔ امیر معاویہؓ کو بیعت کی دعوت

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا اور ان سے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے۔ اس دوران جنگ جمل پیش آ جانے کی وجہ سے حضرت علیؓ ان کی طرف توجہ نہیں کر سکے تھے۔ اب فراغت پانے کے بعد حضرت علیؓ نے جریر بن عبداللہ بجلی کو ایک خط دے کر امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کیا جس میں تحریر تھا۔

جن لوگوں نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی انہوں نے میری بیعت کر لی ہے۔ اس کے بعد کسی کے لئے چوں چرا کی گنجائش نہیں ہے۔ خلیفہ کے انتخاب کا حق مہاجرین اور انصار کو ہے۔ ان کے اتفاق کے بعد جو شخص بیعت سے گریز کرے گا اس سے بزور لے لی جائے گی۔ مہاجرین اور انصار کی طرح تم بھی بیعت کر لو۔ عافیت اور سلامتی اسی میں ہے ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ قاتلینِ عثمان کو بہت آڑ بنا چکے۔ بیعت کے بعد باقاعدہ مقدمہ پیش کرو۔ میں کتاب اللہ اور سنتِ رسول ﷺ کے مطابق اس کا فیصلہ کروں گا۔

(اخبار الطّوال ص ۱۶۷۔ نہج البلاغہ ج ۳ ص ۷)

امیر معاویہؓ بھی اس وقت بہت مسائل میں گھرے ہوئے تھے۔ محمد بن حدیفہ جو ان کے شدید مخالف تھے اور ان کی قید میں تھے۔ وہ قید سے فرار ہو گئے تھے۔ دوسری طرف رومی فوجیں جمع ہو رہی تھیں اور شام کے ساحل پر کسی بھی وقت

حملہ آور ہو سکتیں تھیں۔ اسی دوران حضرت علیؓ کا سخت الفاظ میں خط ملا۔ امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاصؓ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا۔ عمرو بن عاصؓ بہت جہاندیدہ انسان تھے۔ وہ سیاست کے نشیب و فراز کو خوب جانتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن حدیفہ کا فرار کچھ زیادہ اہم نہیں، انہیں تلاش کرواؤ، اگر مل جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی فکر چھوڑ دو، وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ قیصر روم کے قیدیوں کو چھوڑ کر اس سے صلح کرلو، اس شرط پر وہ فوراً صلح پر آمادہ ہو جائے گا۔ سب سے اہم مسئلہ حضرت علیؓ کا ہے۔ مسلمان کبھی تم کو ان کے برابر نہیں سمجھیں گے۔

امیر معاویہؓ نے کہا کہ انہوں نے عثمانؓ کے قتل میں مدد کی ہے اور فتنہ برپا کر کے امت میں پھوٹ ڈالی ہے۔ عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ کچھ بھی ہو لیکن تم کو نبی ﷺ کی وہ قرابت اور اسلام لانے میں سبقت حاصل نہیں ہے۔ امیر معاویہؓ نے عمرو بن عاصؓ سے مدد کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ میں بغیر شرط کے تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ کیا چاہتے ہو۔ عمرو بن عاصؓ بولے مصر کی حکومت۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ مصر بھی عراق سے کم نہیں۔ عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا کہ میرا یہ مطالبہ اس وقت ہے جب ساری دنیائے اسلام پر تمہاری حکومت ہو گی۔ امیر معاویہؓ ہر قیمت پر عمرو بن عاصؓ کا ساتھ چاہتے تھے اس لئے انہوں نے ان کی یہ شرط منظور کر لی اور تحریری وعدہ کر لیا۔

(اخبار الطّوال ص ۱۶۸)

9.13 ۔ حضرت علیؓ کے خلاف امیر معاویہؓ کی حکمتِ عملی

حضرت عمرو بن عاص ؓ کا امیر معاویہ ؓ سے معاملہ طے ہونے کے بعد انہوں نے امیر معاویہ ؓ کومشورہ دیا بغیر ٹھوس وجہ کہ تم حضرت علیؓ کے خلاف لوگوں کی ہمدردیاں نہیں حاصل کر سکتے ۔ اس کے لئے تمہیں شام میں قبیلوں کے سرداروں اور اہم لوگوں کو یہ یقین دلانا ہوگا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں حضرت علی ؓ شریک ہیں۔ اس طرح تم لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر سکتے ہو۔ اس منصوبہ پر کام کرتے ہوئے انہوں نے سب سے پہلے شام کے انتہائی با اثر آدمی شرجیل بن سمط قندی کو اعتماد میں لیا اور اس کو یقین دلایا کہ حضرت عثمان ؓ کے قتل میں حضرت علی ؓ کا ہاتھ ہے۔ شرجیل بن سمط قندی کو اتنا یقین ہوگیا کہ اس نے امیر معاویہ ؓ سے کہا اگر تم نے علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تو ہم تم کو شام سے نکال دیں گے۔ اس پر امیر معاویہ ؓ نے کہا کہ میں تو آپ کا تابع ہوں آپ کی مخالفت کیوں کروں گا۔

شرجیل بن سمط قندی کو ہم خیال بنانے کے بعد امیر معاویہ ؓ نے ان سے کہا کہ یہ مسئلہ رائے عامہ کے ہموار کئے بغیر حل نہیں ہوسکتا۔ آپ شام کا دورہ کر کے اس کی تبلیغ کیجئے۔ چنانچہ شرجیل بن سمط قندی نے تمام شہروں کا دورہ کیا اور وہاں کے سرداروں اور اہم لوگوں کو کہا کہ علی ؓ نے عثمان ؓ کو قتل کر کے پورے ملک پر قبضہ کر لیا ہے۔ صرف تمہارا ملک باقی ہے اور وہ کسی بھی وقت اس پر بھی حملہ کر سکتے ہیں۔ معاویہ ؓ سے زیادہ ان کا مقابلہ کرنے کی کسی میں طاقت نہیں اس لئے قصاصِ عثمان ؓ میں ان کا ساتھ دو۔ شرجیل بن سمط قندی کے اس دورے کا یہ نتیجہ نکلا کہ شام کا پورا

ملک حضرت علیؓ کے مقابلہ میں امیر معاویہؓ کے ساتھ ہو گیا۔

(اخبار الطّوال ص ۱۷۰)

حضرت عثمان کا خون آلود کرتا اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں جن کو امیر معاویہؓ نے دمشق کی جامعہ مسجد میں نمائش کے لئے رکھ دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے خلاف شامی فوجیوں کو ان کے جذبات بھڑکانے کے لئے ان کو بلا بلا کر یہ دردناک منظر دیکھایا جاتا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر کوئی مسلمان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔ لوگ جوق در جوق آتے تھے اور اس منظر کو دیکھ کر زار و قطار روتے تھے۔ چنانچہ فوج سے لے کر عوام و امراء سب کے جذبات بھڑک اٹھے اور اہل شام نے قسم کھائی کہ جب تک خلیفۂ مظلوم کے خون کا بدلہ نہ لے لیں اس وقت تک بستر پر نہیں سوئیں گے اور نہ اپنی بیویوں کے پاس جائیں گے۔

(طبری ص ۲۲۵۵)

9.14 ۔ حضرت علیؓ کے گورنروں کے نام خطوط

حضرت علیؓ نے جب حالات کی سنگینی کا اندازہ لگایا تو انہوں نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کو خطوط لکھے۔ معبد اسلمی کے ہاتھ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے نام اور حضرت جریر بن عبداللہؓ بجلی اور سبزہ جیمی کے ہاتھ ایک خط حضرت امیر معاویہؓ کے نام دمشق روانہ کیا۔ کوفہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فوراً خط کا جواب لکھ کر بھیجوایا کہ کوفہ والوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ زیادہ تر افراد نے اپنی مرضی سے اور خوشی سے بیعت کی ہے اور کچھ لوگوں نے مجبوری میں میری بیعت کی ہے۔ خط کا مضمون حضرت علیؓ کے لئے اطمینان بخش تھا اس لئے حضرت علیؓ نے انہیں اپنی جگہ برقرار رکھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کی طرف ایک خط حضرت جریر بن عبداللہؓ کے ہاتھ بھیجا گیا تھا اس میں حضرت علیؓ نے تحریر کیا تھا کہ مجھ سے ان لوگوں نے بیعت کی ہے جن لوگوں نے (حضرت) ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بیعت کی تھی اور ان ہی باتوں پر بیعت کی ہے جن پر ان حضرات سے کی تھی۔ لہٰذا جو لوگ موجود ہیں ان کے لئے سوائے اس عمل کے کوئی چارہ نہیں اور جو لوگ سامنے نہیں ہیں ان کو رد کرنے کا اختیار نہیں۔ مہاجرین اور انصار نے اتفاق کے ساتھ میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے اس لئے میری اطاعت کرلو ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ کیونکہ یہ حضرات کسی ایک پر متفق ہو کر اپنا امام بنالیں تو اس پر اللہ کی رضا ہے۔ تین مہینے تک خط کا کوئی جواب نہیں آیا اور انہوں نے قاصد کو بھی روکے رکھا۔ پھر

اپنے خاص قاصد قبیصر عبسی کو ایک سر بمہر خط دے کر حضرت جریر بن عبداللہ ؓ کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیا۔

اس خط میں بسم اللہ الرحمان الرحیم کے بعد حضرت علی ؓ کا اور اپنا نام لکھا۔ قاصد نے حضرت علی ؓ کی خدمت میں پہنچ کر خط پیش کیا۔ حضرت علی ؓ نے لفافہ کھولا تو اس میں خط نہیں تھا۔ حضرت علی ؓ نے غصہ سے قاصد کی طرف دیکھا۔ قاصد نے گھبرا کر کہا کہ میں تو قاصد ہوں میری جان کو امان دیجئے۔ حضرت علی ؓ نے قاصد کو امان دے دی۔ اس پر قاصد نے حضرت علی ؓ سے کہا کہ ملکِ شام میں کوئی آپ ؓ کی بیعت نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ پچاس ہزار کے قریب افراد حضرت عثمان غنی ؓ کے خون آلود کُرتے (قمیص) پر آنسو بہا رہے تھے۔ وہ کُرتا جو حضرت عثمان ؓ نے شہادت کے وقت پہنا ہوا تھا وہ دمشق کی جامعہ مسجد کے منبر پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے عہد کیا ہے کہ جب تک اس خونِ ناحق کا انتقام نہیں لے لیں گے اپنی تلواریں نیام میں نہیں رکھیں گے۔ قاصد کی بات سن کر حضرت خالد بن زفر عبسی ؓ نے قاصد سے کہا کہ تمہارا بُرا ہو تم ہمیں یعنی مہاجر اور انصار کو شامیوں سے ڈراتے ہو۔ اللہ کی قسم! نہ تو قمیص عثمان ؓ قمیصِ یوسف (علیہ اسلام) ہے اور نہ معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو حضرت یعقوب علیہ اسلام کی طرح کا غم ہے۔ اگر شام میں اس قدر اہمیت دی گئی ہے تو عراق والے اس کی کچھ پروا نہیں کرتے۔

(ابن کثیر، جلد سوم)

حضرت علی ؓ نے قاصد کی بات سن کر فرمایا وہ لوگ مجھ سے عثمان ؓ کے خون کا بدلہ طلب کرتے ہیں حالانکہ میں حضرت عثمان غنی ؓ کے خون سے بری ہوں۔

اللہ تعالی عثمانؓ کے قاتلوں سے سمجھے پھر آپؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے قاصد کو واپس شام کی طرف روانہ کر دیا۔

9.14.1 ۔ حضرت امیر معاویہؓ کا خط حضرت علیؓ کے نام

حضرت امیر معاویہؓ نے ابو مسلم خولانی کے ہاتھ حضرت علیؓ کے خط کا جواب ارسال کیا اور ساتھ ہی اس دکھ کا اظہار کیا کہ مسلمانوں کے درمیان معاملہ خون ریزی تک آ پہنچا ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے خط میں لکھا تھا!

اما بعد! خلیفہ عثمانؓ تمہارے یہاں تمہاری موجودگی میں قتل کر دئے گئے۔ تم ان کے گھر کا شور وغوغا سنتے رہے اور انہیں اپنے قول وعمل سے نہیں روکا۔ میں سچی قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تم سچائی اور اخلاص سے ان کی مدافعت کرتے تو ہم میں کوئی تمہاری مخالفت نہ کرتا۔ دوسرا الزام تم پر یہ ہے کہ تم نے قاتلینِ عثمانؓ کو پناہ دی اور وہ اِس وقت تمہارے قوتِ بازو، تمہارے اعوان وانصار اور تمہارے مشیر کار ہیں۔ ہم کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم عثمانؓ کے خون کی برأت کرتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دو تو ہم سب اور تمام اہلِ شام برضا و رغبت آپؓ کے ہاتھ ہر بیعت کرنے کو لئے تیار ہیں کیونکہ افضلیت اور کمال کے اعتبار سے آپؓ ہی خلافت کے حقدار ہیں۔ اگر ایسا نہیں کرتے تو ہمارے پاس صرف تلوار ہے۔ خدائے واحد کی قسم ہم لوگ بحر و بر سے عثمانؓ کے قاتلوں کو تلاش کر کے قتل کریں گے یا خود جان دے دیں گے۔

ابو مسلم خولانی یہ خط لے کر کوفہ گئے اور حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کر کے عرض کیا کہ آپؓ خلیفہ ہیں اگر آپؓ اس کے حقوق پورے کریں تو خدا کی قسم یہ منصب ہم کسی دوسرے کے لئے پسند نہیں کرتے۔ عثمانؓ مظلوم قتل کر دئے گئے ان کے قاتل آپؓ ہمارے حوالے کر دیجئے، آپؓ ہمارے امیر ہیں۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص آپؓ کی مخالفت کرے گا تو ہم آپؓ کے مددگار رہیں اور آپؓ کے لئے بھی دلیل اور معقول عذر ہوگا۔

حضرت علیؓ نے دوسرے دن جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ دوسرے دن جب ابو مسلم حاضر ہوئے تو وہاں تقریباً دس ہزار مسلح افراد موجود تھے ان تمام نے جب ابو مسلم کو دیکھا تو تکبر کے ساتھ بلند آواز میں کہا کہ ہم سب عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتل ہیں۔ یہ دیکھ کر ابو مسلم حیران ہو گئے اور حضرت علیؓ سے کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ان سب نے آپس میں سازش کر لی ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تم اس بات کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہو کہ حضرت عثمان غنیؓ کے قاتلوں پر میرا کس حد تک اختیار ہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے قاصد کے ہاتھ پھر ایک خط حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا کہ وہ اس معاملہ میں ناحق ضد نہ کریں کیونکہ حضرت عثمانؓ کے قتل کی سازش میں میں شریک نہیں ہوں۔

9.14.2 ۔حضرت علیؓ کا حضرت امیر معاویہؓ کے خط کا جواب

عثمان ؓ کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں، میں نے کسی کو ان کے خلاف نہیں بھڑکایا۔ البتہ جب زیادہ ہنگامہ برپا ہوا تو میں خانہ نشین ہوگیا۔ مجھ کو خوب معلوم ہے کہ قاتلینِ عثمان ؓ کے حوالے کرنے کے مطالبہ کو تم اپنے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنانا چاہتے ہو۔ اگر تم اس فتنہ انگیزی اور بے راہ روی سے باز نہ آؤ گے تو جو سلوک باغیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے وہی تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

اس کے علاوہ ایک خط حضرت عمرو بن عاصؓ کے نام بھی لکھا کہ دنیا کی طلب چھوڑ کر حق کی حمایت کرو اور اپنے اعمال برباد نہ کرو۔

(اخبار الطّوال ص۱۷۳۔۱۷۴)

10.0 ۔ شام اور عراق ۔حضرت علی ؓ کی حکمت عملی

10.1 ۔ اہلِ شام کی صورتِ حال کا جائزہ

حضرت معاویہ ؓ کے دادا امیّہ ہاشم سے اختلاف اور مقابلہ کی وجہ سے شام چلے گئے تھے اور عرصہ دراز تک اسی کو اپنا وطن بنائے رکھا ان کے پوتے ابوسفیان کو " اَلــــلِّــــواء " (فوجی طاقت اور قافلوں کی حفاظت) کا منصب حاصل تھا جس کی ذمہ داریوں اور فرائض میں شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلوں کی حفاظت بھی تھی۔ اس طرح ان کا بار بار شام آنا جانا ہوتا تھا اور وہاں کے قبائل اور باشندوں سے ان کے بہت اچھے تعلقات اور تعارف تھا۔

حضرت معاویہ ؓ کے شام پر اثرات اور اچھے تعلق کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اَللِّواء (فوجی طاقت اور قافلوں کی حفاظت) کا منصب بنوامیّہ کے پاس تھا۔ اس کا تقاضہ اور نتیجہ یہ تھا کہ حجاز کے جو تجارتی قافلے شام و یمن آتے جاتے تھے ان کی حفاظت اور نگرانی صاحبِ اللواء کو (جو اس وقت ابوسفیان تھے) کرنے پڑتی تھی اس لئے ان کو بار بار شام جانا پڑتا تھا۔ جس کی وجہ سے اہلِ شام اور وہاں کے حکمران ابوسفیان اور ان کے خاندان کو اچھی طرح جانتے تھے۔

اس کے علاوہ عرصۂ دراز تک شام پر یزید بن ابوسفیان اور ان کے بھائی معاویہ بن ابوسفیان ؓ حکمران رہ چکے تھے۔ اسلامی دور سے پہلے یہ ملک بازنطینی شہنشاہوں کے زیر اثر تھا۔ یہاں سیاست میں نظم و نسق میں ایک مضبوط نظام قائم تھا۔ حضرت امیر معاویہ ؓ اپنے طبقہ میں اور اپنی نسل کے لوگوں میں تنظیمی اور انتظامی

صلاحیتوں میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ ان کے اندر شخصی اخلاق و مدارات اور سیاسی حکمتِ عملی اور حکیمانہ رکھ رکھاؤ دونوں تھے۔ وہ عوام کو حاکمانہ رعب ودبدبہ اور فیاضانہ نوازشات دونوں سے کام لے کر مطمئن رکھتے تھے۔ حالات و مواقع کے مطابق کام کا ڈھنگ جانتے تھے۔

10.2۔ اہلِ عراق کی صورتِ حال کا جائزہ

عراق ایران کے ساسانی و کیانی حکمرانوں کی غلامی میں صدیوں سے چلا آ رہا تھا۔ یہاں کبھی طویل عرصہ تک نظم و ضبط اور سیاسی استحکام نہیں رہا۔ بادشاہت آئے دن بدلتی رہتی تھی۔ مختصر سی مدت میں کئی کئی بادشاہ ایران کے تخت پر آئے اور گئے۔ کسریٰ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے ۶۲۸ء میں بادشاہت سے معزول کر کے قتل کروا دیا تھا۔ اسی طرح ۶۲۸ء سے ۶۳۲ء تک جب تک یزدگرد سوم نے اقتدار نہیں سنبھالا تھا ایران میں انتشار اور طوائف الملوکی کی کیفیت رہی۔ بدنظمی اور بدامنی کا شکار ایران پرویز کے تخت پر اس کا فرزند قباذ (جس کا لقب شیرویہ تھا) بیٹھا۔ شیرویہ بھی چار مہینہ زندہ رہ سکا۔ ساسانی تخت پر چار سال کی مدت میں دس بادشاہ آئے۔ حکومت ڈانواں ڈول رہی۔ یہاں تک کہ لوگوں نے یزدگرد سوم کو اپنا بادشاہ مان کر بادشاہت کا تاج اس کے سر پر رکھا جو ساسانی بادشاہت کا آخری تاجدار رہا۔ بدانتظامی اور افراتفری سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہرمز کی بیٹی پوران می دخت کو بھی ملکہ بننے کا موقع مل گیا۔ حالانکہ یہ شاہی خاندان کی روایات

کے خلاف تھا لیکن اس آپس کی لڑائی میں کوئی مرد اس کے مقابلہ میں نہ تھا جو بادشاہ ہونے کا دعوے دار ہو۔ وہ ایران کے تخت پر ایک سال چار ماہ حکومت کرتی رہی۔

عراقی اور شامی باشندوں میں فرق ان عرب قبائل کے مزاج اور طبیعتوں کی وجہ سے بھی تھا۔ انہوں نے شام کو فتح کیا اور اس کو اپنا وطن بنایا اور وہ قبائل جنہوں نے عراق کو فتح کیا اور قیام اختیار کیا۔ شام کو فتح کرنے والے اکثر قبائل جزیرۃ العرب کے مغربی اور شمالی حصہ کے باشندے تھے اور ان کے اندر ایک نظام کے تحت زندگی گزارنے کی عادت تھی۔ اور عراق کو فتح کرنے والے جزیرۃ العرب کے مشرقی علاقوں کے لوگ تھے جن کی فطرت میں بے چینی، ہر نظام اور انتظام سے ناراضگی اور ذہنی انتشار کا دخل تھا۔ جس کا نتیجہ ارتداد اور زکوۃ کی عدم ادائیگی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان سب باتوں کے ساتھ ان کے اندر شجاعت و بہادری اور عرب کی ذہانت کا جوہر بھی شامل تھا۔ اسی طرح سے اور بھی بہت سے خوبیاں پائی جاتی تھیں۔

ڈاکٹر احمد امین لکھتے ہیں!

زمانہ قدیم میں عراق مختلف قسم کے مذاہب اور نت نئے عقائد کا گڑھ رہا ہے۔ پہلے زمانے میں یہاں مانی، مزدک اور ابن دیصان کے افکار و تخیّلات کا بہت زور رہ چکا تھا۔ انہی میں عیسائی اور یہودی بھی تھے۔ جنہوں نے مختلف مذاہب کی باتیں سن رکھی تھیں۔ جن میں ایک یہ بھی تھا کہ اللہ بعض افراد کے اندر حلول کر جاتا ہے۔ (فجر الاسلام ص۳۳۲)

احمد حسن زیّات لکھتے ہیں!

عراق میں جو عرب آئے وہ یمنی اور نزاری عصبیت اپنے ساتھ لے کر آئے۔ اور یہاں یا تو عیسائیت تھی یا خارجیت۔ کیونکہ یہ ربیعہ کے قبائل کا مسکن تھا جو بقول اصمعی ہر فتنہ کی جڑ تھا۔ (تاریخ الادب الغربی للزیّات ص۱۰۲)

استاد عباس محمود العقّاد نے بڑی فصاحت کے ساتھ اس باریک نکتہ کا جائزہ لیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے لشکروں میں کیا فرق تھا۔

وہ لکھتے ہیں!

یہ ایک حیرت انگیز تاریخی حقیقت ہے کہ دونوں لشکر (عراقی اور شامی) ایک دوسرے کی ضد تھے۔ ایک طرف اجتمائی نظم وضبط کی پسندیدگی اور اس کو قائم رکھنے کی شدید خواہش تھی اور دوسری طرف اجتماعی نظم سے چڑ، نفرت اور نظم وضبط کے ڈھانچے کو توڑنے اور اس کے رخ بدلنے کے محرکات اور داعی جمع تھے۔

پہلی قسم جو نظم وضبط کی خواہاں تھی وہ حضرت امیر معاویہؓ کے حصہ میں آئی۔ وہ شام اور اس کے اطراف میں تھی۔ دوسری قسم جس کے اندر اجتمائی نظم وضبط سے بے زاری تھی وہ حضرت علیؓ کے حصہ میں آئی۔ اس گروہ کا جغرافیائی ونسلی تعلق جزیرۃ العرب کے مختلف حصوں سے تھا۔

(العبقریات الاسلامیہ ص۸۶۹)

10.3 ۔ حضرت علیؓ کی جنگی تیاریاں

حضرت علیؓ نے مصالحت کی کوششوں کو ناکام ہوتے دیکھ کر جنگ کی بھرپور تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ وہ موقع تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں آپس میں بے نیام ہونے والی تھیں۔ اکثر صحابہ اس میں شرکت کے بارے میں تردّد کا شکار تھے۔ بہت سے صحابہؓ نے مخالفت بھی کی یا کم از کم غیر جانبدار رہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کی جانب سے ناپسندیدہ خبریں ملی ہیں کیا بات ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا! اگر اس جنگ میں آپؓ میری شرکت چاہتے ہیں تو ایسی تلوار عنایت کیجئے جو کافر اور مسلم میں امتیاز کرے۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے فرمایا کہ آپؓ ایسی چیز میں شرکت کیلئے مجھے مجبور نہ کیجئے جس کے حق و باطل ہونے کا فیصلہ میں نہیں کر سکتا۔ حضرت ابن مسلمہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ میں اپنی تلوار مشرکوں کے مقابلہ میں استعمال کروں اور جب مسلمان سے جنگ کرنے کا وقت آئے تو اسے کوہِ احد پر پٹخ کر توڑ دوں۔ چنانچہ کل میں نے اسے توڑ دیا۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے فرمایا کہ مجھے اس میں شرکت سے معاف رکھا جائے۔ میں نے عہد کیا تھا کہ کلمہ شہادت پڑھنے والوں سے جنگ نہیں کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بصرہ سے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت علیؓ نے کوفہ میں حضرت ابو مسعود انصاریؓ (عقبہ بن عامرؓ) کو

اپنا قائم مقام مقرر کر کے ذی الحجہ ۳۶ھ مقام نخیلہ کی طرف پیش قدمی کی اور اس مقام پر اپنی فوج جن کی تعداد (۸۰) اسّی ہزار تھی کا جائزہ لیا۔ ان میں ستّر (۷۰) بدری صحابہ اور سات سو وہ صحابہ ؓ تھے جنہوں نے بیعتِ رضوان میں حصہ لیا تھا، چار سو عام صحابی تھے۔ اس دوران حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بھی بصرہ کا لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے فوج کو از سرِ نو ترتیب دیا۔

حضرت زیاد بن نصر حارثی ؓ کی قیادت میں آٹھ ہزار فوجیوں کو مقدمہ جیش کے طور پر پیش قدمی کا حکم دیا اور ان کی کمک کے طور پر حضرت شریح بن ہانی ؓ کی قیادت میں چار ہزار جوانوں کا لشکر ان کے پیچھے روانہ کیا۔ اس کے بعد آپ ؓ نخیلہ سے مدائن کی طرف آ گئے اور مدائن میں حضرت مسعود ثقفی ؓ کو امیر مقرر کر کے حضرت معقل بن قیس کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر روانہ کیا۔

10.4 ۔ جنگِ صفین

حضرت علی ؓ کی فوج رقہ کے قریب دریائے فرات کو عبور کر کے ملک شام میں داخل ہوئی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کو روکنے کا پہلے سے انتظام کر رکھا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ان کی فوج کے مقدمۃ الجیش کی قیادت ابوالدعور السلمی کے پاس تھی۔ انہوں نے حضرت علیؓ کے لشکر کو آگے بڑھنے سے روکا۔ دونوں لشکر آمنے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ صبح سے شام تک خاموشی رہی۔ شام کے وقت ابوالدعور نے حضرت علی ؓ کی فوج پر حملہ کر دیا۔ فریقین میں تھوڑی دیر لڑائی ہوئی لیکن پھر دونوں فوجیں واپس اپنی اپنی جگہ چلی گئیں۔

اگلے روز صبح کو پھر ابو الدعور مقابلہ کے لئے نکلا اور مبارزت طلب کی۔ حضرت علی ؓ کی طرف سے ہاشم بن عتبہ نے نکل کر مقابلہ کیا۔ کافی دیر تک مقابلہ ہوتا رہا لیکن کوئی بھی کامیاب نہ ہو سکا اور دونوں واپس ہو گئے۔ اسی اثناء میں حضرت علی ؓ نے مالک اشتر نخعی کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ مالک اشتر کے لشکر کے پہنچتے ہی انہوں نے شامی فوج پر حملہ کر دیا اور شام تک خوں ریز جنگ ہوتی رہی۔ رات ہونے پر جنگ بند کر دی گئی۔ رات کو تمام صورتِ حال کی اطلاع حضرت امیر معاویہ ؓ کو پہنچائی گئی انہوں نے مقابلہ کیلئے صفین کا میدان کا انتخاب کیا اور وہاں اپنے مورچے جما دئے۔

10.4.1 ۔ پانی پر قبضہ

حضرت علیؓ خود بھی محاذِ جنگ پر پہنچ گئے اور ان کو معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ بھی اپنی فوج کے پاس قریب ہی موجود ہیں۔ حضرت علیؓ نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ فوراً جا کر دریائے فرات پر پہنچ کر پانی پر قبضہ کرلو۔ لیکن اس معاملہ میں ان سے دیر ہوگئی اور ان سے پہلے حضرت امیر معاویہؓ نے پانی پر قبضہ کرلیا تھا۔ ابوالدعور ایک لشکر کے ساتھ وہاں موجود تھا اور حضرت علیؓ کے سپاہیوں کو پانی نہیں لینے دیا جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ کے لشکر کو پانی نہ ملنے کی وجہ سے بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔ حضرت علیؓ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اور پانی لینے کے لئے چند افراد کو دریائے فرات کی طرف بھیجا تو ابوالدعور کے لشکر نے ان پر تیروں کی بارش کر دی۔ حضرت علیؓ اسی بات کے منتظر تھے انہوں نے اشعث بن قیس کو بھیج کر ایک دم سے بھرپور حملہ کر دیا اور حملہ اس قدر شدید تھا کہ ابوالدعور کے لشکر کو سنبھلنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ ان کی مدد کے لئے حضرت عمرو بن عاصؓ نے فوج بھیجی لیکن حضرت علیؓ کی فوج کے آگے وہ بھی ٹھہر نہ سکی ان کے قدم اکھڑ گئے اور مخالفین نے پسپائی اختیار کر لی۔ اب پانی پر حضرت علیؓ کی فوج کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ آپؓ کی طرف سے ہر ایک کو پانی لینے کی اجازت تھی۔ دشمن کی فوج کو بھی پانی لینے سے نہیں روکا جا رہا تھا۔ اس طرح سے کچھ دوستانہ ماحول سا پیدا ہونے لگا اور لوگ سمجھنے لگے کہ شاید اب صلح ممکن ہو سکے۔ (ابن کثیر، جلد سوم)

10.4.2۔ صلح کی ایک اور کوشش ناکام

لڑائی وقتی طور پر بند ہوچکی تھی۔ حضرت علیؓ نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ پھر سے لڑائی شروع ہو جائے صلح کی ایک اور کوشش کر لی جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے آپؓ نے بشیر بن عمرو محصن انصاری، حضرت زید بن قیس ِ حضرت عدی بن حاتم ،حضرت زیاد بن حفصہ اور حضرت شیث بن ربعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حضرت امیر معاویہؓ کے پاس بھیجا۔ جب یہ وفد حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عدی بن حاتم نے گفتگو کا آغاز کیا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ آپؓ حضرت علیؓ کی بیعت کر لیں کیونکہ آپ کے بیعت کر لینے سے مسلمانوں میں اتفاق ہو جائے گا۔ سوائے آپؓ کے اور آپؓ کے دوستوں کے کوئی بھی بیعت سے انکاری نہیں۔ اگر آپؓ کی مخالفت ایسے ہی برقرار رہی تو وہ صورت پیش آئے گی جو اصحابِ جمل کو پیش آئی۔ حضرت امیر معاویہؓ ان کی بات سن کر غصہ میں آ گئے اور ان کی بات کاٹتے ہوئے جواب دیا کہ اے عدیؓ! تم صلح کرانے آئے ہو یا لڑانے آئے ہو؟ تم مجھے اصحابِ جمل کا واقعہ یاد دلا کر ڈرانا چاہتے ہو کیا تمہیں علم نہیں کہ میں حرب کا پوتا ہوں اور لڑائی سے خوف نہیں کھاتا۔ مجھے علم ہے کہ تم حضرت عثمانؓ کے قاتلوں میں سے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی قتل کرائے گا۔ اس تلخ کلامی کو دیکھتے ہوئے یزید بن قیس نے مداخلت کی اور کہا کہ ہم سفیر بن کر آئے ہیں ہمیں اس بات کا حق نہیں کہ ہم آپؓ کو نصیحت کریں۔ مگر ہمیں اس بات کی ضرور کوشش کرنی چاہئے کہ مسلمانوں کے درمیان نااتفاقی ختم ہو۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے

حضرت علیؓ کے فضائل بیان کرنا شروع کر دئے۔ یہ باتیں بھی حضرت امیر معاویہؓ کو اچھی نہیں لگیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ تم ہمیں جماعت کی طرف بلاتے ہو جماعت تو ہمارے ساتھ ہے۔ میں تمہارے دوست کو خلافت کا حقدار نہیں سمجھتا کیونکہ انہوں نے امیر المومنین کو قتل کیا ہے اور ان کے قاتلوں کو پناہ دی ہے۔ صلح تو صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے کہ جب وہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو ہمارے حوالے کریں۔

حضرت امیر معاویہؓ ابھی بات کر رہے تھے کہ حضرت شیث بن ربعیؓ سے نہ رہا گیا اور انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی بات کاٹتے ہوئے کہا کہ کیا تم عمار بن یسارؓ کو قتل کرو گے۔ انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ عمار بن یسارؓ کو قتل کرنے سے کیا چیز روک سکتی ہے میں تو انہیں حضرت عثمانؓ کے غلام کے بدلے میں بھی قتل کر دوں۔ اس پر حضرت شیث بن ربعیؓ غصہ میں آ گئے اور کہا کہ تم ان کو ہرگز قتل نہیں کر سکتے تم پر زمین تنگ کر دی جائے گی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ اس سے پہلے تم پر زمین تنگ کر دی جائے گی۔ غرض اس طرح کی تلخ کلامی کے نتیجہ میں صلح کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی۔

صلح کی تمام کوششیں ناکام ہوتی جارہیں تھیں۔ ہر فریق اپنی شرائط پر صلح کرنا چاہتا تھا۔ حالات بڑی تیزی کے ساتھ ٹکراؤ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ شروع شروع میں معمولی جھڑپوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ تھوڑی تھوڑی فوج میدان میں آتی اور دن میں جھڑپیں ہوتیں۔ رات ہونے پر واپس اپنے اپنے قیام پر چلے جاتے تھے۔

حضرت علیؓ نے اپنی فوج کی کمان خود سنبھالی ہوئی تھی۔ لیکن آپ ؓ مختلف لوگوں کو دستوں کی کمان دے کر میدان میں بھیجتے رہے۔ کئی دنوں تک اسی طرح جنگ کا میدان گرم رہا کہ رجب المرجب کا مہینہ شروع ہو گیا۔ اس مہینہ کی حرمت کی وجہ سے دونوں فریقوں نے جنگ روک دی اور ایک دفعہ پھر جنگ التواء میں پڑ گئی۔

10.4.3 ۔ مصالحت کی ایک اور کوشش

تقریباً تمام صحابہ کرام ؓ مسلمانوں کی آپس کی خون ریزی سے پریشان تھے اور چاہتے تھے کہ کسی طرح سے آپس میں صلح ہو جائے اور اس طرح مسلمان آپس میں لڑ کر کمزور ہو رہے ہیں جس سے دشمن فائدہ اٹھا رہے ہیں یہ سلسلہ رک جائے۔ اس عارضی جنگ بندی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت ابوالدرداء ؓ اور حضرت ابوامامہ باہلی ؓ نے مصالحت کرانے کی ایک اور کوشش کی۔ یہ دونوں حضرات حضرت امیر معاویہ ؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے بات چیت کرتے ہوئے حضرت ابوالدرداء ؓ نے کہا کہ آپ علی ؓ سے لڑتے ہیں۔ کیا وہ آپ ؓ سے زیادہ امامت کے حقدار نہیں؟ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ میں تو حضرت عثمان غنیؓ کے خونِ ناحق کے لئے لڑتا ہوں۔ حضرت ابوالدرداء نے فرمایا کہ کیا آپ ؓ سمجھتے ہیں کہ حضرت عثمان ؓ کو حضرت علی ؓ نے قتل کیا ہے؟ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ انہوں نے قتل تو نہیں کیا لیکن قاتلینِ عثمان ؓ کو پناہ ضرور دی ہے۔ اگر وہ ان کو میرے حوالے کر دیں تو میں سب سے پہلے ان سے بیعت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

حضرت معاویہؓ سے گفتگو کرنے کے بعد حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوامامہ باہلیؓ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان باتوں کا حضرت علیؓ سے ذکر کیا جو ان کی اور حضرت امیر معاویہؓ کی ہوئیں تھیں۔ اس مصالحانہ کوشش کی اطلاع حضرت علیؓ کی فوج کو ہوئی تو (تقریباً بیس ہزار) ہزاروں سپاہی نکل کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ہم سب عثمان غنی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے قاتل ہیں۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوامامہ باہلیؓ خاموشی سے لشکر چھوڑ کر ساحلی علاقہ کی طرف چلے گئے اور اس معاملہ سے مکمل طور پر لاتعلقی اختیار کر لی۔

10.4.4 ۔ جنگ کا دوسرا مرحلہ

حرمت کے مہینے تو سکون سے گزر گئے۔ محرم الحرام ختم ہو کر صفر المظفر کا مہینہ جیسے ہی شروع ہوا ایک دفعہ پھر فریقین میں جھڑپیں شروع ہو گئیں۔ بڑے بڑے جید صحابہ کرامؓ اور ہزاروں لوگ اس آپس کی لڑائی میں اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ کبھی کبھی تو صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہتی تھی۔ جنگ کے دوران حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضرت علیؓ کی طرف سے کھڑے ہو کہ با آواز بلند لوگوں سے یہ کہا کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا خواہاں ہے اور اس کو مال و اولاد کی طرف واپس جانے کی آرزو نہ ہو وہ میرے ساتھ آجائے۔ انہوں نے یہ الفاظ اتنے جوش سے کہے کہ حضرت علیؓ کے لشکر کے بہت سے لوگ مرنے مارنے پر تیار ہو کر ان

کے ساتھ چل دیئے۔ حضرت علیؓ کے علم بردار ہاشم بن عتبہ بھی علم اٹھائے ہوئے ان کے ساتھ چل رہے تھے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ نے بے جگری اور دلیری سے شامی فوج پر حملہ کیا کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے بڑی مشکل سے اس کو روکا اور زبردست مقابلے کے بعد حضرت عمار بن یاسرؓ شہید ہو گئے۔ اس بات کی خبر جب حضرت علیؓ تک پہنچی تو انہیں بہت دکھ ہوا۔ سارا دن ختم ہو چکا تھا رات شروع ہو چکی تھی لیکن لڑائی تھی کہ رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ اس رات کو تاریخ میں ''**لیلۃ الہریر**'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اسی رات حضرت اویس قرنیؒ بھی حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ بھی بڑھ بڑھ کر بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے۔ ساری رات لڑائی ہوئی یہاں تک کہ صبح کا سورج طلوع ہو گیا اور لڑائی کو روکنے کا نام نہیں لیا جا رہا تھا۔

جنگ طول پکڑ چکی تھی۔ حضرت علیؓ نے اپنی فوج میں پُرزور تقریر کی اور انہیں جنگ کو انجام تک جلد از جلد پہنچانے پر ابھارا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کی فوج فیصلہ کن انداز میں اپنے دشمن کی فوج پر جھپٹ پڑی اور ہر طرف قتال شروع ہو گیا۔ شامی فوج اس زبردست حملہ کی تاب نہ لا سکے اور پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ حضرت علیؓ کی فوج کے سپاہی انتہائی جوش وخروش سے دشمن پر تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی فوج کے قدم اکھڑ چکے تھے۔ حضرت علیؓ لڑتے لڑتے حضرت امیر معاویہؓ تک پہنچ چکے تھے اور انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو للکار کر کہا کہ اے معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسلمانوں کا خون گرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ آؤ ہم اور تم آپس میں مقابلہ کر کے اپنے جھگڑوں کا فیصلہ کر لیں ہم میں جو کامیاب ہو

جائے گا وہی خلیفہ ہو گا۔

حضرت علیؓ کی مبارزت سن کے حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ بات تو انصاف کی ہے آپؓ کو مقابلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ کیا خوب بات کی ہے اس فیصلہ کو تم اپنے لئے کیوں نہیں پسند کرتے۔ تم جانتے ہو کہ جو کوئی ان کے مقابلہ میں جاتا ہے زندہ بچ کر نہیں آتا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ اب جو کچھ بھی ہو مقابلہ کے لئے تو نکلنا ہی ہو گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا! شاید تم مجھے اس لئے مقابلہ کے لئے بھیجتے ہو کہ میں مارا جاؤں اور میرے بعد تم ملک شام پر قبضہ کر کے بیٹھ جاؤ۔

جب حضرت امیر معاویہؓ کسی طرح حضرت علیؓ سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے تو حضرت عمرو بن عاصؓ خود حضرت علیؓ سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ کافی دیر تک دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا اس دوران حضرت علیؓ نے ان پر اس قدر بھرپور وار کیا کہ کسی صورت ان کا بچنا ممکن نہ تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اپنے آپ کو بچاتے ہوئے گھوڑے سے گر گئے اور گھوڑے سے گرتے ہوئے برہنہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے جب ان کو برہنہ دیکھا تو مزید وار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور منہ پھیر کر واپس چلے گئے اور ان کو زندہ سلامت چھوڑ دیا۔

جنگ زوروں پر جاری تھی ہر طرف لاشوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔ لاشوں کا اٹھانا مشکل ہو گیا تھا۔ زخمیوں کی کوئی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ دونوں طرف سے جنگ روکنے کا فیصلہ کیا گیا تا کہ اپنی لاشوں اور زخمیوں کو اٹھایا جائے۔ حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو جوش دلانے کے لئے پُر جوش تقریر کی اور کہا کہ ہم جنگ

تقریباً جیت چکے ہیں تھوڑی سی اور ہمت کی ضرورت ہے کل ان شاء اللہ فیصلہ ہو جائے گا۔ دشمن کو آخری شکست دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس وقت تک پیچھے نہ ہٹو جب تک پوری طرح دشمن کو شکست نہ ہو جائے۔

10.4.5 ۔حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے صلح کی کوشش

ان لڑائیوں میں جس تیزی سے جانی نقصان ہو رہا تھا۔ سمجھدار طبقہ بہت فکر مند تھا۔ شامی فوج کے پچاس ہزار سے زائد افراد مارے گئے تھے اسی طرح سے حضرت علی ؓ کے لشکر کے تقریباً پچیس ہزار سے زائد افراد اس جنگ کا ایندھن بن چکے تھے۔ کوئی فریق اپنی بات سے پیچھے ہٹنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس صورتِ حال کا ادراک کرتے ہوئے حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا کہ حضرت علی ؓ کو شکست دینا ممکن نہیں نظر آ رہا۔ حمایتی قبائل بھی ہمت ہارتے جا رہے ہیں۔ اموات کا تناسب بہت زیادہ ہو گیا تھا۔ اتنی اموات کے باوجود جنگ کا نتیجہ ان کے حق میں نہیں ہو رہا تھا۔ چنانچہ حضرت شیث بن قیس ؓ کندی نے تمام لوگوں کے درمیان کھڑے ہو کر کہا اگر مسلمانوں کے درمیان یہ خون ریزی اسی طرح جاری رہی تو بہت جلد سارا عرب ویران ہو جائے گا۔ ہمارے اصلی دشمن رومی شام میں ہمارے اہل و عیال پر قبضہ کر لیں گے۔ ایرانی اہلِ کوفہ کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیں گے۔ اسی طرح انہوں نے اپنی پُر جوش تقریر میں بہت سے حقائق بیان کئے۔ ان کی تقریر سے لشکر والے کافی متاثر ہوئے اور حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سوالیہ نظروں

سے دیکھنے لگے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے بھی سنجیدگی سے ان کی باتوں کو لیا۔ انہوں نے ایک خط حضرت علیؓ کے نام لکھا۔ اس میں لکھا کہ اگر مجھے اور آپؓ کو اس بات کا علم ہوتا کہ یہ جنگ اس قدر طویل ہو جائے گی اور اس قدر جانیں ضائع ہو جائیں گی تو ہم میں سے کوئی بھی اس جنگ کو نہ چھیڑتا۔ اب یہ ضروری ہو گیا ہے کہ اس جنگ کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ہم لوگ بنی عبد مناف ہیں آپس میں ایک دوسرے کو فوقیت نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے درمیان اس طرح کی مصالحت ہونی چاہئے کہ دونوں کی عزت و آبرو قائم رہے۔ اس سے پہلے حضرت علیؓ مصالحت کی کئی کوششیں کر چکے تھے جو حضرت امیر معاویہؓ کے قائل نہ ہونے کی وجہ سے ناکام ہو گئیں تھیں۔ اب حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے اس مصالحت کی کوشش کو حضرت علیؓ نے رد کر دیا اور کہا کہ اب فیصلہ میدانِ جنگ میں ہوگا۔ اس بات کی خبر جب حضرت امیر معاویہؓ تک پہنچی کہ حضرت علیؓ نے صلح کی پیش کش کو رد کر دیا ہے تو اس کا صاف مطلب تھا کی اب بھر پور حملہ ہوگا۔ دوسری طرف حضرت علیؓ نے فوج میں نئی ترتیب کی اور حضرت علیؓ کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اس دفعہ فیصلہ ہوئے بغیر وہ جنگ بند نہیں کریں گے۔ ان کی فوج میں بھی جوش و خروش پایا جا رہا تھا۔ حضرت علیؓ خود بھی زرہ پہن کر میدان میں موجود تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کو لمحہ لمحہ کی اطلاعات مل رہیں تھیں اور وہ بہت پریشان تھے ان کو صاف نظر آ رہا تھا کہ تھوڑی دیر میں فیصلہ کن جنگ ہوگی۔ ان کی فوج میں بھی کوئی جوش و خروش نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کو اپنی شکست یقینی نظر آ رہی تھی۔ انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے مشورہ کیا کہ کوئی ایسی چال چلی جائے جس سے حضرت علیؓ کی فوج میں پھوٹ پڑ جائے۔

10.4.6 ۔ ایک جنگی چال

دوسرے دن جب صبح ہوئی تو حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ اپنے لوگوں سے کہو کہ قرآن نیزوں پر بلند کرلیں اور میدانِ جنگ میں جا کر بلند آواز میں کہیں کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ اللہ کی کتاب ہے۔ شامی فوج نے اسی طرح سے کیا۔ دمشق کے مصحف اعظم (وہ قرآن جو حضرت عثمانؓ نے تصدیق کے بعد بھیجا تھا) کو پانچ شامی آگے آگے نیزے پر اٹھائے ہوئے تھے اور اس کے پیچھے ہزاروں قرآن نیزوں پر بلند تھے فضل ابن اوہم، شریح جذامی اور ورقاء بن معمر نے پکار کر علوی فوج سے کہا!

یا معشر عرب! خدارا اپنی عورتوں اور بچوں کو فارس اور روم سے بچاؤ۔ اگر شامی ختم ہوگئے تو رومیوں سے شام کی حفاظت کون کرے گا اور اگر عراقی تباہ ہوگئے تو اہلِ عجم سے عراق کو کون بچائے گا۔ آؤ ہم تم قرآن کا حکم مان لیں اور اس کا فیصلہ ہم دونوں کے لئے واجب التسلیم ہو۔ (اخبار الطّوال)

10.4.7 ۔ جنگ بندی

یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ حضرت علیؓ کے سپاہیوں نے جب قرآن حکیم کو نیزوں پر بلند دیکھا تو لڑائی سے رک گئے۔ حضرت علیؓ اور ان کی فوج کے بعض لوگوں نے اس کی مخالفت کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! یہ محض ایک فریب ہے۔ لیکن ایک بڑی جماعت پر اس کا بہت اثر ہوا۔ انہوں نے کہا کہ شامیوں کو اسی کتاب

کا پابند بنانے کے لئے ہم ان سے جنگ کر رہے ہیں۔ اب جبکہ وہ خود ہمیں اس کی دعوت دے رہے ہیں تو ہمیں اس سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نے شامیوں کی اس حرکت کو دیکھ کر فرمایا! ابھی تک تو لڑائی تھی اب فریب بھی شروع ہو گیا۔ مالک اشتر نخعی نے شامیوں کی چال کی پرواہ نہیں کی اور اپنے ساتھیوں کو سمجھایا کہ یہ ایک جنگی چال ہے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ حملے کرنے میں مصروف رہے۔ حضرت علی ؓ نے لوگوں کو سمجھایا کہ قرآنِ کریم کا بلند کرنا محض ایک دھوکہ ہے تم ان کے فریب میں نہ آؤ تم کو فتح حاصل ہونے والی ہے۔ سپاہی مسلسل جنگ سے تنگ آ چکے تھے اور لڑائی بھی مسلمانوں کے درمیان ہو رہی تھی جو کہ اسلام کے لئے نقصان دہ تھی۔ اس لئے انہوں نے شامیوں کی اس درخواست کو صلح کی طرف قدم سمجھ کر لڑائی سے ہاتھ روک لیا کیونکہ دونوں طرف کے مسلمانوں کی اکثریت یہ چاہتی تھی کہ کسی طرح سے صلح ہو جائے۔

مسعر بن فدکی التمیمی، زید بن حصین الطائی ثم السبائی اور ان کے ساتھیوں نے حضرت علیؓ کو گھیر لیا اور کہا کہ جنگ بندی کا اعلان کرو اور مالک اشتر کو واپس بلاؤ اور اگر آپؓ ایسا نہیں کریں گے تو ہم تمہارے ساتھ بھی ایسا سلوک کریں گے جیسا ہم نے عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ کیا تھا۔ اس بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے ایک شخص کو مالک اشتر کی طرف روانہ کیا کہ جنگ بند کر کے فوراً واپس آ جائیں۔ مالک اشتر اس وقت کامیابی کے بہت قریب پہنچ چکے تھے اس لئے واپسی کا سن کر بہت دل برداشتہ ہوئے مگر حکم تھا اس لئے وہ واپس آ گئے اور اس طرح

جنگ کا خاتمہ ہوا۔ حضرت علیؓ 13/صفر 37ھ کو میدانِ صفین سے کوفہ روانہ ہوئے۔

امیر معاویہؓ نے اعلان کروا دیا تھا کہ جنگ بہت طول کھینچ گئی ہے۔ ہم میں سے ہر فریق دوسرے کو باطل تصور کرتا ہے۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لئے ہم نے قرآن کو حکم ماننے کی دعوت دی ہے اگر اسے وہ لوگ قبول کریں تو بہت اچھا ہے ورنہ ہماری حجت تمام ہو جائے گی۔ اس اعلان کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھی لکھا کہ اس خون ریزی کے ذمہ دار میں اور تم ہیں۔ اب میں اس کو بند کرنے اور الفت و محبت قائم کرنے اور بغض اور عناد کو بُھلا دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ (طبری)

10.4.8 ۔ منصفوں کا تقرر

جنگ بند ہو چکی تھی۔ مالک اشتر نخعی واپس آ چکے تھے۔ حضرت اشعث بن قیسؓ نے حضرت علیؓ سے کہا! اے امیر المومنین! قرآنِ حکیم کا حکم لوگوں نے مان لیا ہے اور جنگ بند ہو چکی ہے اب اگر آپؓ اجازت دیں تو میں امیر معاویہؓ کے پاس جا کر ان کے ارادے معلوم کروں۔ حضرت علیؓ نے ان کو اجازت دے دی اور وہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے اور ان سے اس سلسلہ میں بات چیت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم اور تم دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی طرف رجوع کریں۔ ایک شخص کو ہم مقرر کرتے ہیں اور ایک شخص کو تم مقرر کرو۔ اور دونوں سے اس بات کا حلف لیا جائے کہ وہ قرآنِ کریم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اور اس

کے بعد جو بھی فیصلہ ہو ہم دونوں اس پر راضی ہو جائیں۔

اس بات پر اتفاق ہو گیا۔ شامیوں نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن عاصؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت اشعث بن قیسؓ نے واپس آ کر تمام گفتگو سے حضرت علیؓ کو آگاہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت اشعث بن قیسؓ نے اہل عراق کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کا نام لیا۔ حضرت علیؓ نے اس سے اختلاف فرمایا اور کہا کہ اس معاملہ میں میں عبداللہ بن عباسؓ کو پسند کرتا ہوں۔ مجلس میں موجود لوگوں نے کہا کہ وہ آپؓ کے رشتہ دار ہیں۔ ایسا شخص مقرر ہونا چاہئے جس کا امیر معاویہؓ سے بھی یکساں تعلق ہو اور پھر منصف کو غیر جانب دار ہونا چاہئے۔ اس پر حضرت علیؓ نے مالک اشتر کا نام پیش کیا کہ اگر تم عبداللہ بن عباسؓ کو رشتہ دار ہونے کی وجہ سے منتخب نہیں کرتے تو پھر مالک اشتر کو مقرر کر لو وہ میرا رشتہ دار نہیں ہے۔ مالک اشتر کا نام سن کر حضرت اشعث بن قیسؓ غصہ میں آ گئے اور کہا کہ یہ جنگ کی آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے اور ابھی بھی وہ لڑائی ہی چاہ رہے تھے۔ حضرت علیؓ کے لشکر میں ان کے علاوہ اور لوگ بھی مالک اشتر کو پسند نہیں کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو رسول اللہ ﷺ کی جو خصوصی صحبت ملی ہے وہ مالک اشتر کو نہیں ملی اس لئے ہم ان کو حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ پر کبھی فوقیت نہیں دیں گے۔ حضرت علیؓ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے علاوہ کسی اور پر راضی نہیں ہوں گے تو ارشاد فرمایا کہ جسے چاہو منصف بنا لو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ حضرت علی کی طرف سے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو منصف مقرر کر دیا گیا۔	(طبری، اخبار الطّوال)

10.4.9 ۔ حلف نامہ

حضرت امیر معاویہ ؓ کی طرف سے حضرت عمرو بن عاص ؓ حضرت علیؓ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے اقرار نامہ لکھنے کی درخواست کی۔ چنانچہ اقرار نامہ دونوں طرف کے سرکردہ لوگوں کی موجودگی میں تحریر کیا گیا۔ جب حضرت علی ؓ کے ساتھ امیر المومنین لکھنے لگے تو امیر معاویہ ؓ نے اعتراض کیا کہ اگر ہم ان کو امیر المومنین مانتے تو ان سے جنگ کیوں کرتے۔ حضرت علی ؓ کے بعض ساتھیوں نے اس پر اصرار کیا تو آپ ؓ نے فرمایا! یہ تو سنتِ نبوی ہے، حدیبیہ کے معاہدے میں رسول اللہ (ﷺ) کے لفظ پر مشرکین کو اسی قسم کا اعتراض تھا تو آپ ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے اسے مٹا کر محمد بن عبداللہ (ﷺ) لکھ دیا تھا۔ اس لئے امیر المومنین کو کاٹ کر علی بن ابی طالب ؓ لکھا جائے۔ چنانچہ امیر المومنین کاٹ دیا گیا۔ اس اقرار نامے کے الفاظ یوں تھے۔

یہ اقرار نامہ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے مابین ہے۔ علی بن ابی طالب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اہلِ عراق اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک منصف مقرر کیا ہے۔ اور اسی طرف معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اہلِ شام اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں منصف مقرر کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے حکم کو منصف قرار دے کر اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور کتاب اللہ کے حکم کے سوا دوسرے کو داخل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم الحمد سے

والناس تک تمام قرآن کو مانتے ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ قرآنِ حکیم جن کاموں کے کرنے کا حکم دے گا اس کی تعمیل کریں گے اور جن سے منع کرے گا ان سے رک جائیں گے۔ یہ دونوں منصف جن کی تقرری کی گئی ہے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ الاشعریؓ) اور عمرو بن عاص ؓ ہیں۔ یہ دونوں جو کچھ قرآنِ حکیم میں پائیں گے اسی کے مطابق فیصلہ کریں گے اور اگر قرآن میں نہ پائیں گے تو سنتِ مطہرہ کے موافق فیصلہ کریں گے۔ جو فیصلہ کریں گے وہ دونوں فریقین کو لازمی ماننا ہوگا اور جو فریق اس کے ماننے سے انکار کرے گا، حکم اور مسلمان اس کے خلاف دوسرے فریق کی مدد کریں گے۔

لیکن اگر یہ فیصلہ کتاب وسنت کے خلاف ہوا یا کسی فریق کی جانبداری پائی گئی تو اس کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ اس وقت ہر فریق خود اپنا فیصلہ کرنے کے لئے آزاد ہوگا۔ فیصلہ کے اعلان تک جنگ بالکل بند رہے گی اور کامل امن وامان قائم کیا جائے گا۔ اگر فیصلہ کے اعلان سے پہلے دونوں امیروں یا حکموں میں سے کوئی مر جائے تو اس کی جماعت کو اس کی جگہ دوسرے امیر اور حکم کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔ دونوں حکموں کی جان و مال کی حفاظت کی جائے گی۔ رمضان تک فیصلہ کا اعلان ہونا چاہئے۔ لیکن اگر حکم اس میں کچھ تاخیر کرنا مناسب سمجھیں تو وہ اس کی مدت میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ اگر مقررہ مدت میں فیصلہ نہ سنایا گیا تو فریقین کو از سر نو جنگ شروع کرنے کا اختیار ہوگا۔ (اخبار الطّوال)

اقرار نامہ تحریر ہونے کے بعد حضرت ابوموسیٰ الاشعری ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ سے بھی اقرارِ عہد لیا گیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر قرآنِ حکیم اور

سنتِ رسول کریم ﷺ کے مطابق درست فیصلہ کریں گے۔ اس کے بعد منصفوں کو چھ ماہ کی مہلت دی گئی کہ وہ اس مدت کے اندر اندر دمشق اور کوفہ کے درمیان دومۃ الجندل کے متصل مقام اوزج پر دونوں فریق کو طلب کر کے اپنا فیصلہ سنا دیں۔ اس کے بعد اقرار نامہ کی دو نقلیں تیار کی گئیں۔ ان پر حضرت علیؓ کی طرف سے اشعث بن قیس الکندی، سعد بن قیس ہمدانی، ورقا بن یحییٰ الجبلی، عبداللہ بن محل عجلی، حجر بن عدی کندی، عبداللہ بن الطفیل عامری، عقبہ بن زیاد حضرمی، یزید بن خمیمہ تمیمی، مالک بن کعب ہمدانی نے بطور گواہ اور ضامن کے دستخط کئے اور حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ابو الاعور اسلمی، حبیب بن مسلمہ الفہری، محارق ابن حارث الزبیدی، رمل بن عمرو عذری، حمزہ بن مالک ہمدانی، عبدالرحمٰن بن خالد مخزومی، سمیع بن یزید انصاری، عتبہ بن ابوسفیان، یزید بن الحر عبسی، علقمہ بن یزید انصاری کے دستخط ہوتے۔ جب دونوں نقلیں مکمل ہو گئیں کو ایک حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو دے دی گئی اور دوسری حضرت عمرو بن عاصؓ کے حوالے کر دی گئی۔ حضرت علیؓ کی طرف سے جن لوگوں نے بطور ضامن دستخط کئے ان میں مالک اشتر سے دستخط کرنے کو کہا گیا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اشعث بن قیس نے اصرار کیا تو دونوں میں تلخ کلامی تک نوبت پہنچ گئی۔ اس موقع پر یہ بھی طے کیا گیا کہ کوفہ سے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ روانہ ہوں گے تو حضرت علیؓ چار سو افراد کے ہمراہ ان کے ساتھ جائیں گے۔ اسی طرح جب دمشق سے حضرت عمرو بن عاصؓ روانہ ہوں گے تو حضرت امیر معاویہؓ بھی چار سو افراد کے ساتھ ان کے ہمراہ جائیں گے۔ یہ آٹھ سو افراد تمام مسلمانوں کے قائم مقام ہوں گے اور منصفین جو فیصلہ

سنائیں گے اس کو سب تسلیم کریں گے۔ یہ معاہدہ ۱۳/صفر المظفر ۳۷ھ بروز بدھ کو طے پایا۔

10.4.10 ۔ فیصلہ کی تیاری

معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ فیصلہ مقام اوزج (اذرج) پر سنایا جائے گا۔ کیونکہ کوفہ اور دمشق سے ہٹ کر کسی تیسرے مقام پر فیصلہ کرنے کا طے پایا تھا۔ اس مقصد کے لئے حضرت علیؓ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے ساتھ چارسو افراد کی ایک جمعیت کو روانہ کیا۔ جس کی قیادت حضرت شریح بن ہانیؓ کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو نمازوں کی امامت اور مذہبی امور کا نگران مقرر کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان خون ریزی اور چپقلش کی وجہ سے کنارا کشی اختیار کر لی تھی اس صلح کی خبر سن کر وہ بھی دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہو گئے۔ دوسری طرف حضرت عمرو بن عاصؓ بھی چارسو ساتھیوں کے ساتھ مقام اوزج پہنچ گئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بہت جہاں دیدہ، دوراندیش اور معاملہ فہم بزرگ تھے۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ سے الگ الگ ملاقاتیں کیں۔ ان کا مقصد تھا کہ فیصلہ ہونے سے قبل دونوں کی رائے معلوم کی جائے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو اندازہ ہوا کہ معاملہ ابھی بھی پیچیدہ ہے اور دونوں کے درمیان رائے میں اختلاف موجود ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسی وقت پیشین گوئی

کردی کہ منصفوں کے فیصلہ کا اچھا نتیجہ نکلنا مشکل ہے۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ کے کوفہ سے جانے کے بعد حضرت علی ؓ مسلسل خطوط کے ذریعہ ان سے رابطہ میں تھے۔ حضرت علی ؓ کے خطوط حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے نام آتے تھے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ ؓ بھی خطوط کے ذریعہ حضرت عمرو بن عاص ؓ سے رابطہ میں تھے۔ جب حضرت علی ؓ کے خط حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے پاس آتے تو اس کے ساتھی ان کے پیچھے پڑ جاتے کہ ہمیں بھی بتاؤ حضرت علی ؓ نے کیا لکھا ہے اس میں بعض باتیں بتانے کی ہوتی تھیں اور بعض باتیں ہر ایک کو نہیں بتانے کی ہوتیں تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ اس صورتِ حال سے کافی پریشان ہو گئے کیونکہ جن باتوں کو وہ راز میں رکھنا چاہتے تھے اس کے بیان کرنے سے ہچکچاتے تھے تو لوگ ان کے رویہ سے ناراض ہوتے تھے اور بعض تو اس ناراضگی کا اظہار سب کے سامنے کرتے۔ جبکہ حضرت عمرو بن عاص ؓ کے ساتھ اس قسم کی صورتِ حال نہیں تھی۔

حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ نے تنہائی میں ملاقاتیں شروع کر دیں تاکہ باہمی مشورے سے کسی حتمی فیصلہ پر پہنچا جائے۔ حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ کے مقابلہ میں حضرت عمرو بن عاص ؓ زیادہ ہوشیار تھے۔ ملاقات کے دوران وہ حضرت ابو موسیٰ الاشعری ؓ کی بہت عزت و تعظیم کرتے اور ان کی خوبیوں کا ذکر کرتے۔ مسئلہ خلافت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمرو بن عاص ؓ نے کہا کہ حضرت امیر معاویہ ؓ قریش کے ایک شریف اور معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ام المومنین حضرت امِ حبیبہ ؓ کے بھائی ہیں، صحابی و کاتبِ وحی ہونے کا

شرف رکھتے ہیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ ان کی ان خصوصیات سے مجھے انکار نہیں مگر امت کی امارت حضرت علیؓ اور دیگر جید بزرگوں کی موجودگی میں انہیں کیسے دی جاسکتی ہے۔ یہ تمام خصوصیات تو حضرت علیؓ میں بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ علم، شجاعت، تقویٰ اور دیگر صفات میں اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ میں انتظامی صلاحیت اور سیاست کی زیادہ سمجھ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ ایمان داری اور تقویٰ کے مقابلہ میں یہ چیزیں زیادہ اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔ پھر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو ایک تجویز پیش کی کہ اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم معاویہؓ اور علیؓ کو معزول کر کے عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ بنانے کا اعلان کر دیں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ حضرت امیر معاویہؓ میں کیا خرابی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ وہ نہ تو اس منصب کی اہلیت رکھتے ہیں اور نہ وہ اس کے حقدار ہیں۔ البتہ اگر آپؓ مجھ سے اتفاق کریں فاروقِ اعظم کا دور واپس آجائے گا وہ اپنے والد کی یاد تازہ کر دیں گے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے فرمایا کہ میرے بیٹے کے بارے میں کیا خیال ہے وہ بھی تو فضیلت اور کمال میں کچھ کم نہیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ یہ سب باتیں ٹھیک ہیں لیکن آپؓ نے اس کو لڑائی میں شریک کر کے فتنہ میں ڈال دیا ہے اور اس کے دامن کو ایک حد تک داغدار کر دیا ہے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا تقویٰ اور کردار ان تمام خرابیوں سے محفوظ ہے۔

کافی دیر تک دونوں حضرات میں تنہائی میں انتہائی سنجیدہ گفتگو ہوتی رہی لیکن بات کسی نتیجہ پر نہیں پہنچ پائی۔ جب کافی دیر گفتگو ہوتی رہی تو حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے ایک مشورہ دیا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ اور مخالفت نے لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا ہے اس لئے ان دونوں کو معزول کر دیا جائے اور پھر لوگ جس کو منتخب کرنا چاہیں تو اس کو خلیفہ بنا دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس بات کو پسند کیا اور اس بات پر دونوں کا اتفاق ہو گیا اور دونوں حضرات اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کے خیمہ میں پہنچے اور فرمایا کہ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آپؓ کو ضرور دھوکہ دیا ہوگا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ دونوں کے درمیان کوئی اتفاق ہوا ہو تو آپ ہرگز پہلے اعلان نہ کریں ممکن ہے کہ وہ بعد میں اس بات کی مخالفت کرے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے فرمایا کہ ہم ایک ایسی رائے پر متفق ہوئے ہیں کہ اس میں اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

10.4.11 ۔ فیصلے کا اعلان

فیصلہ کے دن صبح ہی سے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد دومۃ الجندل کی مسجد میں جمع ہونا شروع ہوگئی۔ اکابر صحابہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جو اس جنگ میں غیر جانبدار تھے فیصلہ سننے کے لئے آئے۔ ہر شخص بڑی شدت سے اس بات کا منتظر تھا کہ کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے

جس سے مسلمانوں میں یہ نہ رکنے والی خوں ریزی کا خاتمہ ہو۔ لوگ اپنے اپنے نمائندوں کی کامیابی کے اعلان کے منتظر تھے۔ مسجد میں حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ تشریف لائے اور اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپؓ اعلان کر دیجئے اور جو فیصلہ ہو چکا ہے اسے لوگوں کو سنا دیجئے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جواب دیا کہ آپ فضل اور کمال کے لحاظ سے اور ہر اعتبار سے ہم سے افضل اور بزرگ ہیں اس لئے میں آپ پر سبقت نہیں کرسکتا۔ یہ سن کر حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ منبر پر کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کہ حمد وثناء کے بعد فرمایا!

لوگو! وہ فیصلہ جس پر میں اور عمرو بن عاصؓ دونوں متفق ہوئے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نے علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا ہے اور مسلمانوں کی مجلسِ شوریٰ کو اختیار دیا ہے کہ اتفاقِ رائے سے جس کو وہ خلیفہ منتخب کرنا چاہیں کر لیں۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ یہ فیصلہ سنا کر منبر سے اتر گئے اور حضرت عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ اب تم بھی منبر پر کھڑے ہوکر اپنا فیصلہ سنا دو۔ حضرت عمرو بن عاصؓ منبر پر آئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے کہا!

لوگو! آپ گواہ ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نے اپنے دوست حضرت علیؓ کو معزول کر دیا ہے، میں بھی اس بات پر متفق ہوں اور حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کو اس منصب پر قائم رکھتا ہوں کیونکہ وہ مظلوم شہید ہونے والے خلیفہ کے ولی اور خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔

حضرت عمرو بن عاصؓ کی اس تقریر سے ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دوسرے حضرات نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو ملامت کرنا شروع کر دیا کہ تم دھوکہ کھا گئے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ نہایت سیدھے سادے، شریف اور متقی بزرگ تھے وہ خود بھی حضرت عمرو بن عاصؓ کی اس تقریر سے حیرت زدہ ہو گئے اور غصہ کی حالت میں ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہ یہ کیا بے ایمانی ہے تم نے ہمارے متفقہ فیصلہ کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کر کے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگوں کے درمیان بھی تلخ کلامیاں ہوئیں۔ حضرت شریح بن ہانی نے بڑھ کر حضرت عمرو بن عاصؓ پر حملہ کر دیا مگر ان کے بیٹے نے شریح پر جوابی حملہ کر کے اپنے باپ کو بچالیا۔ لوگ درمیان میں آگئے اور ان میں بیچ بچاؤ کرا دیا۔ ماحول میں کافی تلخی اور بدمزگی پیدا ہو گئی تھی۔ اس طویل انتظار کے بعد اس فیصلہ سے لوگوں کو بہت ناامیدی اور دل شکنی ہوئی۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کو اس واقعہ پر اس قدر ندامت ہوئی کہ وہ اسی وقت مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے اور پھر ساری زندگی گوشہ نشینی میں گزار دی۔ اس خطرناک صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے دونوں طرف کے اکابرین کا وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں تھا اس لئے اہلَ شام دمشق کی طرف اور اہلِ عراق کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں!

ہر چند کہ ان اختلافات میں حضرت علیؓ حق پر تھے مگر حضرت معاویہؓ کی نیت بھی باطل نہ تھی۔ انہوں نے (حضرت معاویہؓ) نے ارادہ حق ہی کا کیا مگر ان سے غلطی ہو گئی اور تمام لوگ اپنے مقاصد کے لحاظ سے حق پر تھے۔ مگر سلطنت کی

خاصیت یہی ہے کہ آدمی تنہا اس کا طلب گار ہوتا ہے اور اس کو اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ حضرت معاویہؓ کے اختیار میں نہ تھا کہ اس خصوصیت کو اپنی ذات اور اپنی قوم سے الگ کر دیتے، یہ ایک قدرتی امر ہے، اور یہ خاندانی حمایت وتائید کی ضرورت کا تقاضہ بھی ہے جو اپنے ہی قبیلہ سے حاصل ہو سکتی تھی۔

اسی طرح امام غزالیؒ نے "الاقتضاد فی الاعتقاد" میں لکھا ہے کہ!

مختصر یہ کہ اکابر علماء کی مذکورہ عبارات نے واضح کر دیا کہ سیدنا علی المرتضیٰؓ کے مقابلہ میں قتال کرنے والے یعنی حضرت امیر معاویہؓ کی جماعت، اس قتال کی وجہ سے نہ کافر ہیں ، نہ فاسق ہیں اور نہ ہی گمراہ ہیں اور جو کچھ ان سے صادر ہوا غلط فہمی اور تاویل کے اختلاف کی وجہ سے ہوا۔ لہٰذا حضرت معاویہؓ جمہور علماء، سلفاء اور خلفاء کے نزدیک معذور ہیں اور قابلِ طعن و مذمت نہیں۔

ابن حجر العسقلانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں جو تنازعات پیش آئے ان کی وجہ سے کسی ایک پر بھی طعن کرنے اور عیب لگانے سے اہلِ سنت والجماعت نے منع کیا ہے اور اس منع پر اہلِ سنت کا اتفاق ہے۔ اگر چہ یہ معلوم ہو چکا کہ کون حق پر تھے اور کون حق پر نہیں تھے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ جنگیں باہمی اجتہاد میں اختلاف کی وجہ سے ہوئیں کسی عناد کی بنیاد پر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں خطا کرنے والے کو معاف فرمایا ہے بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مجتہد صحیح فیصلہ کرنے والے کو دو اجر دئے جائیں گے اور مجتہد خطا کرنے والے کو ایک اجر ملے گا۔

10.5 ۔ حضرت علی ؓ کا جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان روانہ کرنا

علی بن محمد نے بواسطہ عبداللہ بن میمون ، عمرو بن شجیرہ ، جابر بن یزید الجعفی ، امام شعبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی ؓ نے صفین سے واپسی پر جعدہ بن ہبیرہ کو خراسان روانہ کیا اور ابھی جعدہ بن ہبیرہ شہر پہنچے ہی تھے کہ انہیں معلوم ہوا کہ خراسان کے لوگ دوبارہ کافر ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے جعدہ کو خراسان میں داخل نہیں ہونے دیا اس کے بعد جعدہ حضرت علی ؓ کے پاس واپس آ گئے۔ حضرت علی ؓ نے خلید بن قرۃ الیربوعی کو خراسان فتح کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خلید نے وہاں پہنچ کر نیشاپور کا محاصرہ کر لیا۔ اہلِ نیشاپور نے مجبوراً صلح کر لی اور اہل مرو نے بھی صلح کر لی۔ وہاں خلید کو بادشاہ کی اولاد میں دو لڑکیاں ملیں جنہیں امان دی گئی۔ خلید نے ان دونوں کو حضرت علی ؓ کے پاس بھیج دیا۔

(تاریخ طبری)

11.0۔ خوارج

حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ نے کوفہ جا کر حضرت علی ؓ سے تمام حالات و واقعات کا ذکر کیا۔ امیر المومنین سیدنا علی ؓ نے بھی اوزج میں ہونے والے فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور اس بات کا عہد کیا کہ اب شام پر چڑھائی کرنا ضروری ہوگئی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت علی ؓ نے کوفہ والوں کو اعتماد میں لیا۔ خارجیوں کا گروہ جو پہلے ہی منصفوں کے معاملہ میں حضرت علی ؓ سے اختلاف کر چکا تھا اور انہوں نے دیکھا کہ اب ان دونوں کی مصالحت کی یہ کوشش بھی ناکام ہوگئی ہے تو خارجی گروہ سے حرقوس بن زہیر سعدی اور ذرعہ بن البرح الطائی حضرت علی ؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ ؓ نے پہلے بھی ہمارے مشورہ کو رد کر دیا تھا اور اب وہی کام کرنا چاہ رہے ہیں جس کے لئے ہم آپ سے کہتے تھے۔ یعنی اب آپ اپنی مرضی سے شام پر چڑھائی کرنے کے خواہش مند ہیں۔ آپ نے حکم مقرر کرنے کے معاملہ میں غلطی کی ہے اور آپ ؓ نے اپنی غلطی کو تسلیم نہیں کیا۔ اب جبکہ حکم کی صورتِ حال آپ پر واضح ہوگئی ہے تو آپ ؓ نے شام پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ انہوں نے حضرت علی ؓ سے دھمکی آمیز لہجہ میں کہا کہ ہم صرف ایک صورت میں آپ ؓ کا ساتھ دیں گے کہ آپ ؓ اپنی غلطی تسلیم کریں اس کی معافی مانگیں اور توبہ کریں۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ جنگ بند کروانے اور حکم مقرر کرنے پر تم لوگوں نے ہی مجھے مجبور کیا تھا ورنہ جنگ کے ذریعہ ہم فیصلہ کے بہت قریب پہنچ چکے تھے۔ خارجیوں نے آپ ؓ کا موقف کو ماننے سے انکار کر دیا اور ان کے خلاف بغاوت کر دی۔ تمام خارجی صلح

مشورہ کے لئے نہاوند کی طرف چلے گئے جو ان کا ایک مضبوط گڑھ تھا۔ خارجی منصوبے کے تحت خاموشی سے دو دو چار چار کی ٹولیوں کی شکل میں کوفہ سے نہروان کی طرف جمع ہونے شروع ہو گئے اور انہوں نے بصرہ سے بھی اپنے ہم خیال لوگوں کو نہروان میں بلوا لیا۔ حضرت علیؓ کو خارجیوں کی اس کاروائی، ان کے عزائم اور تیاریوں کی اطلاعات پہنچ رہی تھیں۔ آپؓ نے ان سے غافل رہنا خطرناک سمجھا اور اس سلسلہ میں ضروری انتظامات کرنے شروع کر دئے۔ خوارج نے نہروان میں جمع ہو کر اپنے آپ کو بڑے منظّم انداز میں مضبوط کر لیا تھا۔ اس کے ساتھ انہوں نے حضرت علیؓ اور ان کے ساتھیوں پر کفر کے فتوے لگانے شروع کر دئے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر ہیں تو ان کو بھی قتل کر دیا جائے۔

حضرت علیؓ نے شام پر حملہ کا ارادہ کیا مگر خوارج راضی نہ ہوئے۔ حضرت علیؓ کوفہ سے نخیلہ تک ایک بڑی فوج لے کر پہنچے۔ انہوں نے وہاں لوگوں سے خطاب کیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی۔ دشمنوں کے مقابلہ میں صبر و ہمت سے کام لے کر ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔ شام کی طرف لشکر روانہ ہوا تو اطلاع ملی کہ خوارج نے ملک میں فساد پھیلایا ہوا ہے۔ قتل و غارت کا بازار گرم کیا ہوا ہے۔ راستے کاٹ دئے گئے ہیں۔ دین میں حرام اور ممنوع باتوں کا ارتکاب کر رہے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کو سمجھانے کے لئے ایک شخص کو بھیجا۔ جب وہ شخص وہاں پہنچا تو انہوں نے اس کو بات کرنے تک کی مہلت نہیں دی اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ کو جب یہ اطلاع ملی تو انہوں نے شام (ملک) سے پہلے ان سے نپٹنے کا فیصلہ کر لیا۔

مدائن کے والی سعید بن مسعود کو ان کی نقل وحرکت کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا اور کرخ میں دونوں کا آمنا سامنا ہوا۔ سعید کے ساتھیوں نے کہا کہ ان کے بارے میں امیر المومنین کا کوئی حکم نہیں ہے۔ اس لئے اس وقت ان سے کچھ مزاحمت نہ کی جائے۔ پہلے امیر المومنین سے پوچھ لیا جائے، اس مشورے پر سعید بن مسعود نے ان کا راستہ چھوڑ دیا۔ شام پر حملہ کرنے کے لئے حضرت علیؓ نے اپنے شہر سے اور آس پاس کے قبائل سے لوگ جمع کرنے شروع کر دئے۔ اس کے علاوہ آپ ؓ نے خوارج سے بھی رابطہ قائم کیا اور ان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔ خوارج کے سردار عبداللہ بن وہب الرّاسبی کے پاس نہروان ایک خط بھیجا اس میں لکھا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط اللہ کے بندے امیر المومنین علی بن ابی طالب ؓ کی طرف سے زید بن حصین، عبداللہ بن وہب اور ان لوگوں کے نام ہے جو ان دونوں کے ساتھ شریک ہیں۔ ہم نے دونوں حکمین کے فیصلہ کو قبول کیا تھا ان دونوں نے کتاب اللہ کی مخالفت کی اور ہدایتِ خداوندی کے مقابلہ میں اپنی خواہش کی پیروی کی۔ دونوں نے نہ تو سنتِ رسول ﷺ پر عمل کیا اور نہ ہی حکمِ قرآنی پر۔ اس لئے اللہ اور رسول ﷺ اور مومنین ان دونوں کے اس فیصلہ سے بری الذمہ ہیں۔ تمہارے پاس میرا یہ خط پہنچتے ہی تم اسے قبول کرلو کیونکہ ہم اپنے اور تمہارے دشمن پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کر رہے ہیں اور اب ہمارا معاملہ وہی ہے جو پہلے تھا۔ والسلام

(تاریخ طبری ، اخبارالطّوال)

11.1 ۔ خوارج کا گروہ

صفین سے کوفہ جاتے ہوئے کچھ لوگ حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ واپسی کا ارادہ ملتوی کر کے شامی فوج پر حملہ کر دیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اقرار نامہ لکھے جانے کے بعد کیسے بدعہدی کر سکتا ہوں۔ اب ہم کو ماہِ رمضان تک انتظار کرنا ہے اور صلح کے بعد جنگ کا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ یہ سن کر وہ لوگ آپؓ کے پاس سے چلے گئے۔ لیکن الگ ہو کے اپنے ہم خیال لوگوں کو ترغیب دی کہ ہم کو اپنی الگ راہ اختیار کرنی چاہیئے۔ کوفہ واپس جاتے ہوئے حضرت علیؓ کے لشکر میں تمام راستہ لوگ ایک دوسرے سے تو تو میں میں کرتے رہے، ایک ہنگامہ رہا۔ کوئی کہتا تھا کہ منصفوں کا تقرر اچھا ہے اور کوئی اس کو بُرا کہتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ منصفوں کا تقرر جائز ہے اور کوئی اس کو ناجائز کہتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے معاملہ میں حکمین کا حکم دیا ہے، کوئی کہتا کہ زوجین کے معاملہ سے تشبیہ دینا غلط ہے ہم کو قوتِ بازو سے اسے حل کرنا چاہیئے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے اعتراضات کیئے جا رہے تھے اور سخت کشیدگی کی حالت میں لشکر کوفہ پہنچا۔

یہ طے پایا تھا کہ اس معاہدے سے تمام قبائل کو آگاہ کیا جائے گا۔ اس کام کے لئے حضرت علیؓ نے حضرت اشعث بن قیسؓ کو مامور کیا۔ وہ تمام قبائل کو اطلاع کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں اہل عراق اور اہلِ شام کی فوجیں قریب قریب تھیں تو بنو تمیم کے دو افراد کھڑے ہو گئے ان میں عروہ بن اُذینہ نے کہا!

﴿اُتحکّمون فی دین اللّٰہ الرجال ؟﴾

(کیا اللہ کے دین میں لوگوں کو حکم بناتے ہو)

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو فیصلہ کرنے کا حق نہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے شامی فوج پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے مارے گئے۔ اسی طرح اس معاہدے کو بنوتمیم، بنومراد اور بنوراست نے بھی پسند نہیں کیا۔ بنوتمیم کے ایک شخص غزویہ بن ادیہ نے حضرت اشعث بن قیس ؓ سے سوال کیا کہ کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں آدمیوں کا فیصلہ قبول کرتے ہو۔ اگر ایسا ہے تو ہمارے مقتول کس کھاتے میں جائیں گے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حضرت اشعثؓ پر تلوار سے وار کیا لیکن انہوں نے بڑی پھرتی سے اپنے آپ کو اس کے وار سے بچالیا۔ بہت سے لوگ حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ یہ معاہدہ توڑ دیں ان میں خوارج کے سرکردہ لوگ تھے۔ ان کو حضرت علیؓ سمجھاتے رہے لیکن انہوں نے حضرت علیؓ کی کوئی بات نہیں مانی اور ان کی فوج سے کوفہ پہنچ کر تقریباً دس ہزار افراد علیحدہ ہو کر حروراء کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت علیؓ نے ان کو سمجھانے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کو بھیجا لیکن انہوں نے ان کی کوئی بات سننا گوارا نہیں کی بلکہ بحث مباحثہ پر اتر آئے۔ پھر حضرت علی ؓ بنفسِ نفیس ان کی لشکر گاہ کی طرف گئے اور ان کے سمجھدار اور سرکردہ لوگوں سے بات چیت کی جن میں عبد اللہ بن الکواء کو وہ لوگ بہت مانتے تھے۔ حضرت علیؓ اس کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ تم نے میری بیعت کی ہے۔ بیعت کرنے کے بعد اس سے خارج ہونے اور خروج کرنے کی کیا وجہ ہے۔ ابن الکواء

نے کہا کہ آپ نے منصف بنانے کا فیصلہ غلط کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے قسم کھا کر کہا کہ میرا ارادہ جنگ روکنے اور بند کرنے کا نہیں تھا۔ لیکن اس وقت تم لوگوں نے ضروری سمجھا اور مجھ کو مجبوراً مصالحت پر راضی کیا۔ میں نے دونوں منصفوں سے یہ وعدہ لیا ہے کہ وہ قرآن حکیم کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ اگر انہوں نے قرآنِ کریم کے مطابق فیصلہ کیا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اگر انہوں نے قرآنِ حکیم کے خلاف فیصلہ کیا تو ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔

ابن جریر نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ ایک روز خطبہ دے رہے تھے تو ایک خارجی کھڑا ہوا اور کہا اے علی! آپ نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک کیا حالانکہ حکم صرف اللہ کا ہے اس پر ہر طرف سے **لا حکم اِلاَّ للّٰہ** ، **لا حکم اِلاَّ للّٰہ** کا نعرہ لگنے لگا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا!

ھذا کلمہ حق یراد بھا باطل

(یہ بات حق ہے مگر اس سے جو مطلب لیا جا رہا ہے اور کہنے والوں کی نیت باطل ہے)

اس کے بعد یہ تمام لوگ کوفہ سے نکل کر نہروان میں جمع ہو گئے۔

(**لا حکم اِلاَّ للّٰہ**) کے نعرہ پر حضرت علیؓ کا تجزیہ ان کی حکیمانہ بصیرت اور فراستِ ایمانی کا بہترین نمونہ ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا!

بات سچ ہے مگر اس کا مطلب غلط لیا جا رہا ہے۔ ہاں یہ بالکل سچ ہے کہ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ مگر ان لوگوں کا مطلب ہے کہ **لا اِمارۃ اِلاَّ للّٰہِ** یعنی اللہ کے علاوہ کسی کی قیادت نہیں ہے۔ حالانکہ لوگوں کے لئے ایک امیر کا ہونا ضروری

ہے، اچھا ہو یا بُرا۔ تا کہ اس کی سر براہی میں اہلِ ایمان کام کریں۔ کافر اپنے حقوق سے مستفید ہوں، ہر معاملہ کے لئے ایک ضابطہ اور وقت طے ہو۔ اس کی سر براہی میں مالِ غنیمت جمع ہو۔ دشمن سے جنگ کی جا سکے۔ وہ راستوں کو پُر امن بنائے۔ جو کمزور کا حق طاقت ور سے دلائے اور باغی اور فاجر سے نجات پائے اور نجات دلائے۔

(تلبیس ابلیس ابن جوزی ص۹۳، والمبّر دللکامل ج۲،ص۱۱۷)

خوارج نے حضرت علیؓ سے کہا کہ امیر معاویہؓ نے مسلمانوں کی خون ریزی کی اور خلیفہ سے بغاوت کا جرم کیا ہے اس لئے منصف کی تقرری عدل کی بات نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآنِ حکیم میں واضح احکامات موجود ہیں کہ وہ واجب القتل ہے۔ حضرت علیؓ نے ان کو جواب دیا کہ ہم نے انسانوں کو منصف نہیں بنانا منصف تو اصل قرآن ہی ہے آدمی تو قرآن کا فیصلہ سنائیں گے۔ خوارج نے ایک اور اعتراض کیا کہ چھ مہینہ کی مدت کیوں دی گئی ہے؟

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس عرصہ میں ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں۔ غرض یہ کہ حضرت علیؓ ان کو سمجھا بجھا کر واپس کوفہ لے آئے۔

11.2 ۔ خارجیوں کا حضرت علی ؓ کو جواب

آپ ؓ نے جو جنگ کی ہے وہ رضائے خداوندی کے لئے نہیں تھی بلکہ اپنی ذات کے لئے تھی۔ اگر آپ ؓ اس بات کا اقرار کرلیں کہ آپ ؓ نے کفر کیا ہے اور اس اقرار کے بعد اپنے کفر سے توبہ کریں تو ہم آپ ؓ کا ساتھ دیں گے ورنہ ہم آپ ؓ سے برابر مقابلہ کرتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

جب یہ خط حضرت علی ؓ کے پاس پہنچا تو آپ ؓ نے ان کی حمایت سے مایوس ہوکر یہ رائے قائم کی کہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے اور لشکر لے کر شامیوں سے جنگ کی جائے۔ (تاریخ طبری ، اخبار الطّوال)

11.3 ۔ حضرت علی ؓ کا خطبہ

ابومخنف نے بواسطہ معلیٰ بن کلیب الہمدانی ، حجر بن نوف ابو الوداک الہمدانی کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ جب حضرت علی ؓ خارجیوں سے مایوس ہو گئے تھے تو اہلِ کوفہ کو ساتھ لے کر نخیلیہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر لوگوں کے سامنے ایک خطبہ دیا۔

اولاً اللہ کی حمد وثناء کی پھر فرمایا!

جس شخص نے جہاد فی سبیل اللہ ترک کیا اور دین میں مداہنت سے کام لیا وہ شخص ہلاکت کے گڑھے میں کھڑا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اللہ اس پر اپنی نعمتیں نازل فرمائیں اور گڑھے میں گرنے سے محفوظ رکھے۔ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور جن لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کی انہوں نے اللہ کے نور کو بجھانے کی کوشش کی۔ اس لئے ان

خطا کاروں، گمراہوں اور مجرموں اوران لوگوں کے ساتھ جنگ کرو جو نہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی خلافت کے اہل ہیں۔ اس لئے انہیں اسلام میں سبقت حاصل نہیں۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ تم پر خلیفہ اور والی بن گئے تو کسریٰ اور ہرقل کے طریقوں پر چلیں گے۔ تم ایک دوسرے کے ساتھ نرمی کرو اور اپنے دشمن کے مقابلہ کی تیاری کرو۔ ہم نے تمہارے بصرہ کے بھائیوں کو بھی مدد کے لئے تحریر کیا ہے۔ عنقریب وہ بھی تمہارے ساتھ آملیں گے۔ جب وہ آ جائیں تو تم سب ہمارے گرد جمع ہو جاؤ اور اللہ کے علاوہ کسی کی بھی طاقت اور قوت نہیں۔

(تاریخ طبری)

11.4۔ عبداللہ بن عباسؓ کے نام خط

حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ایک خط تحریر کیا اور وہ خط عقبہ بن اخنف بن قیس کے ہاتھ روانہ کیا۔

اس خط میں تحریر تھا۔

امابعد! ہم اپنی چھاؤنی نخیلیہ پہنچ گئے ہیں اور ہمارا مقصد اپنے مغربی دشمن سے جنگ کرنا ہے۔ میرا قاصد پہنچتے ہی لوگوں کو جنگ کے لئے تیار کرو اور میرا خط آتے ہی کوچ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ والسلام

(تاریخ طبری)

جب یہ خط ابن عباسؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنایا اور انہیں حکم دیا کہ وہ احنف بن قیس کی سربراہی میں جنگ کے لئے جانے کو تیار ہو جائیں۔ ان کے اس حکم پر احنف کے ساتھ چلنے کے لئے صرف ڈیڑھ ہزار آدمی تیار ہوئے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے اس لشکر کو بہت کم سمجھا اور پھر لوگوں میں تقریر فرمائی!

اولاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء فرمائی اور فرمایا!

اے بصرہ والو! میرے پاس امیر المومنین کا حکم نامہ آیا ہے کہ میں تمہیں جنگ پر لے جانے کا حکم دوں۔ میں نے احنف بن قیس کے ساتھ تم کو جانے کا حکم دیا۔ اس حکم پر تقریباً ڈیڑھ ہزار آدمی احنف کے ساتھ گئے۔ حالانکہ تمہاری تعداد بچوں ،عورتوں اور غلاموں کے علاوہ بھی تقریباً ساٹھ ہزار ہے۔

خبردار! تم فوراً جاریہ بن اسعدی کے ساتھ احنف کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور کوئی بھی شخص جنگ سے گریز کرنے کی کوشش نہ کرے۔ میں بھی ان لوگوں کو لے کر جو لوگ میرے ساتھ جانا چاہتے ہیں بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا۔ ہر اس شخص کو اپنے ساتھ لے آؤں گا جو ان کی تحریر سے اختلاف رکھتا ہو یا اپنے امام کا نافرمان ہو۔ میں نے ابوالاسود الدولی کو تم لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اب کوئی بھی شخص اپنے علاوہ کسی دوسرے کو ملامت نہ کرے۔

(تاریخ طبری)

11.5 ۔ اہلِ بصرہ کی جنگ سے کنارہ کشی

جاریہ بن قدامہ نے شہر سے نکل کر لشکر گاہ میں قیام کیا اور ابو الاسود نے لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا۔ اس طرح جاریہ بن قدامہ کے پاس لشکر گاہ میں سو آدمی جمع ہوئے۔ جاریہ بن قدامہ ان سب کو لے کر حضرت علیؓ کی طرف نخیلیہ چلے گئے۔ حضرت علیؓ بصرہ کے لشکر کے انتظار میں نخیلیہ میں قیام پذیر تھے۔ حتیٰ کہ دونوں لشکر نخیلیہ میں جمع ہو گئے۔ ان کی کل تعداد تین ہزار دو سو تھی۔

(تاریخ طبری)

11.6 ۔ کوفہ والوں کا لشکر

اس تحریک میں سرداروں نے اپنے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو خط تحریر کئے کہ اپنی اولاد، غلاموں اور موالیوں کو لے کر حاضر ہو جائیں اور کوئی شخص ان میں پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ سب لوگ حاضر ہو گئے۔ ان میں چالیس ہزار جنگ جو تھے۔ سترہ ہزار ایسے لڑکے تھے جو جنگ کے قابل ہو چکے تھے۔ آٹھ ہزار غلام اور موالی تھے۔ ان سب لوگوں نے آ کر عرض کیا۔ اے امیر المومنین! ہمارے پاس جتنے بھی جنگجو تھے اور جتنے بھی لڑکے بالغ ہو چکے تھے اور جنگ کی قوت رکھتے تھے ہم سب کو لے کر حاضر ہو گئے ہیں۔ اب صرف گھروں میں کمزور لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ انہیں بھی ہم لوگوں نے اہل و عیال کی دیکھ بھال کے لئے چھوڑا ہے۔ اس طرح کوفہ کے عربوں کی تعداد ستاون ہزار ہو گئی تھی اور ان کے غلاموں اور موالیوں کی تعداد آٹھ ہزار اور

بصرہ کے تین ہزار دوسو افراد تھے۔ اب حضرت علیؓ کا لشکر کل ملا کر اڑسٹھ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ (تاریخ طبری)

اس دوران واقعہ یہ پیش آیا کہ خوارج نے حضرت عبداللہ بن خبابؓ اور ان کی بیوی اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ تک ان کی شہادت کی خبر ملی تو حضرت علیؓ ان کی سرکشی پر سنجیدگی سے سوچنے لگے۔ پھر ایک اور خبر آئی کہ خوارج نے ام سنان اور صیدوایہ پر تشدد کیا اور اس قسم کے واقعات کی خبریں تسلسل سے آنے لگیں۔ خوارج ہر اس شخص کو جو ان کے عقیدہ سے اختلاف کرتا اس کو قتل کر دیتے۔ حضرت علیؓ نے حارث بن مرہ کو ان واقعات کی تحقیق کے لئے نہروان بھیجا تو انہوں نے ان کو بھی قتل کر دیا۔

صورتِ حال بہت خطرناک ہوگئی تھی۔ خوارج کافی طاقت پکڑ چکے تھے۔ ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔ آس پاس کے سادہ لوح لوگوں کو ورغلا کر اپنا ہم خیال بناتے جا رہے تھے۔ دوسری طرف حضرت علیؓ یہ سوچنے لگے کہ اگر ہم ملک شام کی طرف چڑھائی کرتے ہیں تو پیچھے یہ لوگ ہمیں وہاں مصروف پا کر کوفہ اور بصرہ پر حملہ کر دیں گے اور ان شہروں پر قبضہ کر لیں گے۔ ہمارے اہل وعیال کو مار دیں گے یا قیدی بنا لیں گے۔ جس مقصد کے لئے ہم شام پر لشکر کشی کر رہے ہیں۔ ہمیں فائدے کے بجائے الٹا نقصان ہو جائے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ ملک شام کا معاملہ ملتوی کر کے ان کا معاملہ صاف کیا جائے۔ یہ نیا فتنہ جس تیزی سے پروان چڑھ رہا تھا کہ اگر اس کا فوری تدارک نہ کیا جاتا تو یہ پوری اسلامی مملکت کو لے ڈوبتا۔

کوفہ کے خارجیوں نے بصرہ کے خارجیوں کو نہروان میں اجتماع کی اطلاع دے دی چنانچہ بصرہ سے پانچ سو (۵۰۰) کی جماعت روانہ ہوئی۔ بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عباس ؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ابو الاسود دولی کو ان کے تعاقب میں بھیجا۔ انہوں نے تستر میں ان کو پکڑ لیا لیکن رات ہو چکی تھی اس لئے خارجی نکل گئے۔ راستے میں انہیں جو مسلمان ملتا اس سے سوال کرتے کہ حکمین کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اگر وہ کہتا کہ ٹھیک ہے تو وہ اسے قتل کر دیتے۔

(اخبار الطّوال)

11.7 ۔ نہروان کی طرف پیش قدمی

حضرت علی ؓ نے نہروان کی طرف پیش قدمی اس لئے ضروری سمجھی کیونکہ خارجیوں کا عقیدہ تھا کہ دینی معاملات میں حکم مقرر کرنا کفر ہے اور پھر جس طریقہ سے دونوں منصفوں نے فیصلہ کیا اس اعتبار سے دونوں اور ان کے منتخب کرنے والے سب کافر ہیں اور جو اس عقیدہ کو تسلیم نہیں کرتا اس کو قتل کر دینا جائز ہے۔

حضرت علی ؓ اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) فوج کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے خوارج کے بالکل قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوئے اور ان کو پیغام بھیجا کہ تم میں سے جن لوگوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے ان کو ہمارے حوالے کر دو تا کہ ہم قصاص میں ان کو قتل کر دیں اور تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ کر شامیوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ جس دوران ہم شامیوں سے جنگ کر رہے ہوں

اللہ تمہیں ہدایت دے اور تم راہِ راست پر آ جاؤ۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت علیؓ نے مختلف لوگوں کو ان کو سمجھانے کے لئے بھیجا لیکن کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ اور حضرت قیس بن سعد انصاریؓ کو بھیجا کہ ان لوگوں کو سمجھائیں۔ دونوں بزرگوں نے بہت کوشش کی کہ ان لوگون کو راہ راست پر لے آئیں۔ لیکن خوارج اپنی ضد اور ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے۔ جب کسی طرح سے وہ لوگ سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہوئے تو حضرت علیؓ خود ان کے پاس تشریف لے گئے۔ ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا!

اے وہ گروہ جسے محض خدا نے پیدا کیا اور خواہش نفس نے اسے حق قبول کرنے سے روکا ہے۔ تم لوگ شبہ اور غلطی پر ہو۔ میں تم کو اس سے متنبہ کرتا ہوں تا کہ تم گمراہی پر قائم نہ رہو اور ایسی حالت میں نہ مارے جاؤ کہ خدا کے سامنے تمہارے لئے کوئی دلیل باقی نہ رہے۔ کیا تم کو نہیں معلوم کہ میں نے منصفوں سے شرط لی تھی کہ وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ میں نے تم کو اس وقت آگاہ کر دیا تھا کہ تحکیم کی تجویز محض فریب ہے۔ لیکن تم ہی نے اسے قبول کرنے پر اصرار کیا۔ میں نے اسی شرط پر اسے منظور کیا تھا کہ دونوں حکم اس چیز کو زندہ کریں گے جسے قرآن کریم نے زندہ کیا ہے اور اس کو ختم کریں گے جسے قرآن نے ختم کیا ہے۔ لیکن حکموں نے خواہش نفس پر عمل کر کے کتاب وسنت کی مخالفت کی۔ اس لئے ہم نے اس فیصلہ کو رد کر دیا۔ اب پھر ہم پچھلی حالت پر لوٹ آئے ہیں۔

(اخبار الطّوال)

آخر کار حضرت علیؓ نے خوارج کے سردار کو اپنے پاس بلایا اور اس کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ اگر منصفین کے مقرر کرنے میں غلطی ہوئی ہے تو اس کے اصل سبب تم ہی ہو۔ اب جو کچھ ہو چکا اس کو بھول جاؤ اور ہمارے ساتھ مل کر شامیوں سے جنگ کرنے چلو۔ خارجی اپنے موقف پر جمے رہے اور کسی بھی دلیل سے قائل نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کی تو ہم نے توبہ کر لی ہے اور اب پھر سے ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس لئے جب تک آپؓ بھی گناہ کا اعتراف نہیں کرتے اور اس کے بعد توبہ نہیں کرتے آپؓ کافر ہیں اور اس صورت میں ہم آپؓ کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا اللہ کے لئے ہجرت کی اس کی راہ میں جہاد کیا میں کس طرح کافر ہو سکتا ہوں۔ خوارج نے حضرت علیؓ کی کوئی بھی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے موقف پر ہٹ دھرمی سے اڑے رہے۔

11.8 ۔ جنگِ نہروان

حضرت علیؓ نے بہت کوشش کی کہ خارجی راہَ راست پر آ جائیں لیکن وہ کسی طرح بھی ان کی بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے۔ آخر کار حضرت علیؓ نے ان کا صفایا کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ آپؓ نے ایک لشکر تیار کیا جس کا جھنڈا حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ہاتھ میں دیا گیا اور انہیں سواروں کے دستے کا سالار بنایا گیا۔ پیدل فوج کی کمان حضرت ابو قتادہ انصاری کی حوالے کی گئی۔ میمنہ پر حجر بن عدی اور میسرہ پر حضرت شیث بن ربعی کو تعینات کیا گیا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو جھنڈا دے کر فرمایا کہ ایک اونچی جگہ کھڑے ہو جاؤ اور بلند آواز سے اعلان کرو کہ تم میں سے جو کوئی بھی جنگ کئے بغیر ادھر آ جائے گا اس کے لئے امان ہے۔ جو کوئی کوفہ یا مدائن چلا جائے گا اس کے لئے بھی امان ہے۔ ایک خارجی سردار فردہ بن نوفل اشجعی نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہمارے پاس علیؓ سے جنگ کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے لوٹ جانا چاہئے اور اس وقت تک حصہ نہیں لینا چاہئے جب تک ان سے لڑنے یا ان کی پیروی کرنے میں سے کسی ایک نتیجہ پر نہ پہنچ جائیں۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کا اعلان سن کر خارجیوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کیونکہ اب ان کو اندازہ ہو گیا تھا کہ جنگ ناگزیر ہے۔ کچھ لوگوں نے سوچا کہ حضرت علیؓ حق پر ہیں تو وہ لشکر سے الگ ہو کر دوسری طرف چلے گئے۔ فردہ بن نوفل اشجعی نے اپنے پانچ سو سواروں کے ساتھ خوارج سے علیحدگی اختیار کر کے وہاں

سے چلے گئے۔ تقریباً ایک ہزار خارجیوں نے توبہ کر کے حضرت علیؓ کے لشکر میں شمولیت اختیار کر لی۔ بہت سے لوگ کوفہ چلے گئے بہت سے مدائن کی طرف چلے گئے۔ اب خارجیوں کے سردار عبداللہ بن وہب الراسی کے ساتھ صرف چار ہزار خارجی رہ گئے۔ یہ وہ خارجی تھے جو اپنے عقیدہ میں بہت پکے تھے اور اس پر مرنے اور مارنے کے لئے تیار تھے۔ ان خارجیوں نے حضرت علیؓ کے لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر اس قدر زبردست حملہ کیا کہ حضرت علیؓ کے لشکر نے ان کو بہت مشکل سے قابو کیا اور وہ بہت دیر تک مقابلہ پر رہے ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے رہے اور اپنی جانیں دیتے رہے لیکن ان میں سے کوئی بھی پسپا ہو کے میدان سے نہیں بھاگا۔ خوارج کا ایک سردار شریح بن اوفی کا لڑتے لڑتے پاؤں کٹ کر دور جا گرا مگر وہ ایک پاؤں پر کھڑا ہو کر دیوانہ وار لڑتا رہا جب تک کہ اس کا کام تمام نہیں ہوا۔ حمزہ بن سنان جو خارجی سوار دستہ کا امیر تھا اس نے جب اپنے لشکر کو تباہ ہوتے دیکھا تو اپنے ساتھیوں سے للکار کر کہا گھوڑے سے نیچے اتر جاؤ۔ ان لوگوں نے گھوڑوں سے اترنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اسود بن قیس المرادی نے انہیں مہلت نہیں دی اور ان پر سخت حملہ کر دیا۔ اتنے میں حضرت علیؓ کی جانب سے مزید سوار دستے اسود بن قیس کی مدد کو پہنچ گئے اور چند ہی لمحوں میں خارجی سوار جہنم رسید ہو گئے۔ بالآخر تمام خارجی مارے گئے صرف نو افراد زخمی حالت میں بچے۔ یہ واقعہ ۳۷ھ کا ہے۔

حضرت علیؓ کے لشکر نے بہت بہادری اور دلیری کے ساتھ خوارج کا مقابلہ کیا۔ اب جنگ ختم ہو چکی تھی ہر طرف لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ حضرت علیؓ ایک

لاش (ذو الثدیہ کی) تلاش کر رہے تھے جس کہ بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیشین گوئی کی تھی کہ ایک سیاہ رنگ کا شخص ہو گا جس کے پستان عورتوں کی طرح ہوں گے اور اس پر سات عدد تِل ہوں گے۔ آخر وہ لاش آپؓ کو مل گئی اور جو جو نشانیاں رسول اللہ ﷺ نے بتائیں تھیں وہ اس میں پائی جاتی تھیں تو حضرت علیؓ نے فرمایا! اللہ اکبر، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بالکل درست فرمایا تھا۔

اس کے بعد حضرت علیؓ لاشوں کو دفن کئے بغیر میدانِ جنگ سے واپس ہو گئے۔ خارجیوں کی بہت بڑی تعداد اس جنگ میں ماری گئی تھی اب ان سے فوری مزاحمت کا کوئی خطرہ نہیں تھا۔ آپؓ کا شام کی طرف چڑھائی کرنے کا ارادہ تو پہلے ہی تھا اب یہ خارجیوں کی رکاوٹ بھی دور ہو گئی تھی اس لئے آپؓ نے اپنی فوج کو شام کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا۔ حضرت اشعث بن قیسؓ نے کہا کہ فی الحال شام کی مہم کو ملتوی کر دیں اور لشکر کو آرام کرنے کا موقع دیں۔ ہمارے ترکش خالی ہو گئے ہیں تلوار کی دھاریں کند پڑ گئیں ہیں، نیزے خراب ہو گئے ہیں اس لئے دشمن پر لشکر کشی سے پہلے ہمیں اپنے ہتھیار درست کر لینے کا موقع دیجئے۔

حضرت علیؓ نے حضرت اشعث بن قیسؓ کندی کی بات کو پسند نہیں کیا مگر اس کے باوجود مقام نخیلہ میں پڑاؤ ڈالا اور لوگوں کو آرام کرنے کا موقع دیا اس کے ساتھ ہی لوگوں کو تیاری کا حکم بھی دیا۔ آپؓ کا حکم سن کر لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے کیونکہ لشکر میں موجود لوگوں کی اکثریت اس خونریزی کے بعد فوراً دوسری مہم پر جانے کے لئے آمادہ نہیں تھی۔ اس لئے آپؓ کا حکم سن کر لوگ مختلف ٹولیوں کی شکل میں کوفہ کی طرف کھسکنا شروع ہو گئے۔ لشکر کی ایک بڑی تعداد کوفہ چلی گئی

صرف آپ ؓ کے ساتھ تقریباً ایک ہزار افراد رہ گئے۔ آپ ؓ نے کوفہ پہنچ کر پھر سے لوگوں کو شام پر لشکر کشی کی ترغیب دی مگر بہت تھوڑے لوگوں نے آپ ؓ کی آواز پر لبیک کیا۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر آپ ؓ نے خاموشی اختیار کر لی اور شام پر چڑھائی کا ارادہ ترک کر دیا۔

11.8.1 ۔حضرت علی ؓ کا جنگِ نہروان کے بعد خطبات

اے لوگو! دشمن سے جہاد کے لئے تیار ہو جاؤ جو اللہ سے قربت کا بہترین وسیلہ ہے۔ یہ لوگ حق کے مخالف ہیں، کتاب اللہ کے نافرمان ہیں، دین سے بے راہ چلنے والے ہیں اور اپنی سرکشی میں اندھے ہو چکے ہیں اور گمراہی کے گڑھے میں اندھے ہو کر گر چکے ہیں تم جتنی طاقت اور قوت جمع کر سکو دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ اور زیادہ سواریاں جمع کرو اور اللہ پر بھروسہ کرو۔ بیشک اللہ بہترین مددگار اور کارساز ہے۔ (تاریخ طبری)

حضرت علی ؓ کی اس پُر جوش تقریر کا بھی ان کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور وہ مسلسل جنگ سے کتراتے رہے۔

حضرت علی ؓ نے شیعانِ علی کو مخاطب کر کے کہا!

اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب بھی تمہیں جہاد کی دعوت دی جاتی ہے تو تم زمین میں گھسے جاتے ہو۔ کیا تم لوگوں نے آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو

پسند کرلیا ہے۔ کیا تمہیں عزت کی موت سے زیادہ ذلت کی زندگی پسند ہے۔ آخر کیا بات ہے کہ جب بھی تمہیں جہاد کی صدا دی جاتی ہے تو تمہاری آنکھیں اس طرح پتھرا جاتی ہیں جیسے تم پر موت کا نشہ طاری ہو گیا ہو گویا تمہارے دماغوں سے عقل سلب کر لی گئی ہے، اب تم ذرا برابر عقل نہیں رکھتے ہو۔ گویا تمہاری آنکھیں بند ہو چکی ہیں۔ جس کی وجہ سے تم دیکھ نہیں سکتے۔ واللہ کچھ تو بتاؤ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم امن کے زمانے میں جنگل کے شیر ہو تمہاری مثال ان لومڑیوں کی طرح ہے۔ جب انہیں جنگ کے لئے بلایا جاتا ہے تو دم دبا کر بھاگ جاتی ہیں۔ کیا تم میں ایسا کوئی شخص ہے جس پر میں اعتماد کر سکوں۔ تم ایسے سوار نہیں ہو جن کے پاس اپنی پناہ ڈھونڈی جا سکے۔ تم ایسے عزت دار بھی نہیں ہو جس کے پاس پہنچ کر کوئی اپنی عزت بچا سکے۔ خدا کی قسم! تم میدانِ جنگ کا بدترین کوڑا کرکٹ ہو۔ تم کسی کو دھوکہ نہیں دے سکتے بلکہ دھوکہ کھانا خوب جانتے ہو۔ تمہارے ہتھیار بے کار ہو چکے ہیں۔ تم خوف میں مبتلا ہو چکے ہو۔ تم غفلت میں مبتلا ہو چکے ہو اور تمہیں اس غفلت میں رکھ کر سویا بھی نہیں جا سکتا۔ یاد رکھو! جنگجو شخص ہر وقت بیدار رہتا ہے۔ اور اس کی عقل بھی بیدار رہتی ہے۔ جو شخص لاپروائی برتے گا وہ ضرور ذلیل وخوار ہو گا۔ اور حملہ آور اس پر غالب آ جائیں گے۔ اور مغلوب شخص پر قہر توڑا جائے گا۔ اور اس سے سب کچھ چھین لیا جائے گا۔ میرا تم پر ایک حق ہے اور تمہارا بھی مجھ پر ایک حق ہے۔ مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ میں جب تک تمہارے ساتھ ہوں تو تم کو ہر وقت نصیحت کرتا رہوں اور تمہارا حصہ تمہیں دیتا رہوں۔ تمہیں تعلیم دیتا رہوں تاکہ تم جاہل نہ بن جاؤ۔ تمہیں ادب سکھلاؤں تاکہ تم تعلیم حاصل کر سکو۔ میرا تم پر حق یہ

ہے کہ تم میری بیعت کو پورا کرو۔ میری موجودگی اور میری غیر موجودگی میں میرے خیر خواہ رہو۔ اور میں جب بھی تمہیں دعوت دوں تو تم اسے قبول کرو۔ اور میں جو حکم دوں اسے بجالاؤ۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ خیر کا معاملہ کرے اور تمہیں اپنے محبوب بندوں میں شمار کریں تو تمہیں چاہیئے کہ جن کاموں کو میں بُرا سمجھوں اسے تم بھی بُرا سمجھو اور جس کام کو میں اچھا جانوں تو تم بھی اچھا جانو۔ تم اگر ان باتوں پر عمل کرو گے تو تم جس چیز کے طلب گار ہو اسے پالو گے اور جو تم سوچتے ہو اسے حاصل کر لو گے۔

(تاریخ طبری، جلد سوم، حصہ دوم، صفحہ ۶۷۳)

11.9 ۔ خوارج کے مذہبی نظریات

خوارج کے مزاج میں ضد، سطحی مطلب پر اڑ جانا اور انتہائی درجہ کا غلو پایا جاتا تھا۔ اس قدر شدت ماضی کے کسی مذہب میں یا اسلام کے بعد کسی فرقہ میں نہیں پائی جاتی ہوں گی۔ اصل میں یہ حضرت علیؓ کے لشکر کے لوگ تھے۔ قبیلہ بنو تمیم سے ان میں بیشتر لوگوں کا تعلق تھا۔ یہ لوگ حضرت علیؓ سے اس لئے باغی ہوئے کہ کوئی شخص کتاب اللہ کے بارے میں کسی انسان کو کیوں حکم قرار دے سکتا ہے؟ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ تحکیم (یعنی فیصلہ کرنے کے لئے لوگوں کو مقرر کرنا) گناہ ہے۔ کیونکہ اللہ کا حکم تمام معاملات میں کھلا اور واضح ہے اور تحکیم کے اندر یہ مفہوم پایا جاتا ہے کہ دو متحارب فرقوں میں شک کیا جائے کہ کون حق پر ہے۔ ان کے دلوں کی اس الجھن کو کسی شخص نے اس جملہ میں ڈھال دیا کہ ''**لا حکم الا للّٰہ**'' کہ فیصلہ کا حق صرف اللہ ہی کو ہے۔ یہ جملہ اس عقیدہ رکھنے والوں کے اندر بجلی بن کر سرائیت کر گیا اور جگہ جگہ اس کی قبولیت کے نعرے لگنے لگے۔ اس فرقہ کا یہ شعار بن گیا۔ ان لوگوں کو الشُّراۃ کے نام سے بھی پہچانا جانے لگا۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانیں اللہ کے ہاتھ بیچ دی ہیں۔ یہ لفظ اس آیتِ کریمہ سے ماخوذ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡرِىۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ

(سورۃ البقرہ۔۲۰۷)

(کچھ لوگ وہ ہیں جو اپنی جانوں کو اللہ کی مرضیات کے حصول میں بیچ دیتے ہیں)

حضرت علیؓ نے نہروان کے مقام پر ان سے جنگ کی اور ان کو شکست

دی۔ ان کی خاصی تعداد کو قتل کیا لیکن سب ختم نہیں ہو سکے اور نہ ان کا عقیدہ ختم ہوا۔ بلکہ جنگ ہارنے کی وجہ سے ان کے دل میں حضرت علیؓ سے نفرت کا جذبہ اور بڑھ گیا۔ یہاں تک انہوں نے حضرت علیؓ کو قتل کرنے کی سازش کی اور بالآخر عبدالرحمٰن بن ملجم الخارجی نے آپؓ کو شہید کر دیا۔ خوارج کا مذہب بعض موالی کے داخل ہونے کی وجہ سے بدویانہ رنگ رکھتا تھا۔ اپنی خوبیوں کی وجہ سے بھی اور اپنی خرابیوں کی وجہ سے بھی۔ یہ اپنے سربراہ سے اکثر اختلاف کرتے، گروہ بندی اور تفرقہ میں بہت پیش پیش تھے۔ بہت تنگ نظر تھے۔ اپنے مخالفین کے بارے میں ان کا نظریہ بہت تنگ ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ انتہائی بہادر تھے۔ اپنے اعمال اور اقوال میں سچے اور کھرے تھے۔ اپنے عقیدے کے لئے اپنی جان دے دینا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ کھجور کے درخت سے ٹپکا ہوا ایک دانہ بھی بغیر اس کے مالک کی اجازت کے اٹھانے میں احتیاط کرتے تھے اور اگر غلطی سے کھا لیا تو اس کو منہ سے نکال دیتے تھے۔ دوسری طرف مسلمانوں کا خون بہانے میں انتہائی بے باک اور سفاک تھے۔ کسی بے گناہ کو جو ان کا عقیدہ نہ رکھتا ہو قتل کرنے میں ذرا برابر تعامل نہیں ہوتا تھا۔ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علیؓ کو شہید کرتا ہے اور پھر قرآن بھی پڑھتا رہتا ہے۔ حضرت ابوزرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے بعد میری امت میں سے یا یہ فرمایا کہ عنقریب میرے بعد میری امت سے کچھ ایسے لوگ ہوں گے کہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا۔ وہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین میں لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ وہ تمام مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے۔ (ابن ماجہ)

11.10 ۔ سبائی فرقہ

خارجی فتنہ کے ساتھ ساتھ دوسرا بڑا فتنہ سبائی تھے۔

استاذ العقّاد لکھتے ہیں!

" سبائی " عبداللہ بن سبا کے پیروکار ہیں جو ابن سوداء کے نام سے مشہور تھا۔ اصلاً وہ یہودی تھا اس کی ماں ایک زنجی (حبشی) عورت تھی۔ ملک یمن کے شہر صنعاء میں پیدا ہوا۔ اس کا مذہب جس سے وہ مشہور ہے مذہبِ رجعت کہلاتا ہے۔ یہ مذہب چند عقیدوں کا مرکب ہے۔ ایک عنصر اس یہودی عقیدہ کا تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد میں ایک نجات دہندہ پیدا ہوگا۔ دوسرا اہلِ ہند کے عقیدہ پر تھا کہ خدا انسانی جسم میں ظہور اور حلول کرتا ہے اور اس کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ تیسرا عنصر نصاریٰ (عیسائیوں) کا یہ عقیدہ کہ حضرت مسیحؑ ظاہر ہوں گے اور چوتھا عنصر اہلِ فارس کے عقیدہ پر تھا کہ حاکموں اور امراء کی اولاد مقدس ہونے کی وجہ سے احترام کی مستحق ہے۔

سبائیت یمن میں پیدا ہوئی۔ گزشتہ زمانہ میں اس کے ماننے والوں کی حکومت بھی رہ چکی ہے۔ یہ سبائی فرقہ حضرت علیؓ کی محبت میں غلو کرتا ہے۔ عبداللہ بن سبا پہلا شخص تھا جو حضرت علیؓ کی الوہیت کا قائل تھا۔ یہاں تک کے ان کے لئے مرتبۂ تقدیس کا قائل ہے۔ مصر اور ایران میں اسی سے شیعہ، فاطمیہ اور امامیہ کی شاخیں پھیلیں اور ان ملکوں میں ان کی پرورش ہوئی۔ پھر کئی نسلوں کے بعد ان کی کونپلیں ظاہر ہوئیں۔ (العبقریات الاسلامیہ)

شیعہ اسماء الرجال کی ایک معتبر کتاب "رجال کشی" میں عبداللہ بن سبا کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت علیؓ کی امامت فرض ہونے کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے برأت کا اعلان کیا اور اعلانیہ ان کی دشمنی کی اور ان کو کافر ٹھہرایا۔ شیعوں کے مخالفین جو یہ کہتے ہیں کہ شیعیت کا ماخذ اور سرچشمہ یہودیت ہے، اس کی اصل یہی ہے۔

سیدنا علیؓ کے بارے میں عبداللہ بن سبا اور اس کے ماننے والوں نے بہت زیادہ غلو سے کام لیا۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت کو ناجائز کہتا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ (حضرت) عثمانؓ نے حضرت علیؓ کا حق چھین لیا ہے۔ انہوں نے سیدنا علیؓ کو نبی مانا اور پھر اس سے بھی زیادہ غلو پر اتر آئے اور ان کو الہ بنا دیا اور اس کی دعوت بھی دینی شروع کر دی۔ کوفہ کے لوگوں کو بھی دعوت دی۔ حضرت علیؓ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کو خندقیں کھود کر نذرِ آتش کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر خیال آیا کہ اگر ان سب کو جلا کر ختم کر دیا تو لوگ اعتراض اور تنقید کریں گے۔ اس لئے عبداللہ بن سبا کو جلا وطن کر کے ساباط المدائن بھجوا دیا۔ عبداللہ بن سبا نے کوفہ، بصرہ اور دمشق کا سفر کیا۔ دمشق سے نکال دیا گیا تو یہ مصر چلا گیا۔ وہاں اس کو خاصی کامیابی ملی۔ جب حضرت علیؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو عبداللہ بن سبا نے کہا کہ علیؓ مقتول ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آسمانوں پر چلے گئے ہیں۔ بعض سبائیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت علیؓ بادلوں میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور بجلی جو کڑکتی ہے یہ ان ہی کی آواز ہے۔ لہٰذا جب یہ لوگ بجلی کی کڑک سنتے تو کہتے "

السلام علیک یا امیرالمومنین ؑ جب ابنِ سبا سے کہا گیا کہ حضرت علیؓ کو شہید کر دیا گیا اس نے کہا کہ اگر تم ان کا دماغ ایک تھالی میں لا کر بھی دیکھا دو جب بھی ہم ان کی موت کا یقین نہیں کریں گے۔ اور وہ جب تک کہ آسمان سے نزول نہیں کریں مر ہی نہیں سکتے اور مرنے سے پہلے سارے عالم میں ان کی حکومت ہوگی۔

(دائرۃ معارف القرن العشرین ازفرید وجدی)

عبداللہ بن سبا کے فکری اور عملی سانچے کو بنانے میں متعدد عوامل کارفرما تھے۔ خاندانی، نفسیاتی اور مذہبی عناصر واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ اس کے ماننے والوں میں آسانیوں کے بجائے مشکل پسندی زیادہ پائی جاتی ہے۔ وضاحت اور کھلی بات کے بجائے پوشیدہ اور روپوشی کا انداز غالب ہے۔ قرآنِ کریم نے قومِ سبا کی نفسیات اور اندازِ فکر کا اس طرح ذکر کیا کہ انہوں نے کہا!

رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا (۳۴ سورۃ سبا۔۱۹)

(پروردگارا ایسے آسان اور پُر راحت اور باوسائل سفر میں کچھ مزا نہیں) ہمارے سفر کی منزلوں کو دور اور دشوار بنا دے تا کہ کچھ سفر کا مزا آئے۔

عبداللہ بن سبا پر خاندانی موروثی مزاج کا گہرا اثر تھا۔ اس کی نفسیاتی عنصر میں احساسِ کمتری کا بہت دخل تھا۔ ابن سبا کی ماں ایک حبشیہ زنجیہ تھی۔ اسی لئے اس کو ابن سوداء کہا جاتا تھا۔ اس کی مذہبی اور دینی مزاج میں یہودی ذہنیت کا واضح

عکس ہے۔ جس سے اس کو لوگ پہچانتے تھے۔ تاریخ کے ہر دور میں تخریبی رجحان، معاشرے میں فساد پیدا کرنا، ادب اور ثقافت میں آلودگی اور پیچیدگی پیدا کرنا، اخلاق اور انسانی رجحانات میں سازشی ذہنیت، معاشرے اور انسانی جماعتوں میں بے چینی، شورش اور بغاوت کا رجحان پیدا کرنا یہودیت کی روایت اور تاریخ رہی ہے۔ یہ سب عناصر اجتماعی طور پر اس فرقہ کے اندر پائے جاتے ہیں۔

عبداللہ بن سبا حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کو خوب دولت حاصل ہو رہی ہے اور یہ قوم دنیا میں ایک فاتح قوم بن کر ابھر رہی ہے۔ یہ مدینہ آیا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل ہو گیا۔ مدینہ میں اسے کوئی جانتا اور پہچانتا نہیں تھا۔ اس نے مدینہ میں رہ کر مسلمانوں کے اندرونی اور داخلی کمزوریوں کو جانچا اور ان کمزوریوں کے ذریعہ اسلام کو نقصان پہنچانے کی ترکیبیں سوچنے لگا۔ انہیں دنوں میں بصرہ میں ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا۔ یہ شخص اسلامی لشکر میں شریک ہو جاتا اور ذمیوں کو لوٹتا تھا، کبھی کبھی اور لوگوں کو بھی اپنا ساتھی بنا کے ڈاکہ زنی کی وارداتیں کرتا تھا۔ اس کی خبریں مدینہ میں حضرت عثمان ؓ غنی کو پہنچیں۔ انہوں نے بصرہ کے گورنر کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ کو بصرہ کے اندر نظر بند رکھو اور یہ شخص شہر سے ہرگز باہر نہ جانے پائے۔ عبداللہ بن سبا حکیم بن جبلہ کے حالات سن کر مدینہ سے بصرہ پہنچ گیا۔ بصرہ میں یہ حکیم بن جبلہ سے ملا اور اس کے ساتھ رہنے لگا۔ عبداللہ بن سبا نے حکیم بن جبلہ کے ذریعہ اس کے دوستوں تک رسائی حاصل کر لی۔ یہ لوگوں سے مراسم پیدا کرنے کے فن میں ماہر تھا۔ اپنے آپ کو مسلمانوں کا حامی اور آلِ رسول ﷺ کا

خیر خواہ اور محبت کرنے والا ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں میں ایک منصوبہ کے تحت شر انگیز خیالات اور عقائد پیدا کرنے لگا۔ کبھی کہتا کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کے تو قائل ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن اس بات کو نہیں مانتے کہ حضرت محمد ﷺ بھی دنیا میں ضرور آئیں گے۔

(اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ)

(سورۃ القصص ۔ ۸۵)

(اے پیغمبر!) جس (رب) نے تم پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ تمہیں
لوٹنے کی جگہ لوٹا دے گا

اس نے لوگوں کو اس آیت کی غلط تفسیر سنا سنا کر اس عقیدہ پر قائل کرنا شروع کر دیا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ بہت سے احمق اس کے فریب میں آ گئے۔ پھر اس نے ان لوگوں کو جو اس عقیدے پر قائل ہو گئے تھے۔ ایک نیا عقیدہ دیا کہ ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں۔ جس طرح آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح حضرت علیؓ خاتم الاوصیاء ہیں۔ پھر اس نے اعلانیہ کہنا شروع کر دیا کہ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد دوسروں کو خلیفہ بنا کر حضرت علیؓ کی بہت بڑی حق تلفی کی ہے۔ اب سب کو چاہئے کہ حضرت علیؓ کی مدد کریں اور موجودہ خلیفہ کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنا دیں۔ عبداللہ بن سبا یہ تمام منصوبے اور اپنی تحریک کی ان تمام چیزوں کو مدینہ منورہ سے خوب سوچ سمجھ کر بصرہ آیا تھا۔ وہ نہایت احتیاط اور

قابلیت کے ساتھ ایک ایک کر کے اپنے بدعقیدوں کو شائع کرتا اور لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کر دیتا تھا۔

رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال بصرہ کے گورنر عبداللہ بن عامر کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر اس سے پوچھا کہ تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو۔ عبداللہ بن سبا نے کہا کہ مجھ کو اسلام سے دلچسپی ہے۔ میں اپنے یہودی مذہب کی کمزوریوں کے خلاف ہو کے اسلام کہ طرف متوجہ ہوا ہوں اور یہاں کی رعایا بن کے زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ بن عامر نے کہا کہ میں نے تمہارے حالات اور تمہاری باتوں کی تحقیق کی ہے۔ مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ تم فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں کو گمراہ کر کے یہودی ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو۔ چونکہ عبداللہ بن عامر کی زبان سے پتے کی باتیں نکل گئیں تھیں اس لئے عبداللہ بن سبا نے بصرہ میں مزید رہنا مناسب نہ سمجھا۔ اپنے خاص خاص رازدار اور شریک لوگوں کو وہاں چھوڑ کر اپنی بنائی ہوئی جماعت کو مناسب ہدایات اور تجاویز دے کر بصرہ سے نکل گیا۔ اور دوسرے اسلامی فوجی مرکز کوفہ کا رخ کیا۔ یہاں پر پہلے ہی سے ایک جماعت حضرت عثمان ؓ اور ان کے عاملوں کے مخالفوں کی موجود تھی۔ عبداللہ بن سبا کو کوفہ میں بصرہ سے زیادہ اپنی شرارتیں اور شرانگیزیوں کو کامیاب بنانے کا موقع ملا۔

عبداللہ بن سبا کو اسلام سے سخت دشمنی تھی۔ دوسری حضرت عثمان ؓ سے نفرت اور عداوت تھی۔ وہ حضرت عثمان ؓ سے کوئی انتقام یا بدلہ لینے کا خواہش مند تھا۔ کوفہ میں بہت جلد لوگوں کے دلوں میں اپنی بزرگی اور پارسائی کا سکہ بٹھا دیا

تھا۔ عام طور پر لوگ اس کو تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھنے اور اس کا ادب ولحاظ کرنے لگے۔ جب کوفہ میں عبداللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے گمراہ کن خیالات کا چرچا ہوا تو وہاں کے گورنر سعید بن العاص ؓ نے اس کو بلا کر ڈانٹا اور وہاں کے سمجھدار لوگوں نے اسے مشتبہ آدمی سمجھا۔ چنانچہ عبداللہ بن سبا کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر جس طرح بصرہ میں اپنی جماعت چھوڑ کر آیا تھا اسی طرح کوفہ میں بھی اس نے اپنی زبردست جماعت بنالی تھی۔ جس میں اس کا دستِ راست مالک اشترنخعی اور دوسرے ہم خیال ساتھی موجود تھے۔ کوفہ سے یہ شام پہنچا لیکن وہاں اس کو کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اور اسے شہر بدر ہونا پڑا۔ عبداللہ بن سبا کی عداوت حضرت عثمان غنی ؓ اور بنوامیہ سے دن بدن بڑھتی جارہی تھی۔ اور ہر جلاوطنی اس کو کامیابی کا ایک اور میدان فراہم کر دیتی تھی۔ شام سے نکلنے کے بعد وہ سیدھا مصر پہنچا۔ وہاں کے گورنر عبداللہ بن سعد تھے۔ مصر میں عبداللہ بن سبا نے اپنے سابقہ تجربہ کی بنیاد پر زیادہ احتیاط اور زیادہ خفیہ طریقہ سے کام شروع کیا۔ یہاں اس نے محبتِ اہلِ بیت اور حمایتِ علی ؓ کے نام سے ایک جماعت اکٹھی کرنی شروع کر دی۔ مصر میں رہتے ہوئے بھی خطوط کے ذریعہ کوفہ اور بصرہ کے لوگوں سے مسلسل رابطہ میں تھا۔ وہاں کے لوگوں کو مصر کے گورنر سے بھی کچھ شکایات تھیں۔ اس نے ان کو خوب ہوا دی اور لوگوں کو ان کے خلاف بغاوت کرنے پر اکسایا۔ عبداللہ بن سعد کو افریقہ کے بربر اور قسطنطنیہ کے قیصر کے معاملات کی وجہ سے داخلی باتوں کی طرف زیادہ فرصت نہ تھی جس کا عبداللہ بن سبا نے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔

عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے مصر، کوفہ ، بصرہ اور مدینہ میں ایک دوسرے کو خطوط کی بھرمار کر دی جس میں حکومت اور اس کے عاملوں کی جھوٹی سچی ظلم اور زیادتیوں کی داستانیں ہوتیں۔ ہر صوبہ کے لوگ یہ سمجھتے کہ ہمارے یہاں تو ایسی کوئی بات نہیں ہے ہاں شاید دوسرے صوبوں میں بہت ظلم ہو رہا ہے اور حضرت عثمانؓ ان اعمال کی باز پرس نہیں کرتے یا وہ بھی اس ظلم میں شریک ہیں۔ حضرت عثمانؓ کو جب اس صورتِ حال کی خبر ملی تو آپؓ نے تحقیق کے لئے حضرت عمار بن یاسرؓ کو مصر کی جانب اور حضرت محمد بن مسلمہؓ کو کوفہ کی جانب روانہ کیا کہ وہاں حالات دیکھ کر آئیں اور صحیح اطلاع امیر المومنینؓ کو پہنچائیں۔ حضرت عمار بن یاسرؓ جب مصر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے جو عبداللہ بن سعدؓ گورنر مصر سے ناخوش تھے اور ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے۔ عمار بن یاسرؓ کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور مدینہ جانے سے روک لیا کہ حضرت عثمانؓ جانتے بوجھتے ظلم وستم کو روا رکھے ہوئے ہیں اس لئے ان کے ساتھ کام کرنا مناسب نہیں۔ محمد بن مسلمہؓ نے کوفہ پہنچ کر حضرت عثمانؓ کو اطلاع دی یہاں کی عوام بھی اور شرفاء بھی اعلانیہ خلیفہ کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں اور بُرا بھلا کہتے ہیں۔ جس سے بغاوت کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ اسی دوران اشعث بن قیس، سعید بن قیس، صائب بن اقرع، مالک بن حبیب، حکیم بن سلامت، جریر بن عبداللہ، سلمان بن ربیع وغیرہ حضرات جو صاحبِ اثر اور عزم و ہمت کے وارث اور خلافت اسلامیہ کے حامی تھے، وہ کوفہ چھوڑ کر دوسرے مقامات پر منتقل ہو گئے ہیں۔

(تاریخ الاسلام ۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

اسی ذہنیت اور تاریخی ورثہ نے عبداللہ بن سبا کی شکل میں ایک تحریک اور دعوت کی صورت اختیار کر لی۔ یہ تمام عناصر انتہا پسندی، انارکی، حضرت علیؓ کی صفات میں انتہا درجے کا غلو اور خدائی صفات کا حامل قرار دینے کی تحریک و دعوت کے لئے سرگرم تھے۔ حضرت علیؓ کی اعلیٰ مقام ومظلوم شخصیت اس سازش اور زیر زمین تحریک کا نشانہ بنی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ان کے خونی رشتہ، قریبی تعلق اور عظمت کے اسباب کے ایک ساتھ جمع ہونے کی وجہ سے اس دعوت کو اپنا ہمنوا بنانے میں بڑی مدد ملی۔

المقریزی نے لکھا ہے!

معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر و بیشتر وہ لوگ جو اسلام سے نکل گئے تھے۔ ان کے نکلنے کے اسباب یہ ہیں کہ اہل فارس ایک زمانے میں بڑی سلطنتوں کے مالک تھے اور ان کو دوسری قوموں پر بالا دستی حاصل تھی۔ خود ان کے غرور اور تکبر کا یہ عالم تھا کہ اپنے کو آقا اور دوسروں کو غلام سمجھتے تھے۔ جب اسلام نے ان کے ہاتھ سے سلطنت اور اقتدار چھین لیا تو ان کے غرور کو دھچکہ لگا۔ کیونکہ وہ عربوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ اور اس وقت کے عربوں میں اتنی طاقت اور قوت بھی نہیں تھی کہ ان سے ٹکر لے سکتے۔ اس لئے اسلام کا فاتح ہونا اور ان کا انہی عرب کے بدؤوں سے ذلت آمیز شکست کھانا کسی طرح سے ہضم نہیں ہو رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مختلف اوقات میں وہ اسلام کے خلاف سازشیں کرنے میں آگے آگے رہے۔ لیکن ہر بار اللہ تعالیٰ نے حق کو فتح سے ہمکنار کیا۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ کوئی اور چال چلیں۔ لہٰذا اپنے ہم وطن مسلمانوں کو باور کرایا کہ ہم مسلمان ہیں اور اہلِ تشیّع کو بتایا کہ وہ

اہلِ بیت سے عقیدت اور محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کا حق مارنے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح وہ ان کو راہِ حق سے نکال کر دوسری راہوں پر لے گئے۔

(فجر الاسلام از ڈاکٹر احمد امین ،ص ۲۷۷،بحوالہ مقریزی ص ۱ / ۳۶۲)

دو متضاد فرقوں کا وجود رسول اللہ ﷺ کی پیشین گوئی کی تصدیق تھی۔

متعدد روایات میں حضرت حارث بن حصیرہؓ سے اور انہوں نے ابو صادق ؓ سے اور انہوں نے ربیعہ بن الناجد ؓ سے روایت کی ہے کہ!

حضرت علی ؓ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک بار بلا کر فرمایا کہ تم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نمونہ ہو۔ ان سے یہودیوں نے اس درجہ بغض رکھا کہ ان کی والدہ تک پر بہتان لگا دیا اور نصاریٰ نے ان سے محبت کی تو اس منزل پر پہنچا دیا جو ان کی نہیں تھی۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا کہ سن لو میری ذات کے بارے میں افراط و تفریط کی وجہ سے دو طبقے ہلاک ہوں گے۔ محبت کرنے والے تعریف میں غلو کرنے والے جو میری ایسی تعریف کریں گے جو مجھ میں نہیں۔ اور ایسے بغض کرنے والے جن کی دشمنی ان کو مجھ پر بہتان لگانے پر مائل کرے گی۔ سن لو میں نہ تو پیغمبر ہوں اور نہ مجھ پر وحی آتی ہے۔ لیکن میں اپنی مقدور بھر کتاب وسنت کی پیروی کرتا ہوں۔ اور اللہ کی اطاعت کے لئے جو میں تم کو حکم دوں اس میں میری اطاعت تم پر واجب ہے خواہ پسند کرو یا نا پسند کرو۔ (البدایہ والنہایہ، ج ۷،ص ۳۵۶)

اب اس دور کے آخر میں پہنچ کر عبد اللہ بن سبا کے حامیوں نے اس پر لگائے گئے اعتراضات اور الزامات سے جان بچانے کے لئے یہ اسکیم چلائی ہے کہ عبداللہ بن سبا کا نام بالکل فرضی ہے۔ اس نام کا کوئی آدمی یہودی النسل نہ تھا اور نہ وہ مسلمان ہوا اور نہ اس نے حبِ اہل بیت کا لبادہ اوڑھ کر تفریق کی بنیاد قائم کی وغیرہ۔

اسی کا نام ہے کہ

" نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری "

(رحماءُ بینہم جلد۲ ص۹۳)

12.0 ۔ مملکتِ اسلامیہ میں بغاوتیں

12.1 ۔ مصر کی صورتِ حال

حضرت علیؓ نے حضرت قیس بن سعدؓ کی جگہ محمد بن ابوبکرؓ کو مصر کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ محمد بن ابوبکرؓ ملکی معاملات میں نا تجربہ کار تھے اور جوانی کا جوش تھا۔ انہوں نے خربتہ کے لوگوں سے حضرت علیؓ کے لئے بیعت لینے میں سختی سے کام لیا اس کے علاوہ اور بھی کچھ باتیں تھیں کہ لوگ ان کے خلاف بغاوت پر اتر آئے۔ صورتِ حال بہت خراب ہو گئی تھی۔ حضرت علیؓ نے اس مشکل صورتِ حال کو سنبھالنے کے لئے جنگِ صفین کے بعد مالک اشتر کو مصر کے گورنر کے طور پر تعینات کر کے مصر روانہ کیا اور محمد بن ابوبکرؓ کو سبکدوش کر دیا تا کہ وہ تجربہ کار آدمی ہیں وہاں کے حالات کو سنبھال لیں گے۔ دوسری طرف حضرت امیر معاویہؓ کو جب اس بات کی خبر ملی تو ان کو فکر ہوئی کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ مالک اشتر ایک جہاں دیدہ شخص ہیں اور وہ سیاست کا بھی تجربہ رکھتے ہیں اس لئے ان کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔

12.2 ۔ حضرت علیؓ کی طرف سے مصر کے گورنر کو لکھے جانے والا خط

یہ ہے وہ وصیت جس کو اللہ کے بندے علیؓ امیر المومنین نے مالک اشتر کو جب مصر کا گورنر بنایا اور روانہ کیا تا کہ ملک کا خراج جمع کرے۔ اس کے دشمنوں سے

لڑے اور اس کے باشندوں کے فلاح و بہبود کا خیال رکھے۔ مالک کو تقویٰ اور اطاعتِ خداوندی کو مقدم رکھنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ آدمی کی سعادت خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فرائض وسنن کی بجا آوری میں ہے۔ اس سے انکار بدبختی ہے۔ رعایا میں دو قسم کے آدمی ہوں گے۔ تمہارے دینی بھائی یا مخلوقِ خدا ہونے کے لحاظ سے تمہارے جیسے آدمی۔ لوگوں سے غلطیاں ہوتی ہیں جان بوجھ کے یا بھول چوک سے ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ تم ان خطا کاروں سے درگزر سے کام لینا۔ جس طرح تمہاری آرزو ہے کہ خدا تمہاری خطاؤں کو معاف کر دے۔ کبھی نہ بھولنا کہ تم رعایا کے افسر ہو، خلیفہ تمہارا افسر ہے اور خدا خلیفہ کے اوپر حاکم ہے۔ خلیفہ نے تم کو گورنر بنایا اور مصر کی ترقی واصلاح کی ذمہ داری تم کو سونپ دی۔ خدا سے لڑائی مول نہ لینا کیونکہ آدمی کے لئے خدا سے کوئی بچاؤ نہیں۔ خدا کے عفو ورحمت سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ معاف کر دینے پر کبھی نادم نہ ہونا اور سزا دینے پر کبھی شیخی نہیں کرنا۔ غصہ آتے ہی دوڑ نہ پڑنا بلکہ جہاں تک ممکن ہو غصہ سے بچنا اور غصہ کو پی جانا۔

خبردار! رعایا سے کبھی نہ کہنا کہ میں تمہارا حاکم بنایا گیا ہوں اور اب میں ہی سب کچھ ہوں، سب کو میری تابعداری کرنی ہے۔ اس ذہنیت سے دل میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ دین میں کمزوری آتی ہے اور بربادی کے لئے بلاوا آتا ہے۔ مالک اشتر کا مصر پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ مصر تک نہیں پہنچ سکے۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کو حضرت امیر معاویہؓ نے راستے ہی میں زہر دے کر ختم کر دیا تھا اور بعض کا کہنا ہے کہ کسی وجہ سے ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ حضرت

علیؓ نے مالک اشتر کے انتقال کی خبر سن کر فوری طور پر حضرت محمد بن ابو بکرؓ کے نام ایک خط لکھا کہ مالک اشتر کو مصر کا حاکم بنا کر نہیں بھیجا تھا اور نہ ہی ہم تم سے ناراض ہیں بلکہ ان کی تقرری صرف اس لئے کی گئی تھی وہ بعض سیاسی امور کا خاص تجربہ رکھتے تھے جس کی مصر کی حکومت کو سخت ضرورت تھی۔ اب جبکہ ان کا انتقال ہو گیا ہے تو تم ہی مصر کی حکومت کے لئے بہترین شخص ہو۔ اس لئے تم دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جرأت اور ہمت سے کام لو۔

محمد بن ابو بکرؓ نے اس خط کے جواب میں حضرت علیؓ کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلایا۔ ان تمام حالات کی اطلاعات حضرت امیر معاویہؓ کو بھی پہنچ رہی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اہل خربتہ کے سردار معاویہ بن خدیج کندی اور مسلمہ بن مخلد انصاری کے ساتھ خط و کتابت کی۔ یہ لوگ محمد بن ابو بکرؓ سے سخت ناراض تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کی خوب حوصلہ افزائی کی اور اپنی مدد کا یقین دلایا۔ اہل خربتہ کو جب حضرت امیر معاویہؓ کے تعاون کا یقین ہو گیا تو وہ حضرت محمد بن ابو بکرؓ کی مخالفت میں اور بھی دلیر ہو گئے۔ اس پر حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کی کمان میں چھ ہزار افراد پر مشتمل فوج مصر کی طرف روانہ کی۔ محمد بن ابو بکرؓ کے لئے اس فوج کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ ان کے پاس مناسب تعداد میں فوج نہیں تھی۔ تاہم بڑی مشکل سے دو ہزار کی فوج تیار کر کے کنانہ بن بشیر کی کمان میں روانہ کیا۔

دونوں فوجوں میں جنگ ہوئی۔ مقدمۃ الجیش کی کمان کنانہ بن بشیر کر رہے تھے۔ یہ بڑے شجاع اور بہادر تھے۔ انہوں نے بڑی شجاعت اور پامردی کے

ساتھ شامی فوج کا مقابلہ کیا۔ جو دستہ آگے بڑھتا اسے پسپا کر دیتے۔ یہ رنگ دیکھ کر عمرو بن عاص ؓ نے معاویہ بن خدیج کو اشارہ کیا۔ انہوں نے کنانہ بن بشیر کو گھیر لیا اور ہر طرف سے شامی ان پر ٹوٹ پڑے۔ کنانہ بن بشیر نے گھوڑے سے اتر کر لڑنا شروع کر دیا۔ لیکن تنہا ایک شخص کا ایک جمِ غفیر کا مقابلہ کرنا بہت مشکل تھا آخر جنگ کے دوران کنانہ بن بشیر شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ اور بہت سے فوجی بھی مارے گئے اور جو بچ گئے انہوں نے میدان سے فرار اختیار کیا۔ محمد بن ابو بکرؓ کو جب اس کی خبر ہوئی تو وہ فوج لے کر خود میدانَ جنگ کی طرف آئے۔ مگر شامیوں کا ان کے فوجیوں پر بہت رعب تھا وہ مقابلہ نہ کر پائے اور اپنی جانیں بچانے کے لئے تتر بتر ہو گئے۔ محمد بن ابو بکر ؓ اکیلے رہ گئے تو انہوں نے بھی ایک ویران کھنڈر میں پناہ لی۔

شامیوں نے انہیں تلاش کرتے کرتے وہاں جا لیا انہوں نے ان کے ساتھ مقابلہ کیا لیکن انہوں نے ان کو زندہ گرفتار کر لیا۔ معاویہ بن خدیج نے ان کو نہایت بے رحمی سے قتل کر کے ایک مردہ گھوڑے کے پیٹ میں ڈال کر جلا دیا۔ ان تمام واقعات کی اطلاع عبدالرحمٰن بن شیث فرازی نے حضرت علیؓ کو جا کر سنائی۔ آپؓ نے اس وقت مالک بن کعب کو واپس بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ ادھر مالک بن کعب نے تھوڑا ہی رستہ طے کیا تھا کہ حجاج بن عرفہ انصاری سے راستے میں ملے۔ انہوں نے محمد بن ابو بکر کے مارے جانے اور مصر پر حضرت عمرو بن عاص ؓ کے قبضہ کا حال سنایا۔ حضرت علیؓ کو اس وقت خبر ملی جب مصر پر حضرت عمرو بن عاص ؓ کا مکمل قبضہ ہو گیا تھا۔ حضرت علیؓ نے کوفہ والوں کو اس بات پر ملامت کی اور مجبوری کے

عالم میں شام اور مصر کا خیال دل سے نکال دیا۔ حسبِ وعدہ امیر معاویہ ؓ نے حضرت عمرو بن عاص ؓ کو مصر کا گورنر بنا دیا۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے۔

12.3 ۔ بصرہ میں بغاوت

حضرت امیر معاویہؓ کو مصر میں جب کامیابی ہوئی تو ان کے مزید حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف کاروائیاں تیز کر دیں۔ جنگِ جمل کے بعد سے بصرہ میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد حضرت عثمان غنی ؓ کا قصاص طلب کرنا حق اور ضروری سمجھتی تھی۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے ان لوگوں کی ہمدردیاں اور حمایت حاصل کرنے کے لئے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ بھیجا۔ عبداللہ بن حضرمی جب بصرہ پہنچے تو بصرہ کے حاکم حضرت عبداللہ بن عباس ؓ بصرہ میں نہیں تھے۔ اس موقع سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا اور لوگوں سے ملاقاتیں اور ان کو دعوت دینے کا کام تیز کر دیا اور اس میں ان کو خاطر خواہ کامیابی بھی ہوئی۔ قبیلہ بنو تمیم اور تقریباً تمام اہل بصرہ نے ان کی دعوت پر لبیک کہا۔ اس طرح عبداللہ بن حضرمی نے بصرہ میں اپنے حامیوں کی ایک زبردست جمعیت اکٹھا کر لی۔

بصرہ کی بدلتی ہوئی صورت حال کی خبر حضرت علی ؓ کو ملی تو انہوں نے اعین بن ضبعیہ کو بصرہ بھیجا کہ جا کر عبداللہ بن حضرمی کو قابو کریں۔ دوسری طرف بصرہ میں حالات اتنے خراب ہو گئے کہ بصرہ کے والی زیاد کو بصرہ سے فرار ہونا پڑا اور انہوں نے حدان میں پناہ لے رکھی تھی۔ اعین بن ضبعیہ ابھی عبداللہ بن حضرمی کے خلاف

کاروائی کا سوچ ہی رہے تھے کہ حضرت امیر معاویہ ؓ کے حمایتیوں نے ان کو قتل کر ڈالا۔ ان کے قتل کی خبر جب حضرت علی ؓ تک پہنچی تو آپ ؓ نے جاریہ بن قدامہ کو ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا۔ یہ بڑی ہوشیاری سے بصرہ پہنچے اور انتہائی تیزی کے ساتھ عبداللہ بن حضرمی جس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے اس کو گھیرے میں لے کر وہاں آگ لگا دی۔ اس اچانک حملہ سے عبداللہ بن حضرمی کو اپنا بچاؤ کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا، وہ اور ان کے ساتھی اس آگ میں جل کر مر گئے۔ بصرہ پر پھر سے حضرت علی ؓ کا کنٹرول ہو گیا۔ حضرت علی ؓ نے بصرہ والوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ اس طرح بصرہ میں امن قائم ہو گیا۔

12.4 ۔ اہلِ ایران کی بغاوت

دوسرے علاقوں کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو دیکھتے ہوئے اہلَ فارس نے بھی فائدہ اٹھایا۔ کرمان اور فارس کے صوبے باغی ہو گئے اور حضرت علی ؓ کے نمائندے اور حاکم اہل فارس سہیل بن حنیف کے خلاف بغاوت کر دی اور ان کو ایران سے نکال دیا۔ حضرت علی ؓ نے ان کی بغاوت کو کچلنے کے لئے زیاد بن حفصہ کو بھیجا۔ انہوں نے وہاں جا کر حالات کو قابو میں کیا اور باغیوں کو شکست دی۔

12.5 ۔ بغاوتوں کا سلسلہ

حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کے لئے کافی مشکلات کھڑی کی ہوئیں تھیں۔ جہاں بھی ان کو معلوم ہوتا کہ حضرت علیؓ کے زیر اثر علاقوں میں کہیں مخالفین زور پکڑ رہے ہیں وہ ان کی مدد کو پہنچ جاتے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مدینہ منورہ، طائف اور یمن سے لوگوں کو دمشق میں اکٹھا کیا ہوا تھا جو حضرت علیؓ کے مخالف تھے۔ نعمان بن بشیر کو دو ہزار کا لشکر دے کر عین التمر بھیجا جہاں کے حاکم مالک بن کعب تھے۔ ان کے پاس ایک ہزار کا لشکر تھا اور ان کے پاس حضرت علیؓ کا اسلحہ خانہ بھی تھا۔ مالک بن کعب نے اپنے ساتھیوں کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم لوگ جانا چاہتے ہو تو جا سکتے ہو۔ اس پر ان کے تمام ساتھی ان کو چھوڑ کر کوفہ چلے آئے اور ان کے ساتھ صرف ایک سو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ نعمان بن بشیر نے مالک بن کعب کو شکست دے کر عین التمر پر قبضہ کر لیا۔ چھ ہزار کا لشکر دے کر سفیان بن عوف کو مدائن اور انبار کی طرف بھیجا۔ الانبار پر حملہ کر کے وہاں کے گورنر اشرس بن حسّان البکری کو قتل کر دیا۔ وہاں پانچ سو فوجی اسلحہ کے ساتھ رہتے تھے۔ حملہ کا سن کر چار سو آدمی فرار ہو گئے صرف سو لوگ رہ گئے جنھوں نے مقابلہ کیا۔ انہوں نے وہاں جا کر خوب لوٹ مار کی کافی مال لے کر دمشق واپس ہوئے۔

تیماء اور تدمرُ پر بھی حملے کئے گئے۔ عبد اللہ بن مسعدہ فزاری کو اہلِ بادیہ سے صدقہ وصول کرنے کے لئے تیماء روانہ کیا وہ یہ فرض انجام دیتے

ہوئے مکہ اور مدینہ پہنچے۔ حضرت علیؓ کو خبر ہوئی تو آپؓ نے مسیّب بن نجیہ فزاری کو مقابلہ کے لئے بھیجا۔ تیماء میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔عبداللہ بن مسعدہ فزاری زخمی ہوکر قلعہ بند ہوگئے اور کچھ شامی بھاک نکلے۔مسیّب بن نجیہ فزاری نے قلعہ کا محاصرہ کر کے آگ لگا دی۔ لیکن پھر عبداللہ بن مسعدہ فزاری کو پناہ مانگنے پر چھوڑ دیا اور وہ باقی ماندہ لوگوں کو لے کر واپس لوٹ گئے۔

اس طرح ضحاک بن قیس کو تین ہزار کی فوج دے کر وافضہ (واقوصہ) کے زیریں علاقوں میں بھیجا اس کے علاوہ دجلہ کے علاقوں پر بھی چڑھائی کی اور وہاں کا بیت المال لوٹ لیا۔ حضرت علیؓ کی حمایت یافتہ فوج نے مقابلہ کی کوشش کی لیکن اس کو ناکامی ہوئی۔ یہ ثعلبیہ کو فتح کرتے ہوئے مقطانہ پہنچے۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ہوئی تو آپؓ نے حجر بن عدی کو چار ہزار سپاہیوں کی فوج دے کر روانہ کیا۔ تدمر میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ حجر نے اس کے انیس آدمیوں کو قتل کر دیا باقی لوگ رات کی تاریکی میں نکل گئے۔

یہ خبریں سن کر ایک دن حضرت علیؓ نخیلہ آئے (نخیلہ بادیہ کے ایک مقام کا نام ہے) اور ایک اونچے ٹیلے پر کھڑے ہو کہ ایک خطبہ دیا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی پھر رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام پڑھ کر تقریر شروع کی۔ یہ تقریر تاریخ کی ایک اہم ترین تقریر ہے جو ایک زخم خوردہ قائد کی زبان سے نکلی ہے۔ اس تقریر میں ایک طرف اپنی قوم پر عتاب ہے اور دوسری طرف اپنے مؤقف کے صحیح ہونے کا یقین نمایاں ہے۔ادب و بلاغت کا یہ شاہکار تاریخ کی کتابوں میں رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

آپ ؓ نے فرمایا!

امّا بعد! جہاد جنت کا ایک دروازہ ہے۔ جس نے اس سے روگردانی کی اللہ نے اس کو رسوائی اور ذلت کا لباس پہنا دیا۔ ذلت اور پستی اس کا مقدر بنی۔ میں نے تم کو اے لوگو! رات دن، اعلانیہ اور رازدارانہ طریقہ پر ہر طرح سے ان لوگوں کے خلاف جنگ پر ابھارا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ ان کے حملہ آور ہونے سے پہلے تم خود ان پر حملہ کر دو۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ قاعدہ یہی ہے کہ جس قوم پر اس کے گھر پر چڑھائی کر کے حملہ کیا جاتا ہے وہی ہمیشہ رسوا ہوتی ہے۔ مگر تم نے پست ہمتی دیکھائی اور ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے۔ میری بات تم پر گراں گزری اور تم نے اس کو پسِ پشت ڈال دیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تم پر حملے پر حملے کئے گئے۔ اس قبیلہ غامد کی فوج نے الانبار پر چڑھائی کر کے اس کے گورنر اشرس بن حسّان البکری کو قتل کر دیا۔ ان کے ساتھ بہت سے مرد اور عورتوں کو قتل کیا۔ ایک سپاہی گھر میں گھس کر مسلمان یا ذمی خاندان کی عورت کے کانوں سے بالیاں اور پیروں سے پازیب اتار کر اطمینان سے چلا جاتا ہے۔ اور یہ سب فوجی لوٹ کا مال بھرے ہوئے اس طرح واپس جاتے ہیں کہ کسی کو خراش تک نہیں آتی۔ اگر کوئی غیرت مند مسلمان ہو تو دیکھ کر غم سے گھٹ کر مر جائے تو میرے نزدیک ملامت کا مستحق نہیں ہوگا بلکہ تعریف کا حقدار ہوگا۔ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ جو دل کو مردہ اور عقل کو بے کار کر دے اور رنج اور غم کو دوبالا کر دے کہ باطل پر یہ لوگ اس درجہ متحد ہیں اور تم حق پر

ہوتے ہوئے انتشار اور بے ہمتی کا شکار ہو۔ تم نشانہ بنائے گئے ہو اور تم پر تیر چلائے جاتے ہیں مگر تم تیر نہیں چلاتے۔ تم پر حملہ کیا جاتا ہے اور تم اس کا جواب نہیں دیتے۔ کھلے بندوں تمہارے سامنے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہے اور تم مطمئن ہو۔ اگر تم سے کہتا ہوں کہ سردیوں میں حملہ کر دو تو کہتے ہو کہ ابھی تو سردی ہے۔ اگر کبھی کہا کہ موسم گرما میں دشمن پر حملہ کرو تو کہتے ہو کہ یہ آگ برسنے کا زمانہ ہے۔ ذرا مہلت دیجئے کہ شدت کی گرمی کا زمانہ گزر جائے۔ واللہ اگر تم سردی گرمی سے بھاگتے ہو تو تلوار کا خوف اس سے کہیں زیادہ ہے۔

اے مرد نما لوگو! جن میں مردانگی نام کو نہیں۔ اے خواب و خیال کی پرچھائیوں! اے پازیب پہننے والیوں کی جیسی عقل رکھنے والو! بخدا تم نے اپنی نافرمانیوں سے میری ساری سیاست پر پانی پھیر دیا۔ بات یہاں تک پہنچ گئی کہ قریش کہتے ہیں کہ ابو طالب کا فرزند ہے تو بہادر مگر جنگ کی حکمت نہیں جانتا۔ کیا خوب! کون ہے وہ جو جنگ کا فن مجھ سے زیادہ جانتا ہے اور مردِ میدان ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں جنگ میں اس وقت آیا ہوں جب میری عمر بیس سال سے بھی کم تھی اور آج ساٹھ سال سے بھی زیادہ عمر ہوگئی ہے۔ لیکن جس کی بات نہ مانی جائے اس کی حکمت نہیں چلتی۔ چاہے وہ ہزار صاحبِ الرائے ہو کوئی نہیں مانتا۔ **ولکن لا رای لمن لا یطاع**

(یہ آخری جملہ آپؓ نے تین دفعہ فرمایا)

(الکامل للمبرد، ج ۱ ص ۳۰۔۳۱)

12.6 ۔ حجاز اور یمن کی صورتِ حال

حضرت امیر معاویہؓ نے حجاز اور یمن کے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لئے بسر بن ارطاط کو تین ہزار کی فوج دے کر یمن کی طرف روانہ کیا۔ بسر بن ارطاط کا تعلق بنو عامر بن لوی سے تھا۔ یہاں کے حضرت علیؓ کے گورنر حضرت ابوایوب انصاریؓ حرم نبوی کا احترام کرتے ہوئے مدینہ منورہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے۔ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ بھی مدینہ منورہ چھوڑ گئے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر بغیر کسی مزاحمت کے قبضہ ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے خوشی سے اور کچھ لوگوں نے مجبوراً حضرت امیر معاویہؓ کی بیعت کر لی۔ یہاں پر کامیاب ہونے کے بعد بسر بن ارطاط یمن کی طرف روانہ ہوئے اس وقت یمن میں حضرت عبیداللہ بن عباسؓ گورنر تھے۔ حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کو جب معلوم ہوا کہ بسر بن ارطاط ان پر چڑھائی کرنے آرہے ہیں تو یہ فوراً کوفہ پہنچے کہ بسر بن ارطاط سے مقابلہ کے لئے حضرت علیؓ سے مدد طلب کریں۔ بسر بن ارطاط حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کی غیر موجودگی میں یمن پہنچ گئے اور وہاں انہوں نے اپنے مخالفین کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس قتل و غارت میں عبدالمدان الحارثی اور حضرت عبیداللہ بن عباسؓ کے دو معصوم بچے بھی شہید ہو گئے۔

حضرت امیر معاویہ کو جہاں پتہ چلتا کہ حضرت علیؓ کی گرفت کمزور ہو رہی ہے وہ وہاں حملہ کر دیتے۔ حضرت علیؓ کی عملی حکومت صرف عراق اور

ایران تک محدود ہوگئی تھی۔ ان میں بھی کچھ قبائل وقتاً فوقتاً حضرت علیؓ کے لئے مسائل پیدا کرتے رہتے تھے۔ دوسری طرف شام کی فوجوں نے عراق کی سرحدوں پر بھی چھیڑ چھاڑ شروع کر رکھی تھی اور سرحد کے قریب ایک قصبہ پر قبضہ کرلیا تھا۔ بسر بن ارطاط کی سرگرمیاں بھی بڑھتی جارہی تھیں، ان کو قابو کرنے کے لئے حضرت علیؓ نے وہب بن منصور اور جاریہ بن قدامہ کو چار ہزار کا ایک لشکر دے کے ان کے خلاف بھیجا۔ ان کے بھیجنے کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ میں مختلف جگہ تقاریر کر کے لوگوں کو اس بغاوت سے نپٹنے کے لئے تیار کرنا چاہا۔ لیکن لوگوں کی اکثریت لڑائی سے کتراتی رہی۔ آخر کار بڑی مشکل سے ایک لشکر تیار ہوا جس کے ساتھ حضرت علیؓ نے شام پر چڑھائی کرنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ اس لشکر میں بھی کوئی زیادہ جوش وخروش نظر نہیں آتا تھا۔ دوسری طرف مخالفین جوں جوں کامیاب ہوتے جاتے تھے وہ اور شدت سے اپنی سرگرمیاں بڑھاتے جارہے تھے۔ حضرت علیؓ سے ابوالاسود نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی جھوٹی شکایت کی جس پر حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے سخت باز پرس کی۔ جس کی وجہ سے وہ ناراض ہوکر بصرہ کی گورنری چھوڑ کر مکہ چلے گئے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیل بن ابو طالبؓ حضرت علیؓ سے ناراض ہوکر امیر معاویہؓ کے پاس دمشق چلے گئے تھے۔

ذی الحجہ ۳۹ھ میں امیر معاویہؓ نے یزید بن شجرہ رہاوی کو اپنی طرف سے امیر حج بنا کر مکہ بھیجا اور ان سے کہا کہ حضرت علیؓ کے گورنر کو وہاں سے

نکال دیا جائے اور لوگوں سے اپنے لئے بیعت لی جائے۔ یہاں کے علوی حاکم قثم بن عباس کو اس کی خبر ہوئی۔ انہوں نے اہلِ مکہ کو یزید کے مقابلہ کے لئے ابھارا۔ لیکن شیبہ بن عثمان کے سوا کوئی بھی مقابلہ پر آمادہ نہیں ہوا۔ اس لئے قثم بن عباس نے حضرت علیؓ کو اطلاع دی کہ مکہ چھوڑ دینا چاہئے۔ لیکن ابوسعید خدریؓ نے ان کو روکا کہ اس دوران شامی پہنچ گئے لیکن کسی نے مزاحمت نہیں کی۔ قثم حضرت علیؓ کو اطلاع دے چکے تھے۔ وہاں سے ریان بن ضمرہ اور ابوطفیلؓ فوجیں لے کر مقابلہ کے لئے پہنچے۔ لیکن ابن شجرہ نے خود ہی اعلان کر دیا کہ ہم حرم کے امن وامان میں خلل نہیں ڈالنا چاہتے۔ ہم صرف اس سے جنگ کریں گے جو ہم سے جنگ کرے گا اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے درخواست کی کہ میں حرم میں تفریق پسند نہیں کرتا۔ میرے اور قثم کے علاوہ کسی تیسرے آدمی کو امام بنا دیجئے جس پر سب کا اتفاق ہو۔ یہ تجویز معقول تھی، اس لئے حضرت ابوسعید خدریؓ نے قثم بن عباس سے کہا تو وہ الگ ہو گئے۔ پھر لوگوں نے شیبہ بن عثمان کو امیر بنایا۔ چنانچہ ۳۵ھ کا حج ان ہی کی امامت میں ہوا اور حج کے بعد ابن شجرہ واپس چلے گئے۔

امیر معاویہؓ نے عبدالرحمٰن بن قباث بن اشیم کو جزیرہ بھیجا۔ یہاں کے حاکم شبیب بن عامرؓ نصیبین میں تھے۔ انہوں نے کمیل بن زیاد کو اطلاع دی۔ وہ چھ سو سواروں کا دستہ لے کر پہنچے اور عبدالرحمٰن کو بری طرح شکست دی۔ شامیوں کی بڑی تعداد ماری گئی اور ان کا سامان کمیل کے قبضہ میں آیا۔ اس کے بعد شبیب بھی وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت شامی شکست کھا کر واپس جا

چکے تھے۔ شبیب نے بعلبک تک ان کا تعاقب کیا۔ امیر معاویہؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے فوراً حبیب بن مسلمہ کو شبیب کے مقابلہ میں بھیجا۔ لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے شبیب واپس جا چکے تھے۔

دومۃ الجندل کے باشندے غیر جانب دار تھے۔ انہوں نے اب تک حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ میں سے کسی کی بیعت نہیں کی تھی۔ امیر معاویہؓ نے مسلم بن عقبہ کو ان سے بیعت لینے کے لئے بھیجا۔ لیکن یہ لوگ آمادہ نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ کو اس کی خبر ہوئی تو آپؓ نے مالک بن کعب کو اپنی بیعت لینے کے لئے بھیجا۔ ان میں اور مسلم بن عقبہ میں جنگ ہوئی اور مسلم کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد مالک نے بیعت لینی چاہی لیکن انہوں نے کہا کہ کسی ایک شخص پر جب تک اتفاق نہیں ہوتا ہم کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔ اس کے جواب میں مالک نے زیادہ اصرار نہیں کیا اور واپس لوٹ آئے۔

اس مسلسل خانہ جنگی، خونریزی اور بدامنی سے گھبرا کر حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ نے ۴۰ھ میں صلح کر لی۔ اس صلح کی رو سے حجاز، عراق اور مشرق کا پورا علاقہ حضرت علیؓ کے پاس رہا اور شام، مصر اور مغرب کا علاقہ امیر معاویہؓ کے پاس رہا۔ حضرت علیؓ کا پورا زمانہ خانہ جنگی میں گزرا۔ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپؓ کو ایک دن کے لئے بھی اندرونی جھگڑوں سے فرصت نہیں ملی۔ اس لئے بیرونی فتوحات کی طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ تاہم سیستان اور کابل میں فتوحات ہوئیں۔ ۳۸ھ میں بحری راستہ سے کوکن پر حملہ کیا۔ (فتوح البلدان بلاذری)

13.0 ۔ شہادت اور اس کے بعد

13.1 ۔ قتل کی سازش

ابی مجلر سے مروی ہے کہ قبیلہ مراد کا ایک آدمی حضرت علی ؓ کے پاس آیا۔ آپ ؓ اس وقت مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اس نے کہا کہ آپ ؓ دربان مقرر کر لیجئے کیونکہ مراد کے لوگ آپ ؓ کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے ہیں جو اس کی ان چیزوں سے حفاظت کرتے ہیں جو مقدر نہیں ہیں۔ جب شہ مقدر آتی ہے تو وہ اس شے کے درمیان سے راستہ چھوڑ دیتے ہیں اور موت ایک محفوظ ڈھال ہے۔

(طبقات ابن سعد)

13.1.1 ۔ حضرت علی ؓ کی شہادت کی پیشین گوئی

طبرانی اور ابو نعیم نے جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا! تم خلیفہ بنائے جاؤ گے اور تم مقتول ہو گے اور تمہاری یہ داڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہو گی۔

حاکم ابن عباس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ سے فرمایا! آگاہ رہو تم میرے بعد مصیبت میں مبتلا ہو گے۔ حضرت علی ؓ نے پوچھا کہ میرے دین کی سلامتی رہے گی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ہاں: تمہارے دین کی سلامتی رہے گی۔

حاکم نے ایک طویل حدیث میں حضرت عمار بن یاسر ؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اور حضرت علیؓ غزوۃ ذوالعسیر ہ میں ساتھ ساتھ تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سے بیان کروں کہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت کون دو آدمی تھے۔ ہم نے عرض کیا ہاں یارسول اللہ ﷺ! بیان فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! قبیلہ ثمود کا وہ شخص جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پیر کاٹے اور وہ شخص اے علیؓ جو تمہارے سر پہ مارے گا یہاں تک کہ تمہاری داڑھی تمہارے سر کے خون سے تر ہو جائے گی۔

13.2 ۔ شہادت

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں!

امیر المومنینؓ کو حالات نے بہت رنجیدہ کر دیا تھا۔ ان کی فوج میں بے راہروی تھی۔ اہلِ عراق نے ان کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ ان کے ساتھ تعاون سے کترا رہے تھے۔ دوسری طرف شامیوں کی قوت زور پکڑتی جا رہی تھی۔ اب وہ دائیں بائیں سے حملے کر رہے تھے اور لوٹ مار مچا رہے تھے۔ عراق کے امیر حضرت علی بن ابو طالبؓ اس زمانے میں روئے زمین پر بسنے والے انسانوں میں سب سے اعلیٰ اور افضل انسان تھے۔ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار، سب سے زیادہ دنیا سے بے غرض اور بے رغبت، سب سے زیادہ علم وفضل کے حامل، سب سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے

انسان تھے پھر بھی لوگوں نے ان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا، ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ یہاں تک کہ خود امیر المومنین ؓ اپنی زندگی سے اکتا گئے تھے۔ اور موت کی تمنا کرنے لگے تھے۔ اپنے ریش مبارک اور اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے کہ یہ خون میں رنگ دی جائے گی اور بالآخر ایسا ہی ہوا۔

(البدایہ والنہایہ، ج ۷ ص ۳۲۴)

حضرت علیؓ ابھی شام پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے کہ دوسری طرف خارجی آپ ؓ کو شہید کرنے کی سازشیں کر رہے تھے۔ خوارج کے سر کردہ سرداروں نے آپس میں ملاقات کر کے حضرت علیؓ کے خلاف ایک سازش کی جن میں عبد الرحمٰن بن عمرو عرف ابن ملجم الحمیری ثم الکندی، مرادی برک بن عبداللہ تیمی اور عمرو بن بکرؓ التمیمی شامل تھے۔ خوارج حضرت علیؓ کے سخت دشمن ہو گئے تھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک میٹنگ کی۔ ان سب نے پہلے جنگِ نہروان میں ان کے جو ساتھی مارے گئے تھے ان کے لئے دعائے مغفرت کی اور اس کے بعد یہ عہد کیا کہ ہم اپنی جانیں قربان کر کے بھی ان گمراہوں کے سربراہوں کو قتل کر دیں گے تو ملک کو ان سے نجات مل جائے گی۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جب تک تین اشخاص حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت عمرو بن عاص ؓ دنیا میں موجود ہیں مسلمانوں میں نہ امن قائم ہو سکتا ہے اور نہ اتفاق اور اتحاد پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان تینوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔

تینوں کو قتل کرنے کے لئے تین لوگوں نے ذمہ داری لی۔ یہ طے ہوا کہ عبدالرحمٰن بن ملجم حضرت علیؓ کو قتل کرے گا، مرادی برک بن عبداللہ تیمی حضرت امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن بکر تیمی حضرت عمرو بن عاصؓ کو قتل کرے گا۔ دوسری بات جو طے ہوئی وہ یہ کہ ان تینوں کو ایک ہی وقت یعنی نمازِ فجر میں اور ایک ہی دن ۱۶/رمضان المبارک ۴۰ھ بروز جمعہ قتل کیا جائے گا۔ ان معاملات کے طے ہونے کے بعد محفل برخاست ہوگئی۔ منصوبہ کے مطابق تینوں اشخاص مقررہ وقت پر اپنے ناپاک منصوبہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے اپنی اپنی منزل کوفہ، دمشق اور مصر کی طرف روانہ ہوئے۔

عمرو بن بکر تیمی اپنے منصوبہ کے تحت مقررہ تاریخ اور مقررہ وقت یعنی فجر کی نماز میں مقررہ جگہ یعنی اس مسجد میں پہنچ گیا جہاں حضرت عمرو بن عاصؓ نے نماز کے لئے آنا تھا۔ اتفاق سے حضرت عمرو بن عاصؓ کی اس دن طبیعت ناساز تھی اس لئے وہ مسجد میں نماز پڑھانے نہیں آئے اور ان کی جگہ حضرت خارجہ بن ابی حبیبہؓ نے امامت کی۔ عمرو بن بکر حضرت عمرو بن عاصؓ کو پہچانتا نہیں تھا۔ اس کو بس یہ معلوم تھا کہ حضرت عمرو بن عاصؓ خود نماز کی امامت کراتے ہیں۔ اس لئے نماز کے دوران اس نے امام پر حملہ کر دیا اور ان کو شہید کر دیا۔ دمشق کی جامعہ مسجد میں حضرت امیر معاویہؓ خود نماز کی امامت کرتے تھے۔ اس لئے مرادی برک بن عبداللہ تیمی فجر کی نماز میں مسجد پہنچ گیا۔ جیسے ہی حضرت امیر معاویہؓ نے نماز شروع کی اس نے ان پر حملہ کر

دیا لیکن گھبراہٹ کی وجہ سے صحیح طرح سے وار نہ کرسکا اور حضرت امیر معاویہ ؓ معمولی زخمی ہوئے۔ لوگوں نے فوراً اسے پکڑ لیا اور موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اس کو قید کر دیا تھا اور بعد میں اسے قتل کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زخم کا علاج ہو گیا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کے لئے مسجد میں ایک محفوظ جگہ بنا دی گئی اور اس پر پہرے دار مقرر کر دیا گیا۔

تیسرا قاتل عبدالرحمٰن بن ملجم کوفہ پہنچا اور وہاں دوسرے خوارج سے خفیہ طور پر رابطے کئے۔ وہ کسی طرح سے اپنا منصوبہ ناکام نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے ایک قریبی دوست شبیب بن شجرہ اشجعی سے رابطہ کیا اور اپنے منصوبہ کے بارے میں بتایا اور اس سے مدد چاہی۔ شبیب بن شجرہ اشجعی نے اس کو اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن جب ابن ملجم نے کہا کہ میں نہروان کے مقتولین کے بدلے میں علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو قتل کرنا چاہتا ہوں تو شبیب بن شجرہ اشجعی قائل ہو گیا اور اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کر لیا۔ جنگِ نہروان میں بنوتمیم قبیلہ کے دس افراد مارے گئے تھے۔ ان کے رشتہ دار کوفہ میں رہتے تھے۔ ابن ملجم ان لوگوں سے بھی ملا۔ ان لوگوں میں ایک قطام بنت شجنہ بن عدی بن عامر نامی خوبصورت لڑکی بھی تھی جسے یہ دیکھتے ہی فریفتہ ہو گیا۔ بنوتمیم کے مارے جانے والے لوگوں میں اس کا باپ اور بھائی بھی شامل تھے۔ ابنِ ملجم نے قطام سے شادی کا ارادہ ظاہر کیا اور اس مقصد کے لئے اس نے باقاعدہ شادی کا پیغام بھیجا۔

قطام نے ابن ملجم سے کہا کہ اگر مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو پہلے مہر ادا کرو میں شادی کے لئے تیار ہوں۔ ابن ملجم نے پوچھا کہ مہر کتنا ادا کروں۔ اس نے کہا کہ تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک لونڈی اور حضرت علیؓ کا کٹا ہوا سر میرا مہر ہے۔ ابن ملجم آخری شرط سن کر حیران ہو گیا اور اس بات سے خوش بھی ہوا کہ اسی مقصد کے لئے تو وہ کوفہ آیا ہے۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں پہلی تین شرطیں پوری کرنے سے قاصر ہوں البتہ آخری شرط پوری کر سکتا ہوں۔ اس پر قطام نے کہا کہ اگر تم میری آخری شرط پوری کر دو تو میں پہلی تین شرطوں سے دستبردار ہوتی ہوں۔ یہ بات طے ہونے کے بعد ابن ملجم نے قطام سے وعدہ لیا کہ اس بات کا کسی سے ذکر نہیں کرے گی۔ اس نے وعدہ کیا اور اپنے ایک عزیز وردان کو ابن ملجم کی مدد کے لئے اس کے ساتھ کر دیا۔

مقررہ تاریخ کو حضرت علیؓ اپنے گھر میں آرام فرما رہے تھے۔ ابن نباح مؤذن نے آپؓ کو نماز کے لئے جگایا یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ آپؓ گھر سے نماز کے لئے نکلے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ ابن ملجم، شبیب بن اشجرہ اور وردان اپنے منصوبہ کے لئے رات سے ہی آ کر مسجد میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ جیسے ہی حضرت علیؓ مسجد میں داخل ہوئے، پہلے وردان نے وار کرنے کی کوشش کی لیکن وار خالی گیا۔ ابن ملجم نے تیزی سے آپؓ پر تلوار سے وار کیا جس سے آپؓ کی پیشانی کنپٹی تک کٹ گئی۔ اس وقت ابنِ ملجم نے نعرہ لگایا

" لا حکم الاَّ للّٰہ . لیس لک ولا صحابک یا علی "

(یعنی حکومت صرف اللہ کی ہے۔ علی! تمہاری یا تمہارے ساتھیوں کی نہیں)

حضرت علیؓ شدید زخمی ہو گئے اور اسی زخمی حالت میں حکم دیا کہ اسے پکڑو۔ اس وقت نماز کی ادائیگی کے لئے اور لوگ بھی مسجد میں آ گئے تھے۔ دونوں مسجد سے بھاگے۔ ابن ملجم بھاگنے میں کامیاب نہ ہو سکا اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گیا وہاں لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ شبیب بن اشجرہ کے پیچھے لوگ بھاگے ایک شخص حضرمی نے اسے قابو کر لیا مگر وہ اپنے آپ کو چھڑا کر اس قدر تیزی سے بھاگا کے کسی کے ہاتھ نہیں آیا۔ بھاگتے ہوئے جب وہ اپنے گھر کے قریب پہنچا تو وہاں لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت جعدہ بن ہبیرہ بن ابی وہب کو نماز کے لئے آگے بڑھایا انہوں نے نمازِ فجر پڑھائی۔ حضرت علیؓ کو گھر لایا گیا۔

13.3 ۔ حضرت علیؓ کی وصیت

ابن ملجم کو گرفتار کر کے حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ اگر اس زخم میں میں انتقال کر جاؤں تو اسے قصاص کے طور پر قتل کر دینا اور اگر میں صحت یاب ہو گیا تو میں خود جو مناسب سمجھوں گا کروں گا۔ اس کے ساتھ آپؓ نے بنو عبد مطلب کو وصیت کی کہ میرے قتل کو مسلمانوں کے خون بہانے کا ذریعہ نہ بنانا اور صرف اس شخص کو جو میرا قاتل ہے اسے قصاص میں قتل کر دینا۔ پھر آپؓ اپنے بیٹے حضرت حسنؓ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اگر میں زخم کی تاب نہ لا کر انتقال کر جاؤں تو میرے قاتل کو ایک ہی وار سے قتل کرنا اس کا مثلہ نہ بنانا۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مُثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ، ج ۳ ص ۲۳۸)

تاریخ طبری میں حضرت علیؓ کی وصیت کے الفاظ اس طرح لکھے ہیں:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالبؓ نے کی وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسول (ﷺ) ہیں۔ جنہیں اللہ نے ہدایت اور دینِ حق دے کر مبعوث کیا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں خواہ یہ بات مشرکوں کو

بُری کیوں نہ معلوم ہو۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی اور میری زندگی اور موت سب کچھ اللہ رب العٰلمین کی ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔

اے حسنؓ! میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا پروردگار ہے۔ اور اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ تم حالتِ اسلام میں دنیا سے رخصت ہونا۔ تم سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں متفرق نہ ہو جاؤ کیونکہ میں نے ابو القاسم ﷺ سے سنا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے تعلق رکھنا ان کی اصلاح کرنا نفل نمازوں سے بہتر ہے۔ تم اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا۔ اس سے اللہ تم سے حساب آسان فرمائے گا۔ یتیموں کے معاملات میں اللہ سے ڈرنا، نہ تو ان کو اتنا موقع دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے طلب کریں اور نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ تمہارے نبی ﷺ کی نصیحت ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ پڑوسیوں کے حقوق کی وصیت کرتے تھے۔ حتیٰ کہ ہمیں یہ خوف پیدا ہو گیا کہ کہیں حضور ﷺ پڑوسیوں کو وارث نہ بنا دیں۔ قرآن کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کہیں قرآن کے بارے میں عمل کرنے میں اغیار تم پر سبقت نہ لے جائیں۔ نماز کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ تمہارے دین کا ستون ہے۔ تم اپنے رب کے گھر کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور جب تک زندہ رہو اسے خالی نہ چھوڑو۔ کیونکہ اگر اسے خالی

چھوڑا گیا تو پھر وہاں کوئی نظر نہیں آئے گا۔ اور جہاد کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور اپنی جانوں اور مالوں سے جہاد کرو۔ زکوۃ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ یہ پروردگار کے غصہ کو بجھاتی ہے۔ اپنے نبی ﷺ کی ذمہ داری کے لئے بھی اللہ سے ڈرو تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی ﷺ کے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں وصیت فرمائی ہے۔ فقراء اور مساکین کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو اور انہیں اپنے کھانوں میں شریک کرو۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی اللہ سے ڈرو۔ نماز ادا کرو، دین کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کا خوف مت کرنا اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے گا اور تمہارے خلاف بغاوت کرے گا تو اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہوگا۔ لوگوں سے نیک بات کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازمی پکڑو اور اسے ہرگز ترک مت کرو۔ اور اگر تم ترک کردو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر بُرے لوگوں کو حاکم بنا دیں گے۔ پھر تم دعا کرو گے اس وقت تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ صلہ رحمی کرو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ جنگ میں پشت دکھانے، قطع رحمی اور تفرقہ بازی سے احتراز کرو۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملہ میں ایک دوسرے کی اعانت کرو۔ نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی اعانت مت کرو۔ اللہ سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری اور میرے اہلِ بیت کی حفاظت کرے جیسا کہ تمہارے نبی ﷺ نے کی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں، تم پر سلام اور اللہ کے

رحمتیں بھیجتا ہوں۔

عقبہ بن ابو صہبا سے روایت ہے کہ حضرت امام حسنؓ اپنے والد کو اس طرح زخمی حالت میں دیکھ کر رونے لگے۔ تو حضرت علیؓ نے پوچھا! اے میرے بیٹے! تجھے کس چیز نے رلایا؟ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں کہ لگتا ہے کہ آپؓ دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے دن میں ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ چار باتوں کو یاد کرلو یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گی جب تک تم ان پر عمل کرتے رہو گے۔ اس کے بعد فرمایا! تمام دولت میں سب سے زیادہ بے پرواہ کرنے والی دولت عقل ہے اور سب سے بڑی محتاجی حماقت ہے۔ سب سے زیادہ وحشت کی چیز خود بینی ہے اور سب سے بڑے کرم کی چیز اچھے اخلاق ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا! اپنے آپ کو احمق کی دوستی سے بچانا وہ تیرے ساتھ نفع کا ارادہ کرے گا اور تجھے نقصان پہنچا دے گا۔ اپنے آپ کو جھوٹوں کی دوستی سے بچانا جھوٹا دور کے لوگوں کو تجھ سے قریب کر دے گا اور قریب کے لوگوں کو تجھ سے دور کر دے گا۔ اپنے آپ کو بخیل کی دوستی سے بچانا اس لئے کہ بخیل تجھ سے اس چیز کو دور کر دے گا جس کا تو زیادہ محتاج ہے اور اپنے آپ کو فاسق و فاجر کی صحبت سے بچانا اس لئے کہ وہ تجھے معمولی چیز کے بدلے میں بیچ دے گا۔

(ابن عساکر ۔ کذا فی الکنز)

ایک اور روایت میں ہے کہ جب حضرت علیؓ زخمی حالت میں تھے تو حضرت جندب بن عبداللہؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! کیا آپؓ کے بعد ہم حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں۔ آپؓ

نے فرمایا کہ اس بارے میں میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تم لوگ اس معاملہ کو خود ہی طے کرنا۔ اس کے بعد آپؓ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلا کے نہایت مفید نصیحتیں اور ہدایتیں کیں۔ آپؓ نے فرمایا! میں تمہیں پروردگارِ عالم کا تقویٰ اختیار کرنے اور دنیا میں مبتلا نہ ہونے کی وصیت کرتا ہوں۔ تم کسی شے کے حصول کی ناکامی پر افسوس نہ کرنا۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، مظلوموں کی مدد کرنا۔ ظالم کی مخالفت کرنا اور بے کس کی حمایت کرنا۔ قرآنِ حکیم پر عمل کرنا اور پروردگار کے حکم کی تعمیل میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے بالکل نہ ڈرنا۔ اپنے تیسرے بیٹے محمد بن علی (حنفیہ) کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی۔

اس کے بعد محمد بن علی (حنفیہ) کو مخاطب کر کے فرمایا! میں تمہیں بھی ایسی ہی باتوں کی وصیت کرتا ہوں تم دونوں بھائیوں کی تعظیم اور توقیر کرنا تم پر ان کا حق زیادہ ہے۔ ان کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا۔ (طبری)

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زبانِ مبارک سے آخری الفاظ جو ادا ہوئے وہ سورۃ الزلزال آیت ۷ اور ۸ تھے۔

فَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡراً يَرَهُۥ ۝

وَمَن يَعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرّاً يَرَهُۥ ۝

تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔۷۔

اور جس نے ذرہ بھی بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔۸۔

13.4 ۔ تجہیز و تکفین

ابن ملجم نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا ایسا شدید زخم لگایا تھا کہ اس زہر کا اثر بہت تیزی سے آپ ؓ کے تمام بدن تک پھیل گیا۔ ابن ملجم نے کہا کہ میں نے (حضرت) علی پر ایسا وار کیا ہے کہ اگر وہ پورے شہر پر پڑتا تو سب مر جاتے۔ واللہ! میں نے اپنی تلوار کو ایک مہینہ تک زہر میں بجھا کر رکھا۔ ایک ہزار میں تلوار خریدی اور ایک ہزار اس کو زہر آلود کرنے میں خرچ کئے تھے۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ اسی رات انتقال کر گئے تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ چند دن بعد آپ ؓ کا وصال ہوا۔ مختلف روایات میں ۱۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱ یا ۲۳ رمضان المبارک ۴۰ھ کہا جاتا ہے۔ شہادت کے وقت جمعہ کا دن تھا اور سحر کا وقت تھا۔ شہادت کے وقت آپ ؓ کی عمر مبارک ۶۳ برس تھی۔ بعض روایات میں ۵۷، ۵۸، ۶۴ اور ۶۵ سال بھی بتائی جاتی ہے۔ آپ ؓ کی خلافت کی مدت چار سال نو ماہ ہے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن ؓ، حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ نے آپ کو غسل دیا۔ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا جس میں قمیص نہیں تھی۔ حضرت حسن ؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت علی ؓ کو کوفہ سے سترہ کلومیٹر دور دار الامارہ میں دفن کیا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ کوفہ کی مسجد میں دفن کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کے جسد مبارک کو خارجیوں کے خطرہ کی وجہ سے کے کہیں وہ ان کی قبر کی بے حرمتی نہ کریں وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیا تھا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کا جسدِ مبارک تابوت میں رکھ

کر مدینہ منورہ لے جایا جا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب دفن کیا جائے۔ لیکن راستے میں وہ اونٹ جس پر جسدِ مبارک رکھا ہوا تھا اچانک بھاگ گیا اور پھر اس کا پتہ نہ چل سکا کہ کہاں گیا۔ اسی ضمن میں ایک اور روایت میں لکھا ہے کہ وہ اونٹ بنو طے کی سرزمین میں لوگوں کو مل گیا اور لوگوں نے مل کر تابوت کو وہیں دفن کر دیا۔ غرض آج تک اتنے بڑے اور عظیم الشان شخص کی قبر کا صحیح حال کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کہاں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

13.5 ۔ حضرت امام حسنؓ کا خطبہ

ہبیرہ بن بریم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت حسن بن علیؓ کو دیکھا کہ انہوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کو خطبہ سنایا اور کہا کہ اے لوگو! کل ایک ایسا شخص تم سے جدا ہو گیا کہ نہ اولین اس سے آگے بڑھے اور نہ آخرین اسے پائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو جنگ میں بھیجتے تھے اور انہیں جھنڈا دیتے تھے۔ وہ اس وقت تک واپس نہیں کئے جاتے تھے جب تک کہ اللہ اسے فتح نہیں دے دیتا تھا۔ جبرائیلؑ اس کی داھنی طرف رہتے تھے اور میکائیلؑ اس کی بائیں طرف۔ انہوں نے نہ چاندی چھوڑی نہ سونا، سوائے سات سو درہم کے جو بچ گئے جن سے ان کا ادارہ غلام خرید کر آزاد کرتا تھا۔

عمرو بن الاصم سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ سے کہا جو اس وقت عمرو بن حریث کے مکان میں تھے کہ ابوالحسن (حضرت علیؓ) کے شیعوں میں سے کچھ لوگ

گمان کرتے ہیں کہ علی ؓ دابۃ الارض تھے اور قیامت کے قبل پھر بھیجے جائیں گے۔ تو وہ ہنسے اور کہا کہ سبحان اللہ! اگر ہمیں اس کا علم ہوتا تو نہ ہم ان کی عورتوں کا نکاح کرتے اور نہ باہم ان کی میراث تقسیم کرتے۔ وہ جھوٹے ہیں۔ یہ لوگ ان کے شیعہ نہیں ہیں، یہ لوگ ان کے دشمن ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

ایک اور موقع پر حضرت حسن بن علی ؓ نے فرمایا!

آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت علی ؓ تک خلافت پہنچی تو آپس میں تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں ہو سکتی۔

13.6 ۔ بد بخت ترین قاتل

عبید اللہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے علی ؓ سے فرمایا! اے علی ؓ! اگلوں اور پچھلوں میں بد بخت ترین شخص کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے۔ فرمایا کہ اگلوں کا سب سے بد بخت حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے والا تھا، (جس کا نام قیدار بن سالف تھا) اور پچھلوں میں بد بخت ترین وہ ہوگا جو تمہارے نیزہ مارے گا، اور آپ ﷺ نے اس مقام کی طرف اشارہ کیا۔

ام جعفر سریہ علی ؓ سے مروی ہے کہ میں علی ؓ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی

تھی کہ یکا یک انہوں نے اپنا سر اٹھایا، پھر اپنی ڈاڑھی پکڑ کر اسے ناک تک بلند کیا کہ " تیرے لئے خوشی ہے کہ تو ضرور ضرور خون میں رنگی جائے گی۔ پھر جمعہ کے دن ان پر حملہ کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

13.7 ۔ خلافتِ راشدہ کی دلیل

امام احمدؒ نے نعمان بن بشیر کی سند سے حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جب تک اللہ چاہے گا تم میں نبوت رہے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھا لے گا اس کے بعد خلافت برمنہاجِ نبوت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا خلافت رہے گی۔ پھر اسے بھی اللہ اٹھا لے گا۔ پھر کاٹنے والی بادشاہت ہو گی اور جب تک اللہ چاہے گا یہ بادشاہت رہے گی۔ پھر اسے بھی اللہ اٹھا لے گا۔ پھر جابرانہ سلطنت ہوگی اور جب تک اللہ چاہے گا رہے گی۔ پھر اسے بھی اللہ اٹھا لے گا۔ پھر (آخیر زمانے میں) خلافت برمنہاجِ نبوت ہوگی۔ یہ فرما کر آپ ﷺ نے سکوت کیا۔

13.8 ۔ سیدنا علیؓ اور امیر معاویہ ؓ کا معاملہ

سیدنا علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جو محاذ آرائی اور جنگ واقع ہوئی اس کو اجتہادی اختلاف پر محمول کرنا چاہیے۔ حضرت علیؓ نے دینی و شرعی طور پر اپنے کو خلافت کا مستحق سمجھا تھا جبکہ امیر معاویہؓ اپنی خلافت کو برحق جانتے تھے۔ دونوں نے اپنے اپنے حق میں اجتہاد کیا۔ یہ اور بات ہے کہ سیدنا علی ؓ کا اجتہاد درست ثابت ہوا کہ ان تمام لوگوں میں امتِ اسلامیہ کے سب سے بڑے آدمی اور سب سے افضل وہی تھے۔ ان کے برخلاف امیر معاویہ ؓ اپنے اجتہاد میں درست ثابت نہیں ہوئے کیونکہ حضرت علیؓ کی موجودگی میں وہ خلافت کے ہرگز مستحق نہیں تھے۔ لیکن اس کے باوجود فریقین میں سے کسی نے بھی اپنے مخالف فریق کو کافر نہیں کہا۔ دونوں فریق الگ الگ جماعتوں میں بٹے ہوئے تھے۔ دونوں کے درمیان زبردست معارکہ آرائی بھی ہوئی۔ دونوں فریقوں میں کچھ لوگوں نے ایک دوسرے کو بُرا بھلا بھی کہا۔ ایک دوسرے کے خلاف سب وشتم بھی کیا مگر ان میں سے کسی نے کسی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں قرار دیا۔

اگرچہ ان میں سے بعض لوگ جہالت و نادانی اور تعصب میں مبتلا ہونے کے سبب ایسے امور کے مرتکب ہوئے جن سے ان کا گناہ گار ہونا یقینی ثابت ہوتا ہے۔ پس کسی مومن کو ہرگز یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کسی دوسرے مومن کی طرف کفر کی نسبت کرے اور ان کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھے جو ایک مومن کے حق میں نہیں رکھ ہی نہیں سکتا۔ (مظاہر الحق)

13.8.1 ۔ حضرت امیر معاویہؓ کی نظر میں حضرت علیؓ کا مقام

حضرت معاویہؓ بہت گہری سیاسی بصیرت اور نظر وفکر رکھنے والے صحابی تھے۔ وہ حضرت علیؓ کے اندر خلافت کی تمام شرائط موجود پاتے تھے اور ان کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کا کہنا تھا کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہو کر بھیس بدلے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابوامامہؓ جب فریقین میں مصالحت کروا رہے تھے تو امیر معاویہؓ نے ان سے کہا کہ حضرت علیؓ کو میری طرف سے جا کر بتلا دو کہ

فقو لا لا له فليقد من قتله عثمان ثم انا اول من بايعه من الشام

" آپ کہہ دیں کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو سزا دیں پھر پہلا میں ہوں گا جو اہلِ شام میں سے ان کی بیعت کرے گا۔ حضرت معاویہؓ جب کبھی حضرت علیؓ کا ذکر کرتے تو انہیں عمی (میرے چچازاد بھائی) کہہ کر ذکر کرتے۔ عرب میں یہ لفظ محبت اور پیار کو ظاہر کرتا ہے۔

جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں اختلافات چل رہے تھے تو روم کے بادشاہ نے اسلامی ریاست پر حملہ کی کوشش کی اور اس نے یہ سمجھا کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اس کا ساتھ دیں گے۔ حضرت معاویہؓ نے اسے ایک پیغام بھیجا جس کا آغاز: او رومی کتے! سے ہوتا ہے۔

واللہ لمن لم تنتعه و تجع الی بلاد ک با لعین لا

صطلحن انا و ابن عمی

" بخدا اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے علاقے کو واپس نہ لوٹا تو اے لعین! میں اور میرا چچا زاد بھائی (علیؓ) مل جائیں گے اور میں تجھے تیرے ملک سے نکال دوں گا اور زمین جو وسیع پھیلی ہوئی ہے تجھ پر تنگ کر دوں گا۔

حافظ ابنِ کثیرؒ فرماتے ہیں!

جب حضرت معاویہؓ کو حضرت علیؓ کے قتل ہونے کی خبر ملی تو وہ رونے لگے۔ ان کی بیوی نے ان سے کہا کہ آپؓ اب ان کو روتے ہیں حالانکہ زندگی میں ان سے لڑ چکے ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم وفضل اور فقہ سے محروم ہو گئے ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳۰)

امام احمدؒ فرماتے ہیں! ایک مرتبہ حضرت بسر بن ارطاۃؓ نے حضرت معاویہؓ اور حضرت زید بن عمر بن خطابؓ کی موجودگی میں حضرت علیؓ کو کچھ بُرا بھلا کہا۔ حضرت معاویہؓ نے فوراً ان کی پکڑ کی اور کہا! تم علیؓ کو گالی دیتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دادا ہیں۔

(طبری ،ج ۴ ص ۲۴۸ ۔ الکامل لابن الاثیر، ج ۴ ص ۵)

14.0۔حضرت علیؓ کا حکمرانی اور اصلاحات

14.1۔وزیروں اور مشیروں کے بارے میں فرمان

بدترین وزیر وہ ہے جو شریروں کی طرفداری کرے اور گناہ کے کاموں میں ان کے ساتھ ہو۔ ایسے آدمی کو اپنا وزیر نہ بنانا کیونکہ اس قسم کے لوگ گناہ گاروں کے مددگار اور ظالموں کے ساتھی ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے مدد لیں جو عقل اور تدبر میں اچھے ہوں اور گناہوں سے بچنے والے ہوں۔ نہ کسی ظالم کے ظلم میں مدد کی ہو اور نہ کسی گناہ گار کے گناہ میں اس کا ساتھ دیا ہو۔ یہ لوگ تمہیں کم تکلیف دیں گے اور تمہارے بہتریں مددگار ثابت ہوں گے۔ تم سے پوری ہمدردی رکھیں گے اور گناہوں سے بچتے رہیں گے۔ ایسے ہی لوگوں کو تم صحبتوں اور عام درباروں میں اپنا ساتھی بنانا۔

اس بات کا خیال رکھنا کہ تمہارے خاص لوگوں میں وہی تمہارا بھی خاص ہونا چاہیے جو تم سے کڑوی بات کہہ سکے اور تمہارے غلط کاموں میں رکاوٹ بن سکے۔ سچے اور متقی لوگوں کو اپنا مشیر و وزیر بنانا۔ ایسے لوگوں سے بچنا جو جھوٹی تعریف کرنے والے ہوں کیونکہ جھوٹی تعریف سے انسان کے اندر غرور پیدا ہوتا ہے۔ تمہارے نزدیک نیک اور خطا کار برابر نہ ہوں اس طرح نیک لوگوں کی ہمت پست ہو جائے گی اور خطا کاروں کی ہمتیں بڑھ جائیں گیں۔ منصب اہل لوگوں کے سپرد کرنا عام لوگوں کی ضروریات اور تکالیف کا خیال رکھنا۔ لوگوں کے متعلق حسنِ ظن سے کام لینا۔

حضرت عمرؓ کے دور میں عہدے داروں کی اخلاقی نگرانی کا بہت اہتمام تھا۔ وہ وقتاً فوقتاً اپنے عمّال کو رعایا کے ساتھ عدل، شفقت اور خدمت کے احکام بھیجتے رہتے تھے۔ اور ان کا احتساب بھی کرتے رہتے تھے اور ان کی غلطیوں کی اصلاح فرماتے رہتے تھے۔ حضرت علیؓ بھی اسی طرزِ عمل کی پابندی کرتے تھے۔ منذر بن جارود اصطخر کے حاکم کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ اپنا زیادہ تر وقت سیر و شکار میں صرف کرتے ہیں اور فرائضِ منصبی میں غفلت برتتے ہیں تو ان کو لکھا!

مجھے معلوم ہے کہ تم اپنے فرائض چھوڑ کر سیر و شکار پر نکل جاتے ہو اور کتّوں سے کھیلتے ہو۔ اگر یہ صحیح ہے تو تم کو اس کا بدلہ دوں گا۔ تمہارے گھر کا جاہل بھی تم سے بہتر ہے۔ چنانچہ ان کو طلب کر کے معزول کر دیا۔ (یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۰)

ایک اور عامل کی شکایت موصول ہوئی تو اسے خط لکھا!

مجھے معلوم ہے کہ تم عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے ہو، بخورات اور روغنیات کا زیادہ استعمال کرتے ہو۔ تمہارا دسترخوان طرح طرح کے کھانوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ منبر پر تم صدیقین کا واعظ کرتے ہو اور تنہائی میں معصیت کا شکار ہوتے ہو۔ اگر یہ شکایات صحیح ہیں تو تم نے اپنے نفس کو نقصان پہنچایا اور مجھے تادیب پر مجبور کیا۔ تم بیواؤں اور یتیموں سے حاصل کئے ہوئے مال سے عیش و نعم میں ڈوب کر خدا سے صالحین کے اجر کی توقع کس طرح رکھ سکتے ہو۔ گناہوں سے توبہ کر کے اپنے نفس کی اصلاح کرو اور خدا کا حق ادا کرو۔

(یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۸)

تحریری باز پرس کے علاوہ کمیشن مقرر کر کے عمّال کے طرز عمل کی تحقیق کراتے تھے۔ ایک مرتبہ کعب بن مالک انصاری کو عراق کے حکام کی تحقیقات کے لئے منتخب کیا اور ان کو ہدایت کی کہ چند آدمیوں کے ساتھ عراق جاؤ اور ہر ضلع میں جا کر وہاں کے عمال کی تحقیقات کر و اور ان کے عوام کے ساتھ رویہ پر نظر رکھو۔

(کتاب الخراج ص۹)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جن دنوں بصرہ کے عامل تھے تو وہ بنو تمیم کے ساتھ سختی سے پیش آیا کرتے تھے۔ اس بات کی خبر حضرت علیؓ کو ہوئی تو آپؓ نے ان کو ایک خط میں تحریر فرمایا! تم بصرہ والوں سے اچھا سلوک کر و اور ان کے دلوں سے خوف دور کرو۔ اے ابن عباسؓ! تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ اپنی زبان سے اور ہاتھ سے خیر و شر میں محتاط رہو اور تم سے میرا حسنِ ظن کمزور نہ ہونے پائے۔

14.2 ۔ لشکر کو ہدایات

اپنی فوج کے معاملات پر گہری نظر رکھنا۔ ان لوگوں کو سالار بنانا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی کرتے ہوں اور امیر کی اطاعت کرتے ہوں۔ جن کے حوصلے اور ہوش و حواس مشکل وقت میں قائم رہتے ہوں۔ جلد غصہ میں نہ آتے ہوں کمزوروں پر ترس کھاتے ہوں اور طاقت وروں پر سخت ہوں۔

14.3۔ گورنروں کو ہدایت

عمالِ حکومت کے معاملات پر نظر رکھنا ہوگی۔ اخراجات کی جانچ پڑتال کرنا ہوگی۔ بلا تحقیق یا صلاح مشورے کے بغیر کسی کو عہدہ نہیں دینا کیونکہ ایسا کرنے سے ظلم اور خیانت کا دروازہ کھلتا ہے۔ تجربہ کار، با اخلاق اور با حیا لوگوں کو خدمت کے لئے منتخب کرنا جو اپنی اور دوسرے کی عزت کا خیال رکھتے ہوں۔ جھوٹے اور حریص لوگوں کو عہدے دینے سے بچنا۔ عہدے داروں کو اچھی اجرت دینا تا کہ ان کے دل میں خیانت کا خیال نہ آئے اور حکومت کے مال سے بے نیاز رہیں۔ اور نیک لوگوں کو مخبر بنا کر ان کے اوپر رکھنا تا کہ ان کو اس بات کا احساس رہے کہ ان کی بھی نگرانی ہو رہی ہے۔ کسی کی خیانت ثابت ہو جائے اور خفیہ نگرانی کرنے والے سے تصدیق ہو جائے تو اس کو شرعی سزا دینا۔ خائن کو ذلت کی جگہ کھڑا کرنا اور پوری طرح اسے رسوا کرنا۔ (از کتاب علی بن ابی طالب، ص ۱۷۳)

حضرت علی مرتضیٰ ؓ کا یہ تاریخ ساز خط بلاشبہ حکومت و امارت اور خلافت و سلطنت کے لئے ایک عظیم الشان شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ عہدِ حاضر کے حکمران اگر حضرت علی ؓ کی ان ہدایات کی پاسداری کر لیں تو ان کی حکومت صحیح معنی میں اسلامی فلاحی اور عوامی حکومتیں بن سکتی ہیں۔

سنہرے حروف

صبر کا مرتبہ ایمان کے مقا بلہ میں ایسا
ہے جیسا سر کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں،
تو جب سر جا ئے گا تو
جسم بھی جا تا رہے گا
اسی طرح جب صبر جائے گا
تو ایمان بھی جا تا رہے گا

(سیدنا علی المرتضیٰؓ)

14.4 ۔ مالیاتی شعبہ میں نمایاں خدمات

حضرت علیؓ نے خراج کی وصولی کی ضمن میں نہایت نرمی اختیار کی ہوئی تھی۔ آپؓ کے دورِ خلافت میں ظلم وزیادتی کرنے کی سختی سے ممانعت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ کسی عامل کو خراج کی وصولی پر تعینات فرمایا تو اس کو یہ نصیحت کی کہ کسی شخص کی مال گزاری کے وصول کرنے میں کوڑا نہ مارنا، ان کی روزی، ان کی سردی اور گرمی کے کپڑے اور باربرداری کے جانور نہ لینا اور کسی کو کھڑا کر کے نہ رکھنا۔ اس پر عامل نے کہا کہ اے امیر المومنین! پھر تو آپؓ یہ فرمایئے کہ میں خالی ہاتھ واپس آجاؤں۔ ارشاد فرمایا! یہ بھی سہی، ہمیں صرف یہ حکم دیا ہے کہ فالتو مال سے مال گزاری وصول کریں۔ (اسد الغابہ)

آپؓ خراج کی وصولی کے سلسلہ میں رعایا کی پریشانیوں اور مجبوریوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپؓ کے عہد خلافت میں معذور اور نادار اشخاص کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں کی جاتی تھی۔ (کتاب الخراج)

اس شعبہ میں بعض ایسی اصلاحات کی گئیں جن سے ریاست کی آمدنی میں اضافہ ہوا۔ آپؓ کے دور سے پہلے جنگلات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاتا تھا۔ آپؓ نے ان کو قابلِ محصول قرار دے دیا۔ اس سے سالانہ چار ہزار کی آمدنی ہونے لگی۔

بعض چیزوں سے محصول اٹھالیا گیا۔ عہدِ رسالت میں گھوڑے زکوۃ سے مستثنیٰ تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب ان کی باقاعدہ تجارت ہونے لگی تو

حضرت عمرؓ نے اس پر بھی زکوۃ مقرر کر دی تھی۔ حضرت علیؓ نے اسے منسوخ کر دیا۔ (کتاب الخراج ص۲۹)

حضرت علیؓ بیت المال کی حفاظت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ درحقیقت وہ مسلمانوں کی امانتوں کی حفاظت کرتے تھے۔ بیت المال میں آیا ہوا مال جلد از جلد حقدار تک پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ بیت المال کے دروازے پر تالا لگواتے تھے اس پر کوئی دربان مقرر نہیں تھا۔

14.4.1 ۔ خراج کی آمدنی کا حساب

خراج کی آمدنی کی وصولی اور اخراجات پر کڑی نظر رکھتے تھے۔ ان کے مقررہ وقت پر بھیجنے کے سختی سے احکامات بھیجتے تھے۔ ایک مرتبہ یزید بن قیس ارجئ نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی تو اس کو لکھا! تم نے خراج بھیجنے میں تاخیر کی، اس تاخیر کا سبب مجھے معلوم نہیں لیکن میں تم کو خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور تمہیں اس سے ڈراتا ہوں کہ ایسا کام مت کرو کہ جس سے تمہارا اجر برباد ہو جائے۔ تمہارا جہاد برباد ہو جائے۔ خدا سے ڈرو اور اپنے نفس کو حرام مال سے پاک رکھو اور مجھ کو اس بات کا موقع نہ دو کہ تم سے معاخذہ کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ مسلمانوں کی عزت کرو لیکن اہلِ معاہدہ سے زیادتی نہیں کرو۔ خدا نے تم کو جو کچھ دیا ہے اس کو حصولِ آخرت کا ذریعہ بناؤ اور دنیا کا حصہ بھی فراموش نہ کرو۔

(یعقوبی ج۲ص۲۳۸)

ایک اور عامل نعمان بن عجلان کو جو بحرین کا خراج لے کر کہیں چلے گئے تھے، حضرت علیؓ نے ان کو لکھا!

جس نے امانت میں خیانت کی۔ اپنے نفس اور دین کو نہ بچایا۔ اس نے دنیا میں بھی اپنے کو نقصان پہنچایا اور آخرت میں جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ اس سے زیادہ تلخ، اس سے زیادہ بدبختی ہے۔ اس سے زیادہ دیرپا ہے۔ اللہ کا خوف کرو تم صالح خاندان سے ہو۔ اس لئے خوش گمانی کا موقع دو۔ مجھ کو جو خبر ملی ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس سے توبہ کرو اور مجھے اپنی رائے بدلنے پر مجبور نہ کرو۔ خراج ادا کردو۔

(یعقوبی ج ۲ ص ۲)

14.4.2۔ بنی ہاشم میں خمس کی ادائیگی حضرت علیؓ کے ذمہ

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت عباسؓ، فاطمہؓ، زید بن حارثہؓ) کی موجودگی میں نبی کریم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر آپ ﷺ اپنی زندگی میں میرے سپرد فرما دیں تو بہتر ہوگا تاکہ آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص ہمارے معاملہ میں نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اس کام کا متولی بنا دیا۔ نبوی دور میں اس خمس کے حصہ کو بنو ہاشم میں میں تقسیم کرتا تھا۔ پھر ابوبکرؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنا دیا تو میں دورِ صدیقی میں بھی اس کو بنو ہاشم میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمر بن خطابؓ نے اس

خمس کی تقسیم کا والی بنادیا تو دورِ فاروقیؓ میں بھی میں نے اس کو بنی ہاشم میں تقسیم کیا۔ حتیٰ کے جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے تو عمر بن خطابؓ کے پاس بہت سا مالِ غنیمت آیا تو انہوں نے ہم لوگوں کا حقِ خمس الگ کر کے میری طرف آدمی بھیجا اور فرمایا کہ آپؓ اس مال کو لے کر پہلے کی طرح تقسیم کر دیں۔ اس وقت میں نے جواب میں کہا کہ اے امیر المومنینؓ! ہم لوگ یعنی بنی ہاشم اب مالی طور پر بہت بہتر ہیں اور دوسرے مسلمان زیادہ ضرورت مند ہیں۔ تب وہ مال حضرت عمر بن خطابؓ نے محتاج مسلمانوں کے لئے بیت المال میں جمع کرادیا۔

(ابوداؤد کتاب الخراج باب بیان مواضع قسم الخمس جلددوم ص۶۱)

(مسند امام احمد ج ۱ ص۸۴۔۸۵ مسندات علی بن ابی طالبؓ)

امام محمد باقرؒ مسئلہ خمس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! حضرت علی المرتضیٰؓ نے خمس کے بارے میں ابوبکر الصدیقؓ اور عمر بن الخطابؓ کا راستہ اختیار کیا۔ (یعنی اپنا کوئی الگ دستور نہیں بنایا)

(" المصنف " عبدالرزاق جلد۵ ص۲۳۷ باب ذکر الخمس)

14.4.3 ۔ مالِ فئے کی تقسیم

مالِ فئے وہ مال ہے جو کفار سے جنگ وقتال کئے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ لگے پھر اس مال کے حصے کئے جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حصہ، رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کا حصہ، یتیموں کا حصہ، مساکین کا حصہ، وغیرہ

جیسا کہ اٹھائیسویں پارہ میں سورۃ الحشر میں مذکور ہے۔

وَمَا أَفَاء اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَى مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (6) مَّا أَفَاء اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاء مِنكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (7) لِلْفُقَرَاء الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُوْلَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (8) وَالَّذِينَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ(9)

(سورۃ الحشر:9-6)

اور جو (مال) اللہ نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے (بغیر لڑائی بھڑائی کے) دلوایا ہے اس میں تمہارا کچھ حق نہیں کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جن پر چاہتا ہے مسلط کر دیتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر

ہے۔۶۔جو مال اللہ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ اللہ کے اور پیغمبر کے اور (پیغمبر کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجتمندوں کے اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ ۷۔ (اور) ان مفلسانِ تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔ ۸۔ اور (ان لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور) خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود ضرورت ہی ہو اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔۹

مالِ فئے جو آلِ رسول اللہ ﷺ کا حق تھا وہ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا۔ ہاشمی حضرات اس مال کو آپس میں تقسیم کرتے تھے۔

(صحیح بخاری، السنن الکبریٰ بیہقی، وفاء الوفاء النور الدین السمہودی)

14.4.4 ۔ امانت و دیانت

آپؓ امت کے امین تھے۔ آپؓ مسلمانوں کی امانت بیت المال کی حفاظت کرتے تھے۔ آپؓ ہر طرح کی تکالیف اٹھاتے تھے لیکن اپنے لئے بیت المال سے ایک دانہ بھی لینا حرام سمجھتے تھے۔

14.5 ۔ ملکی نظم و نسق

حضرت علیؓ اپنی مملکت کا نظام حضرت عمرؓ کی طرح چلانا چاہتے تھے۔ اور ان کے طرز حکومت میں کسی قسم کا تغیر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ایک دفعہ نجران کے یہودیوں نے آپؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں حجاز سے جلاوطن کر دیا تھا ہمیں دوبارہ اپنے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت علیؓ نے ان کو سختی سے منع کر دیا اور فرمایا کہ حضرت عمرؓ سے زیادہ کون صحیح رائے ہوسکتا ہے۔

(کتاب الخراج قاضی ابو یوسف و مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الغزوات)

14.6 ۔ عدل و مساوات

حضرت علیؓ کی خدمت میں جب بھی کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو آپؓ نہایت دوراندیشی اور معاملہ فہمی سے کام لے کر عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق شریعت کی روشنی میں فیصلہ دیا کرتے تھے۔ جس سے آپؓ کی قابلیت ، ذہانت اور خدا داد صلاحیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپؓ کی اس قابلیت کا ذکر کرتے

ہوئے حضرت عمرؓ فرماتے تھے " اقضانا علی و اقرانا ابی " یعنی ہم میں مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے سب سے بہتر علیؓ ہیں اور سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔ (مسند ابن حنبل و حاکم)

حضرت علیؓ کی عدالت میں بلا امتیاز مذہب، قوم ،خاندان، امیر اور غریب سب برابر تھے۔ اگر آپؓ خود کسی مقدمہ میں فریق ہوتے تو قاضی کے سامنے حاضر ہوتے۔ اگر ثبوت نہ ہوتا تو آپؓ کے خلاف بھی فیصلہ ہوتا اور آپؓ اس فیصلہ کو تسلیم کرتے۔ ایک مرتبہ آپؓ کی زرہ گر گئی اور ایک نصرانی کو مل گئی۔ حضرت علیؓ نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا اور قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ نصرانی کا دعویٰ تھا کہ وہ اس کی زرہ ہے۔ قاضی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپؓ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔ آپؓ نے فرمایا! ہاں۔ میرا بیٹا حسنؓ اور میرا غلام قنبر میرے گواہ ہیں کہ میں اس زرہ کا مالک ہوں۔ قاضی شریح نے نے کہا کہ بیٹے اور اپنے غلام کو گواہی کے لئے کسی مقدمہ میں پیش کرنا صحیح نہیں۔ قاضی شریح نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اس فیصلہ کا اس پر اتنا اثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا اور کہا کہ یہ تو انبیاء کا جیسا انصاف ہے۔ امیر المومنینؓ مجھے اپنے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور قاضی امیر المومنینؓ کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔

(ابن اثیر ض۳ص۱۶۰)

حضرت علیؓ بازاروں کی نگرانی بھی کرتے تھے۔ قیمتیں اور ناپ تول کی خود دیکھ بھال کرتے تھے۔ درّہ لے کے بازار نکل جاتے اور بیچنے والوں کو حسنِ معاملات اور ناپ تول میں ایمانداری کی ہدایت کرتے۔(ابن سعد ج۳ ص۱۸)

ایک مرتبہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین۔ اتنے میں ایک اور آدمی آ گیا۔ دونوں نے اسے اپنے ساتھ کھانے پر بٹھالیا۔ جب وہ تیسرا آدمی کھانا کھا کر جانے لگا تو اس نے آٹھ درہم دونوں کو دے کر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا اس کے بدلہ میں سمجھو اور آپس میں بانٹ لو۔ اس کے جانے کے بعد دونوں میں تقسیم میں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ روٹیوں والے نے دوسرے سے کہا کہ میں پانچ درہم لیتا ہوں اور تم تین درہم لے لو کیونکہ تمہاری تین روٹیاں تھیں۔ تین روٹیوں والے نے کہا کہ میں برابر کی تقسیم چاہتا ہوں یعنی چار درہم تمہارے اور چار درہم میرے۔ یہ جھگڑا اتنا بڑھا کہ یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس فیصلہ کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؓ نے دونوں کا بیان سن کر تین روٹیوں والے سے کہا! تیری روٹیاں کم تھیں، تین درہم تجھے مل رہے ہیں یہ بہتر ہیں تو راضی ہو جا۔ اس نے کہا کہ جب تک مجھے میرا حق نہیں ملے گا میں کیسے راضی ہو جاؤں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر تیرے حصہ میں ایک درہم آئے گا اور تیرے ساتھی کے حصہ میں سات درہم آئیں گے۔ یہ سن کر اس کو بہت تعجب ہوا، اس نے کہا کہ آپؓ بھی عجیب قسم کا انصاف کر رہے ہیں۔ ذرا مجھے سمجھا دیجئے کہ میرے حصہ میں ایک اور میرے ساتھی کے حصہ میں سات درہم کس طرح سے آتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! سنو کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم تین آدمی تھے۔ کیونکہ یہ برابر تقسیم نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے ہر روٹی کے تین حصے قرار دو اور کل چوبیس ٹکڑے سمجھو۔ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ، لہٰذا یہ فرض کرنا پڑے گا کہ تینوں نے برابر کھایا۔ ہر ایک نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے۔ تمہاری

تین روٹیوں کے نوٹکڑے بنتے ہیں۔ آٹھ ٹکڑے تم نے کھائے اور ایک ٹکڑا اس شخص نے کھایا اور تمہارے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑے بنے جس میں سے آٹھ اس نے کھائے اور سات اس شخص نے کھائے۔ کیونکہ تمہارا ایک ٹکڑا اور تمہارے ساتھی کے سات ٹکڑے اس شخص نے کھائے تو اس حساب سے تم ایک درہم اور تمہارا ساتھی سات درہم کا حقدار ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اب میں اس فیصلہ سے راضی ہوں۔ (تاریخ الاسلام۔ مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

14.6.1 ۔ تین درہم کا کپڑا

ایک دن حضرت علی ؓ بازار سے اپنے لئے کپڑا خریدنا چاہتے تھے۔ جب ایک کپڑے کی دکان پر پہنچے تو کپڑا بیچنے والے سے کہا کہ تین درہم کا کپڑا دیکھاؤ۔ دکان دار نے امیر المومنین حضرت علی ؓ کو پہچان لیا تو حضرت علی ؓ کو اپنے اکرام کا اندیشہ ہوا کیونکہ وہ امیر وحکمران تھے۔ اس لئے اس سے کپڑا نہیں خریدا اور دوسرے دکاندار کے پاس چلے گئے۔ اس نے بھی آپ ؓ کو پہچان لیا تو آپ ؓ نے اس سے بھی کپڑا نہیں خریدا۔ اس طرح ہوتے ہوتے ایک دکان پر پہنچے وہاں ایک چھوٹا لڑکا دکان دار تھا آپ ؓ نے اس سے تین درہم کا کرتا خرید لیا۔ جب اس کو پہنا تو وہ آپ ؓ کے ٹخنوں تک تھا۔ جب اس لڑکے کا باپ دکان پر آیا تو کسی نے کہا کہ تیرے بیٹے نے تین درہم میں امیر المومنین ؓ کو کرتہ فروخت کیا ہے۔ امیر المومنین سے دو درہم لے لیتا۔ دکاندار نے ایک درہم لیا اور حضرت علی ؓ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا۔

یا امیر المومنین ! اپنا یہ ایک درہم لے لیجئے۔ حضرت علیؓ نے حیرت سے کہا کہ یہ میرا درہم تو نہیں ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ! آپؓ نے جو کرتہ خریدا ہے اس کی قیمت دو درہم تھی لیکن میرے بیٹے نے غلطی سے آپؓ سے تین درہم لے لئے۔ حضرت علیؓ مسکرائے اور کہا۔ آپؓ کے بیٹے نے یہ کرتہ میری رضامندی سے مجھے بیچا ہے اور میں نے بھی اس کی رضامندی سے کپڑا خریدا ہے۔ یہ سن کر وہ شخص اپنا درہم واپس لے کر اپنی دکان پر لوٹ گیا۔ (کنز العمال ۵/۵۷)

14.7۔ ذمیوں کے حقوق

ذمیوں کے حقوق کا خاص خیال رکھتے۔ عمال کو ان کے ساتھ نرمی اور حسنِ سلوک کی ہدایت کرتے۔ ذمیوں کو ایک عامل عمرو بن مسلمہؓ کی سخت مزاجی کی شکایت تھی تو حضرت علیؓ نے ان کو لکھا!

مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقے کے ذمی دہقانوں نے تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں۔ تم کو سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا چاہئے۔ لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے اور نرمی نقصان کی حد تک۔ ان پر جو مطالبہ ہوا سے وصول کرو۔ لیکن ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو۔

(یعقوبی ج ۲ ص ۲۳۹)

ایک مرتبہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، یہ معاملہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپؓ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرما دیا۔ لیکن مقتول کے

بھائی آئے اور کہا کہ ہم نے معاف کر دیا آپ ؓ بھی اسے معاف کر دیجئے۔ اس پر آپ ؓ نے دریافت فرمایا کہ تم کو کوئی دھمکی دے کر معاف کرنے پر مجبور تو نہیں کیا گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اپنی مرضی سے اپنے بھائی کا خون معاف کیا ہے۔

(نصب الرایہ)

ذمیوں کی ایک نہر مٹی کی وجہ سے بند ہو گئی تھی۔ آپ ؓ نے وہاں کے عامل قرظہ بن کعب انصاری کو لکھا!

تمہارے علاقے کے ذمیوں نے درخواست دی ہے کہ ان کی ایک نہر مٹی کی سطح بلند ہونے کی وجہ سے بند ہو گئی ہے۔ جس کا بنانا مسلمانوں کا فرض ہے۔ تم اسے دیکھ کر درست کرا کر آباد کرو۔ میری عمر کی قسم! مجھے ان کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے بنسبت اس کے کہ وہ ملک سے نکل جائیں۔ یا عاجز اور بے یار و مددگار ہو جائیں، یا ملک کی بھلائی کے لئے حصہ لینے کے قابل نہ رہیں۔ اہل عجم کے ساتھ اس درجہ بہترین سلوک تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اس عربی نے نوشیروان کی یاد تازہ کر دی ہے۔

(یعقوبی ج ۲ ص ۲۴۰)

14.8 ۔ فوجی انتظامات

حضرت علیؓ خود ایک بڑے تجربہ کار سپاہ سالار تھے اور جنگی امور میں آپ ؓ کی بصیرت قابلِ تقلید تھی۔ شام کی سرحد پر آپ ؓ نے کثرت سے فوجی چوکیاں قائم کیں تھیں۔ اسی طرح ایران میں مسلسل شورشیں اور بغاوت کے باعث بیت المال، عورتوں اور بچوں کی حفاظت کے لئے نہایت مستحکم قلعے بنوائے۔ اصطخر کا قلعہ حصن زیاد اسی سلسلہ میں تھا۔ جنگی تعمیرات کے سلسلہ میں دریائے فرات کا پُل بھی معرکہ صفین میں فوجی ضروریات کے خیال سے تعمیر کیا تھا۔ (کتاب الخراج ص ۵۰)

14.9 ۔ مذہبی خدمات

حضرت علی ؓ نے مملکت میں سازشوں اور شورشوں کے باوجود مذہبی فرائض سے کبھی غفلت نہیں برتی۔ دین کی اشاعت، تبلیغ اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کی طرف بھی بھرپور توجہ تھی۔ یمن میں اسلام کی روشنی ان ہی کی کوششوں سے پھیلی۔ جب سورۃ برأۃ نازل ہوئی تو اس کی تبلیغ واشاعت کی خدمت بھی انہی کے سپرد ہوئی۔ ایران اور آرمینیا میں نومسلم عیسائی مرتد ہو گئے تھے، حضرت علی ؓ نے نہایت سختی کے ساتھ ان کی سرکوبی کی اور ان میں سے اکثر تائب ہو کر پھر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ خارجی فتنہ کو حتی الوسع ختم کرنے کی کوشش کی۔ ان سبائیوں کو جو شدتِ غلو میں حضرت علی ؓ کو خدا کہنے لگے تھے سزا دینا بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت تھی۔

14.10۔ تعزیرات

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی مقرر کر دیا تو حضرت علیؓ نے عرض کیا! یارسول اللہ ﷺ! وہاں پر نئے نئے مقدمات پیش ہوں گے اور مجھے فیصلے کرنے کا تجربہ اور علم نہیں ہے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ کے سینہ اقدس پر اپنا دستِ اطہر رکھ کر فرمایا! اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو حق اور تمہارے دل کو ہدایت و استقامت عطا فرمائے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مقدمات کے فیصلے کے سلسلہ میں مجھے کبھی تذبذب نہیں ہوا۔ (مسند ابن حنبل و حاکم)

حضرت علیؓ نے مسلمانوں کی اخلاقی نگرانی کا بھی نہایت سختی سے انتظام کیا ہوا تھا۔ مجرموں کو عبرت ناک سزائیں دی جاتیں۔ جرم کی نوعیت کے حساب سے نئ سزائیں تجویز کی گئیں، جو اس سے پہلے اسلام میں رائج نہیں تھیں۔ مثلاً زندہ جلانا ، مکان مسمار کرا دینا، چوری کے علاوہ دوسرے جرم میں بھی ہاتھ کاٹنا وغیرہ۔ لیکن اس سے قیاس نہیں کرنا چاہئے کہ حضرت علیؓ حدود کے اجراء میں کسی اصول کے پابند نہیں تھے۔ زندہ جلا دینے کی سزا صرف چند زندیقوں کو دی گئی مگر جب حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے آپؓ کو بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس سزا کی ممانعت فرمائی ہے تو آپؓ نے اس فعل پر ندامت ظاہر کی۔ شراب نوشی میں کوڑوں کی تعداد متعین نہیں تھی، حضرت علیؓ نے اس کے لئے اسّی کوڑے تجویز کئے۔

کوڑے مارنے والے کو ہدایت تھی کہ چہرہ اور شرمگاہ کے علاوہ تمام جسم پر کوڑے مار سکتا ہے۔ عورتوں کے لئے حکم تھا کہ ان کو بٹھا کر سزا دیں اور کپڑوں سے تمام جسم اچھی طرح چھپا دیں کہ کوئی عضوء عریاں نہ ہونے پائے۔ اسی طرح رجم کی صورت میں ناف تک زمین میں گاڑ دینا چاہئے۔

اقرارِ جرم کی حالت میں صرف ایک دفعہ اقرار کافی نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اس نے چوری کی ہے۔ حضرت علیؓ نے غضب آلود نگاہ ڈال کر اس کو واپس کر دیا۔ لیکن جب اس نے پھر دوبارہ حاضر ہو کر اقرارِ جرم کیا تو فرمایا کہ اب تم نے اپنا جرم آپ ثابت کر دیا اور اس وقت اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔

تنہا جرم کا ارادہ اور اس کے لئے اقدام بغیر جرم کئے ہوئے مجرم بنانے کے لئے کافی نہیں ہے۔ چنانچہ ایک شخص نے چوری کی نیت سے ایک مکان میں نقب لگائی اور چوری کرنے سے پہلے پکڑا گیا۔ حضرت علیؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؓ نے اس پر کسی قسم کی حد جاری نہیں کی۔ دس درہم سے کم چوری پر ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ تھا۔ اسی طرح سے اگر مجرم نشہ کی حالت میں ہو تو نشہ اترنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔

جو عورتیں ناجائز حمل سے حاملہ ہو جاتی تھیں، ان پر حد جاری کرنے کے لئے وضع حمل کا انتظار کیا جاتا تھا۔ تاکہ بچہ کی جان کو نقصان نہ پہنچے جس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔

عام قیدیوں کو بیت المال سے کھانا دیا جاتا تھا۔ لیکن جو لوگ محض اپنے فسق و فجور کے باعث نظر بند کئے جاتے اور مالدار ہوتے تھے تو خود ان کے مال سے

ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا تھا ، ورنہ بیت المال سے مقرر کیا جاتا تھا۔

حضرت علی ؓ نے جو بعض سزائیں تجویز کیں وہ دراصل تعزیری سزائیں تھیں۔ حضرت عمر ؓ نے بھی اس قسم کی سزائیں جاری کیں تھیں۔ چنانچہ ان کے عہد میں ایک شخص نے شراب پی لی تو اسی کوڑے کے بجائے سو کوڑے لگوائے کیونکہ اس نے شراب نوشی رمضان المبارک میں کی تھی۔

(ترمذی حدود مرتد، کتان الخراج ص ۹۷، ۱۰۰، ۱۰۳، ۱۰۴)

(سنن ابی داؤد کتاب الحدود)

14.10.1۔حضرت علی ؓ کے پاس سے جھوٹے واہوں کا فرار

ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے ایک شخص کو چوری کے الزام میں پکڑ کر آپ ؓ کی خدمت میں پیش کیا اور ساتھ ہی دو گواہ بھی پیش کر دئے۔ حضرت علی ؓ نے گفتگو سن کر تفتیش فرمائی اور فرمایا کہ میں جھوٹے گواہوں کو سخت ترین سزا دوں گا۔ جب کبھی میرے پاس جھوٹے گواہ آئے ہیں میں نے ان کو سخت سزائیں دی ہیں۔ جھوٹے گواہوں نے جب آپ ؓ کی یہ باتیں سنی تو گھبرا گئے۔ اس دوران حضرت علی ؓ کسی دوسرے کام میں مصروف ہو گئے پھر جب آپ ؓ نے ان دونوں گواہوں کو گواہی کے لئے طلب کیا تو معلوم ہوا کہ دونوں تو موقع پا کر کھسک گئے۔ چنانچہ آپ ؓ نے اس ملزم کی بے گناہی کو دیکھتے ہوئے اس کو بری کر دیا۔

(تاریخ الخلفاء)

14.11 ۔ نئے شہر آباد کرنا

لوگوں کی سہولت کا خیال کرتے ہوئے آپؓ نئے شہر آباد کرنے میں مدد کیا کرتے تھے۔ اس غرض سے حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں آذربائیجان کے گورنر حضرت شعث بن قیسؓ نے اردبیل شہر آباد کیا۔ بہت سے عربوں کو وہاں بسایا اور ایک خوبصورت مسجد بھی تعمیر کی۔ (فتوح البلدان)

15.0 ۔سیدنا علی المرتضیٰؓ کے فضائل اور مناقب

سیدنا علیؓ کے مناقب اور فضائل بے شمار ہیں۔ آپؓ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ جتنی زیادہ حدیثیں آپؓ کی تعریف وتوصیف اور فضیلت میں آئی ہیں اتنی کسی صحابی کے حق میں نہیں آئیں۔ بہت سے ایسے خصوصی فضائل ہیں جو صرف آپؓ ہی کے حصہ میں آئے ہیں۔ اس کے باوجود بے شمار جھوٹی باتیں آپؓ سے منصوب کی گئیں اور ان کو بھی حدیثوں کا نام دیا گیا۔ ان جھوٹی روایات جن کو حدیثوں کے نام سے مشہور کیا گیا اس کا سب سے بڑا ذخیرہ " وصایا " کے نام سے جمع کیا گیا اور اس میں ہر روایت یا علی کے لفظ سے شروع ہوتی ہے۔ ان میں صرف ایک روایت صحیح ہے وہ ہے۔ " **یا علی انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ** "

حضرت علیؓ کے مناقب میں جو صحیح حدیثیں منقول ہوئی ہیں ان کے بارے میں امام احمدؒ اور امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ ان کی تعداد ان احادیث سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرے صحابہ کے حق میں آئی ہیں اور علامہ سیوطیؒ نے اس کا سبب یہ بتایا ہے کہ حضرت علیؓ کے خلافت کے دور میں شورشیں بہت ہوئیں اور مسلمانوں میں آپس میں جنگیں ہوئیں۔ان میں آپؓ کے شدید مخالف بھی تھے اور محبت میں غلو کرنے والے بھی تھے دونوں نے چن چن کر اپنے مطلب کی روایات جمع کیں اس سے قطع نظر کہ وہ واقعی حدیثیں ہیں بھی یا نہیں۔ اس وجہ سے حضرت علیؓ سے متعلق احادیث کا زخیرہ بہت بڑھ گیا ورنہ جہاں تک خلفاءِ ثلاثہؓ کے مناقب کا تعلق ہے تو وہ حقیقت میں حضرت علیؓ کے مناقب سے بھی زیادہ ہیں۔

15.1 ۔ علیؓ اور ہارون علیہ السلام

عَنْ سَعْدِ بِنْ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّآ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ . (متفق علیہ)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا! (دنیا و آخرت میں قرابت اور مرتبہ میں اور دینی مددگار ہونے کے اعتبار سے) تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ (علیہ السلام) کے لئے ہارون (علیہ السلام) تھے بس فرق یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(بخاری اور مسلم)

رسول اللہ ﷺ جب اپنی زندگی کا آخری غزوۃ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو حضرت علیؓ کو اپنے اہل وعیال کی خبر گیری اور حفاظت کے لئے مدینہ منورہ میں چھوڑ دیا تھا۔ اس پر منافقین نے حضرت علیؓ کو طعنہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ تمہیں بے قدر جان کر مدینہ میں چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے جب منافقوں کا یہ طعنہ سنا تو انہیں بہت شرمندگی اور غیرت محسوس ہوئی۔ آپؓ فوراً ہتھیار باندھ کر نکل پڑے اور مدینہ کے قریب تقریباً تین میل شمال کی جانب ایک مقام " جرف " پہنچ گئے جہاں رسول اللہ ﷺ کے لشکر کا پڑاؤ تھا۔ انہوں نے حضورِ اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ منافقین میرے بارے میں ایسی ایسی باتیں کر رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں۔ میں نے تو تمہیں مدینہ میں خلیفہ بنایا اور اپنے اہل وعیال کی

ذمہ داری سونپی اور اس وقت آپ ﷺ نے یہ فرمایا! علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تمہارا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون (علیہ السلام) کا موسیٰ (علیہ السلام) سے تھا کہ جب موسیٰ (علیہ السلام) کوہ طور پر گئے تو اپنی قوم میں ہارون (علیہ السلام) کو اپنا خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے تھے۔ فرق یہ ہے کہ وہ نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو۔

15.2 ۔ علی ؓ سے محبت ایمان کی علامت ہے

وَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ قَالَ قَالَ عَلِّی ’’ وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَأَ النَّسَمَةَ اِنَّه‘ لَعَهِدَ النَّبِیُّ الْاُ مِّیُّ ﷺ اِلَیَّ اَنْ لَّا یُحِبُّنِیْ اِلَّا مُؤْ مِن‘‘ وَّ لَا یُبْغِضَنِیْ اِلَّا مُنَافِق‘‘ ۔ (رواۃ مسلم)

اور حضرت زر بن حبیش (تابعی) کہتے ہیں کہ سیدنا علی ؓ فرماتے ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا (یعنی اگایا) اور ذی روح کو پیدا کیا درحقیقت نبی امی ﷺ نے مجھ کو یقین دلایا تھا کہ جو (کامل) مومن ہوگا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو منافق ہوگا وہ مجھ سے عداوت کرے گا۔

(مسلم شریف)

حضور نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کے مراتب اور ان کی شان کے بارے میں جاننا بہت ضروری ہے۔ وہ لوگ جو انجانے میں حضور نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت کی شان میں گستاخی کرتے ہیں وہ جان لیں کہ اللہ عزوجل اور حضور نبی کریم

ﷺ کے نزدیک ان کے اہلِ بیت کی کیا شان ہے۔ اہلِ بیت کون ہیں اس کی وضاحت متعدد قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے اہلِ بیت وہ ہیں جن پر صدقہ کا مال حرام ہے۔ ان حضرات میں امہات المومنینؓ کے علاوہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ، حضرت سیدنا عقیلؓ، حضرت سیدنا جعفرؓ، حضرت سیدنا عباسؓ اور ان کی اولادیں شامل ہیں۔

صحیح محبت وہی ہے جو شرعی تقاضوں کے مطابق ہو، اس میں افراط اور تفریق نہ کی گئی ہو۔ جس طرح وہ لوگ جو حضرت علیؓ کے حقیقی مقام اور مرتبہ کو گھٹاتے ہیں جیسے خارجی لوگ وہ حبِ علیؓ سے محرومی کی وجہ سے اس حدیث کی روشنی میں مومن کا مصداق نہیں بن سکتے۔ اسی طرح سے وہ لوگ بھی جو حضرت علیؓ کی محبت میں غیر شرعی اور غیر حقیقی غلو کرتے ہیں اور اس غلو سے مغلوب ہو کر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے بغض اور عداوت رکھتے ہیں وہ بھی مومن کا مصداق نہیں ہو سکتے۔ بہر حال حضرت علیؓ سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور ان سے بغض و عداوت رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

ایک اور حدیثِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من احبنی و احب ھذین و اباھما و امّھما کان معی فی درجتی یوم القیامۃ

جس شخص نے مجھ سے اور ان دونوں (حسنؓ اور حسینؓ) سے اور ان دونوں کے باپ سے اور ان دونوں کی ماں سے محبت رکھی وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔ (رواۃ احمد و ترمذی)

آنحضرت ﷺ، حضرت علیؓ اور اہلِ بیتِ نبوی سے محبت کا عین تقاضہ یہ ہے کہ ان تمام صحابہ کرامؓ سے محبت رکھی جائے جن سے ان حضرات کا محبت کا تعلق ہے۔ جس طرح حضرت علیؓ سے نفرت اور بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے اسی طرح سے کسی بھی صحابی سے بغض اور نفرت رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

ابن عساکرؒ نے حضرت جابرؓ سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔

حب ابی بکر و عمر من الایمان و بغضهما کفر و حب الانصار من الایمان و بغضهم کفر و حب العرب من الایمان و بغضهم کفرو من سبّ اصحابی فعلیه لعنة اللّٰه و من حفظنی فیهم انا احفظه یوم القیامة .

حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی محبت جزو ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے۔ انصار کی محبت جزو ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے۔ اہلِ عرب کی محبت جزو ایمان ہے اور ان سے بغض کفر ہے۔ اور جس شخص نے میرے صحابہؓ کو بُرا بھلا کہا اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور جس شخص نے صحابہؓ کو (دوسروں کے بُرا بھلا) کہنے سے بچایا اس کو قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور سختیوں سے میں بچاؤں گا۔

15.3 ۔ غزوہ خیبر کے دن کا اعزاز

وَ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ یَوْمَ خَیْبَرَ لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلاً یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَ یْهِ یُحِبُّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَه' وَ یُحِبُّهُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُه' فَلَمَّآ اَصْبَحَ النَّاسُ غَدَوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ کُلُّھُمْ یَرْجُوْنَ اَنْ یُّعْطَاھَا فَقَالَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالُوْ ا ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ(ﷺ) یَشْتَکِیْ عَیْنَیْهِ قَالَ فَاَرْسِلُوْا اِلَیْهِ فَاُتِیَ بِهٖ فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ عَیْنَیْهِ فَبَرَاَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ وَ جع'' فَاَعْطَاهُ الرَّایَةَ فَقَالَ عَلِیّ'' یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (ﷺ) اُقَاتِلُھُمْ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مِثْلَنَا قَالَ اُنْفُذْ عَلٰی رَاسِکَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِھِمْ ثُمَّ ادْعُھُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ وَ اَخْبِرْ ھُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْھِمْ مِنْ حَقِّ اللّٰهِ فِیْهِ فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یَھْدِیَ اللّٰهُ بِکَ رَجُلاً وَّاحِدًا خَیْر'' لَّکَ مِنْ اَنْ تَکُوْن لَکَ حُمُرُ النِّعَمِ . (متفق علیه) .

وَ ذُکِرَ حَدِیْثُ الْبَرَآءِ قَالَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ . فِیْ بَابِ بُلُوْغِ الصَّغِیْرِ ..

اور حضرت سہل بن سعدؓ ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خیبر کے دن فرمایا! کل میں یہ جھنڈا ایک ایسے شخص کو عطا کروں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اللہ کے رسول (ﷺ) کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول (ﷺ) اس کو دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ

تمام صحابہ کرامؓ نے اس انتظار اور شوق میں پوری رات جاگ کر گزار دی کہ دیکھتے ہیں کہ کل صبح یہ اعزاز کس کو حاصل ہوتا ہے۔ اور جب صبح ہوئی تو ہر شخص اس آرزو کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسی کو ملے گا۔ آں حضرت ﷺ نے تمام صحابہؓ پر نظر ڈال کر فرمایا! علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں۔ دراصل حضرت علیؓ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے اس وجہ سے اس وقت وہاں حاضر نہ تھے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اور اس عذر کی وجہ سے وہ یہاں موجود نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کو بھیج کر ان کو یہاں بلوا لو۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو بلوایا گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں میں ڈالا اور وہ آنکھیں ایک دم سے اس طرح اچھی ہوگئیں جیسے ان میں کوئی تکلیف اور خرابی تھی ہی نہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علیؓ خوش ہو کر بولے۔ یا رسول اللہ ﷺ میں ان لوگوں سے اس وقت تک لڑتا رہوں گا جب تک وہ ہماری طرح (یعنی مسلمان) نہ ہو جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! جاؤ اور نرمی اور بردباری کے ساتھ چل کر دشمنوں کے علاقے میں پہنچو۔ پھر سب سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور ان کو اللہ کے وہ حقوق بتاؤ جو اسلام میں ان پر عائد ہوتے ہیں۔ (اور پھر اگر وہ اسلام کی دعوت کو قبول نہ کریں) تو ان سے جزیہ طلب کرو۔ اگر وہ جزیہ پر صلح کرنے سے انکار کر دیں تو آخر میں ان کے خلاف اعلانِ جنگ کرو اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں یا جزیہ دے کر اسلامی نظام کی سیاسی اطاعت قبول کرنے پر تیار نہ ہو جائیں۔

اے علیؓ! خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت دے دے وہ تمہیں ملنے والے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

(بخاری و مسلم)

خیبر ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے ساٹھ میل دور ملک شام کی طرف واقع ہے۔ یہ غزوۃ ۷ھ میں پیش آیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی جو راہ نمائی فرمائی تھی کہ کفار کو اپنے اسلام کی دعوت دیں تو اسی تاکید کے لئے آپ ﷺ نے آگے کے جملے قسم کھا کر ارشاد فرمائے۔ اس پر تاکید راہ نمائی کی وجہ یہ احساس تھا کہ جنگ وقتال کی صورت میں مالِ غنیمت ملے گا لیکن کفار کو نرمی و بردباری کے ساتھ اسلام کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ دعوت کامیاب ہوتی ہے اور مخالفینِ اسلام کی بڑی تعداد جنگ وجدال کے بغیر مسلمان ہو جاتی ہے۔ یہی اسلام کا اصل مقصد ہے۔

علامہ ابن ہمام نے بڑی پیاری بات کی ہے کہ ایک مومن کا پیدا کرنا ہزار کفار کو ختم کرنے سے بہتر ہے۔

15.4۔حضور ﷺ کا حضرت علیؓ سے قربت اور محبت کا اظہار

چند احادیث مبارکہ

1. عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا مَنِیُ وَ اَنَا مِنْهُ وَ هُوَ وَلِیُّ كُلُّ مُؤْمِنٍ . (رواۃ الترمذی)

حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں اور وہ (حضرت علیؓ) تمام اہلِ ایمان کے دوست ومددگار ہیں۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا حضرت علیؓ سے نسل ونسب میں اخلاق وعادات میں قریبی تعلق اور یگانیت کا اظہار فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيمُونَ الصَّلاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ O

(سورۃ المائدہ۔۵۵)

تمہارے دوست تو اللہ اور اس کے پیغمبر اور مومن لوگ ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں۔۵۵

2 . وَ عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ . (رواۃ احمد و ترمذی)

اور زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! میں جس کا دوست ہوں علیؓ بھی اس کے دوست ہیں۔

3. وَ عَنْ حُبْشِیِّ بْنِ جُنَادَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَلَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٍّ ۔

(رواۃ الترمذیؒ واحمدؒ عن ابی جنادۃ)

اور حضرت حبشی بن جنادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علیؓ مجھ سے ہیں اور میں (ﷺ) علیؓ سے ہوں۔ میری طرف سے نبد عہد (وعدہ نبھانے کی ذمہ داری) اور کوئی ادا نہ کرے سوائے میرے اور علیؓ کے۔

کسی معاہدے کو اس طرح توڑنا کہ فریق ثانی کو پہلے سے مطلع کر دیا ہو "نبدِ عہد" کہلاتا ہے۔ دراصل اہلِ عرب میں یہ اصول رائج تھا کہ جب دو فریقوں کے درمیان کسی صلح یا معاہدے کی تجدید ہوتی یا معاہدہ توڑنا ہوتا تو اس سلسلہ کی ضروری کاروائی اور بات چیت کی ذمہ داری ہر فریق میں سے صرف وہ شخص انجام دیتا تھا جو اپنی قوم یا جماعت کا سردار اور سربراہ ہوتا۔ یا پھر اس کی عدم موجودگی میں اس کا جانشین صرف وہ شخص ہوسکتا تھا جو اس سربراہ کا قریب ترین عزیز رشتہ دار ہو۔ اس

حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد ۹ ھ کے حج کے موقع پر بعض اہم دینی اور ذاتی مصروفیات کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ حج کے لئے تشریف نہ لے جا سکے تو آپ ﷺ نے اپنی جگہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر مکہ روانہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی روانگی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پھر حضرت علیؓ کو مکہ روانہ کیا اور ان کو اپنی طرف سے یہ ذمہ داری سپرد کی کہ وہ حج کے موقع پر اس صلح نامہ اور معاہدے کی منسوخی کا اعلان کر دیں جو تین سال پہلے ٦ ھ میں حدیبیہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان ہوا تھا۔ سورۃ برأہ (سورۃ توبہ) مشرکوں کو پڑھ کر سنائیں جس میں اس بات سے متعلق آیات نازل ہوئی ہیں۔ اور یہ اعلان کر دیں کہ مشرک نجس و ناپاک ہیں۔ اس کے بعد کوئی مشرک مسجدِ حرام کے پاس نہ آئے۔ اس سلسلہ میں جو بھی دوسرے احکامات اور فرامین نازل ہوئے ہیں ان سے سب کو آگاہ کر دیں۔ اسی موقع پر آنحضرت ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث ارشاد فرمائی جس کا مقصد حضرت علیؓ کی عزت افزائی بھی تھا اور حقیقت میں یہ ذمہ داری حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سپرد نہ کئے جانے کی وجہ بیان کرنا بھی تھا کہ امیر حج ہونے کی حیثیت سے اس حج کے سفر میں دربارِ رسالت کے نمائندہ اول تو حضرت ابو بکرؓ ہیں لیکن عرب میں رائج اصول کی مجبوری کے تحت معاہدہ توڑنے کے اعلان کی ذمہ داری حضرت علیؓ کے سپرد کی گئی۔ اسی لئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے اسی وقت وضاحت کر لی تھی جب وہ پیچھے سے آ کے ان کے قافلہ میں شامل ہوئے تھے۔

بقول ابن اسحٰق کے حضرت ابو بکرؓ روانہ ہوئے تو ان کے بعد سورۃ برأۃ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں جس میں مشرکین سے کئے گئے معاہدوں پر برابری کی بنیاد

پر ختم کرنے کا حکم آیا تھا۔ اس حکم کے آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً حضرت علیؓ کو روانہ کیا تاکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کا اعلان کریں۔ ایسا اس لئے کرنا پڑا کیونکہ خون و مال کے عہد و پیمان کے سلسلہ میں عرب کا یہ دستور تھا کہ آدمی یا تو خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے۔ خاندان کے باہر سے کسی آدمی کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔

ابنِ سعد کے مطابق جب حضرت ابوبکرؓ مقام العرج پہنچے تو حضرت علیؓ جو رسول اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار تھے وہاں پہنچے، حضرت علیؓ نے بتایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ برأۃ (سورۃ التوبہ) پڑھ کر سنانے کے لئے بھیجا ہے اور جن لوگوں کے ساتھ جو عہد ہے ان کا عہد واپس کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پوچھا، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنا کر بھیجا ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا! امیر آپؓ ہی رہیں گے میں صرف سورۃ برأۃ کا اعلان کروں گا۔

4. وَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اٰخٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ فَجَاءَ عَلِیٌّ تَدْ مَعُ عَیْنَاہُ فَقَالَ اٰخَیْتَ بَیْنَ اَصْحَابِکَ وَ لَمْ تُوَا خِ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اَحَدٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّ نْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ .

(رواۃ الترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب)

حضرت ابنِ عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علیؓ اس حال میں آپ ﷺ کے پاس آئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری تھے اورعرض کیا کہ آپ ﷺ نے اپنے اورصحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن کسی سے میرا بھائی چارہ قائم نہیں کیا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

(اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے)

رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلے جس چیز کی طرف خصوصی توجہ دی وہ مدینہ کے لوگ یعنی انصار اور مکہ سے آنے والے لوگ یعنی مہاجرین کے درمیان برادرانہ بنیادوں پر مستحکم اور مخلصانہ تعلق قائم کرانا تھا۔ چنانچہ مدینہ پہنچنے کے بعد فوری اور ہنگامی حالات سے نپٹنے کے بعد سب سے پہلے جو معاشرتی قدم اٹھایا وہ انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات تھا۔ آپ ﷺ نے ایک دن تمام انصار ومہاجرین کو جمع کر کے اخوتِ اسلام کا بے مثال فلسفہ پیش کیا اور انفرادی سطح پر ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔

5. وَعَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہُ ﷺ جَیْشًا فِیْھِمْ عَلِیٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَ ھُوَرَافِعٌ یَّدَیْہِ

یَقُوْلُ اللّٰھُمَّ لا تُمُتنِیُ حَتّٰی تُرِ یَنِیُ عَلِیًّا . (رواۃ الترمذی)

حضرت ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے کسی جنگی مہم پر ایک لشکر روانہ کیا تو اس میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ ام عطیہ کا بیان ہے کہ اس موقع پر جب آپ ﷺ لشکر کو رخصت کر رہے تھے (یا لشکر کی واپسی کا دن قریب تھا) میں نے رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگتے ہوئے سنا۔

یا الٰہی! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک کہ تو علیؓ کو (عافیت اور سلامتی کے ساتھ واپس لا کر) مجھ کو نہ دکھا دے۔

اس حدیث سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے کس درجہ محبت اور تعلق تھا۔

6. عن علیؓ قال کنت اذأ سالت رسول اللّٰہ ﷺ اعطانی و اذا سکتُّ ابتدأنی o (رواۃ الترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں جب رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگتا تو مجھے دیتے تھے اور جب میں چپ ہو جاتا تھا تو آپ ﷺ خود کلام کی ابتداء فرماتے تھے۔

7. وَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ طَیْر'' فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ائْتِنِیُ بِاَحَبِّ خَلْقِکَ اِلَیْکَ یَاْ کُلُ مَعِیُ ھٰذَا الطَّیْرَ فَجَاءَ ہٗ عَلِیّ'' فَاَ کَلَ مَعَہٗ (رواۃ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب)

اور حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں ایک دن نبی کریم ﷺ کے سامنے (بھنا یا پکا ہوا) پرندہ رکھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دعا مانگی اے اللہ! تیری مخلوق میں جو زیادہ تجھ کو محبوب ہو اس کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے۔ پس حضرت علی ؓ آئے اور انہوں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ کھایا۔ (اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے)

15.5 ۔ غدیرِخم کا واقعہ

وَعَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَ زَيْدِ بْنَ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِ يْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ اَوْلٰی بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَّفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ" مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِيَهٗ عُمَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ هَنِيْئًا يَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَ اَمْسَيْتَ مَوْلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مُؤْمِنَةٍ ۔ (رواہ احمدؒ)

حضرت براء بن عازب اور حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب غدیرِخم میں پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو جمع

کیا جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ اونٹوں کے پالانوں کا منبر بنا کر اس پر کھڑے ہوئے اور پھر حضرت علی ؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ (اے میرے اصحاب!) یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ اہلِ ایمان کے نزدیک میں ان کی جان سے بھی زیادہ عزیز ومحبوب ہوں۔ صحابہ ؓ نے عرض کیا! جی ہاں۔ تب آپ ﷺ نے فرمایا! ﴿من کنت مولاہ فعلی" مولاہ﴾

اے اللہ ! جس شخص کا میں دوست ہوں علی ؓ اس کا دوست ہے۔ الٰہی! تو اس شخص کو دوست رکھ جو علی ؓ کو دوست رکھے اور تو اس شخص کو اپنا دشمن قرار دے جو علی ؓ کو اپنا دشمن قرار دے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت عمر ؓ جب حضرت علی ؓ سے ملے تو ان سے بولے کہ اے ابن ابی طالب! مبارک ہو تم تو صبح کے وقت بھی اور شام کے وقت بھی (یعنی ہر آن ہر لمحہ) ہر مسلمان مرد وعورت کے دوست اور محبوب ہو۔

(مسند احمدؒ)

غدیر خم۔ ایک مقام کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جحفہ کے قریب واقع ہے۔ مکہ سے جحفہ کا فاصلہ تقریباً ۵۰، ۶۰ میل ہے اور جحفہ سے غدیر خم تین چار میل کے فاصلے پر ہے۔ ۱۰ھ میں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے سفر سے واپسی میں یہاں قیام کیا تھا۔ اور اس وقت صحابہ کی ایک بہت بڑی تعداد آپ ﷺ کے ہمراہ تھی جن کو آپ ﷺ نے جمع کر کے حضرت علی ؓ کے حق میں مذکورہ بالا الفاظ ادا فرمائے۔

ان الفاظ کے ذریعہ آپ ﷺ نے اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ ایک ایک مومن جو مجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے تو اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ میں اہلِ ایمان کو ان ہی باتوں کا حکم دیتا ہوں جو ان کی دینی یا دنیاوی بھلائی و بہتری اور فلاح و بہبود کی ضامن ہیں۔ جب کہ ان کا اپنا نفس بشری تقاضوں کی وجہ سے ان کو بُرائیوں اور گناہ کے کاموں کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ یہ انسان کی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ جس ذات کو ہر آن اپنا خیر خواہ پاتا ہے تو اس کو اپنے سے محبوب اور عزیز رکھتا ہے۔ ایک دوسری روایت میں اس حدیث کے الفاظ کچھ مختلف ہیں وہ درج ذیل ہے۔

اللّٰھم احب من حبه وا بغض من ابغضه وانصر من نصره وا خذل من خذله و ادر الحق معه حیث دار ☆

15.5.1 ۔ لفظ مولا کے معنی

مولا کا لفظ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی رب، مالک، آقا، مددگار، دوست، تابع، پیروی کرنے والا، پڑوسی، چچا زاد بھائی، حلیف، داماد، آزاد کردہ غلام، اور احسان مند وغیرہ۔ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اگر کسی کلام میں کوئی ایسا لفظ لایا گیا ہو جو مختلف معنی رکھتا ہو اور ان میں سے کچھ معنی ایک دوسرے سے مترادف اور مشترک بھی رکھتے ہوں تو ان میں سے کسی خاص معنی کو متعین کرنا اور مراد لینا اس صورت میں معتبر ہوگا جبکہ اس کی کوئی دلیل اور واضح طریقہ موجود ہو۔ اگر وہ لفظ متنازعہ بن گیا ہو تو کوئی مخصوص معنی متعین کرنا صحیح نہیں۔

النہایہ لابن اثیر الجزری جو لغتِ حدیث میں مشہور تصنیف ہے۔ اس میں " مولا " کے سولہ معنی لکھے ہیں لیکن خلیفہ بلا فصل اور حاکم والا معنی کہیں نہیں ہے۔ یعنی حدیث میں یہ معنی کہیں بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح " المنجد " میں ''مولا'' کے اکیس معانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں بھی مولا کے معنی خلیفہ بلا فصل اور حاکم کے کہیں نہیں پائے جاتے۔ اسی طرح قرآنِ کریم اور احادیثِ صحیحہ میں مولیٰ کا لفظ خلیفہ یا حاکم کے معنی میں کہیں نہیں استعمال ہوا۔ جبکہ دیگر معنوں میں استعمال ملتا ہے۔ خلیفہ بلا فصل کے دعوے کے لئے جو دلیل پیش کی گئی ہے وہ یہی لفظ مولیٰ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا اصل مقصد لوگوں کو اس بات سے متنبہ کرنا تھا کہ کوئی بھی شخص حضرت علیؓ سے بغض و عناد نہ رکھے۔ اس تنبیہ کے اظہار کے لئے ضروری

تھا کہ لوگوں کو جمع کیا جائے اور پھر حضرت علیؓ کی عظمت اور بزرگی ثابت کرنے کے لئے ان الفاظ میں ان کی تعریف کی جائے۔ اسی لئے آپ ﷺ نے پہلے یوں فرمایا! **الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین** اور پھر بعد میں جو دعا فرمائی وہ بھی انہی الفاظ کی مناسبت سے رکھی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ کچھ صحابہؓ حضرت علیؓ کے ساتھ خاص مشن پر یمن گئے تھے۔ جب یہ صحابہ اور حضرت علیؓ حجۃ الوداع کے موقع پر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج میں شریک ہوئے۔ ان میں سے بعض صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علیؓ کی کچھ شکایات کیں جو اہلِ یمن کی بعض غلط فہمیوں کی وجہ سے پیدا ہوئیں۔ ان میں بعض اصحاب نے حضرت علیؓ کی حکم عدولی بھی کی تھی جن میں ایک صحابی بریدہ اسلمیؓ بھی تھے۔

صحیح بخاری کی روایت جس کو ذہبیؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے کہا کہ جب آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کی شان میں ان صحابہ کے شکایتی الفاظ سنے تو (غصہ کی وجہ سے) آپ ﷺ کا چہرۂ مبارک سرخ ہوگیا اور فرمایا:

اے بریدہؓ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اہلِ ایمان کے نزدیک میں ان کی جانوں سے زیادہ عزیز و محبوب ہوں اور پھر وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو اوپر حدیث میں ہیں۔ بات چونکہ بہت اہم تھی اس لئے حضور ﷺ نے تمام صحابہ کرامؓ کو جمع کیا اور تاکید کے طور پر یہ حدیث بیان فرمائی۔

واقعہ غدیر خم کے دن تقریباً سوا لاکھ مومنین کا جمِ غفیر اس موقع پر موجود تھا۔

اور اس اجتماع میں صحابہ کرام کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان تمام لوگوں کی مادری زبان بھی عربی تھی۔ اس جماعت میں بڑے بڑے فصیح، ادیب، الفاظ و معنی کے ماہر موجود تھے۔ ایسے لوگ موجود تھے جو ایمان و عمل، صداقت و امانت میں اور شہادتِ کلام اللہ اور قولِ رسول اللہ ﷺ کے امین تھے۔ اور خاص بات یہ کہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کی بات سنی تھی۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ جس وقت جو لفظ بولا جاتا ہے اس کا کیا مفہوم ہے۔ اگر لفظ مولا کا مطلب حضرت علیؓ کا خلیفہ بلا فصل ہوتا تو صرف ڈھائی ماہ بعد ہی سوا لاکھ اہلِ ایمان اور رسولِ اقدس ﷺ کے پہلے صحبت یافتہ لوگ سب کے سب کیسے رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے منحرف ہو سکتے ہیں۔ پوری کی پوری جماعت متفقہ طور پر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیتی ہے۔

حضرت امام حسنؓ کے صاحبزادے حضرت حسن مثنیٰؒ کے سامنے ان کے ایک عقیدت مند نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے متعلق یہ نہیں فرمایا تھا!

من کنت مولاہ فعلی" مولاہ

جس کا میں مولیٰ علی اس کے مولیٰ ہیں

تو اس کے جواب میں حضرت حسن مثنیٰؒ نے فرمایا!

اما واللّٰہ لو یعنی بذالک الامرۃ و السلطٰن لا فصح لھم بذالک کما افصح لھم بالصلوۃ و الذکوۃ و صیام رمضان

و حج البیت ویقال لھم ایھا الناس ھذا ولیکم من بعدی فان افصح الناس کان للناس رسول اللّٰہ ﷺ

یعنی اگر اس جملہ سے نبی اقدس ﷺ کی مراد " امارۃ اور سلطنت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نماز، زکوۃ، رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ کی طرح واضح طور پر اس کا فرمان جاری کرتے اور فرما دیتے کہ اے لوگو! علیؓ میرے بعد تمہارے حاکم ہیں۔ کیونکہ نبی اقدس ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ فصیح (اور افصح الناس) تھے۔

(طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۲۳۵)

ایک دفعہ کچھ لوگ رحبہ کے مقام پر حضرت علیؓ کے پاس آئے اور یوں سلام کیا: اے ہمارے مولیٰ! السلام علیک۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بھلا میں تمہارا مولیٰ کیسے ہوسکتا ہوں جبکہ تم عرب قوم ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے غدیر خم میں رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا تھا:

" جس کا میں مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں "

جب یہ لوگ چلے گئے تو ایک آدمی جو حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے پوچھا کہ یہ لوگ جو آئے تھے کون لوگ تھے۔ بتایا گیا کہ یہ انصار کی قوم ہے جن میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی تھے۔

(فضائل الصحابہؓ ۵۷۲/۲)

15.5.2 ۔ صدیقِ اکبرؓ کی سبقت

ایک آدمی امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالبؓ کے پاس آیا۔ اس نے اپنی ظاہری ہیئت وشکل پرہیز گاروں والی بنا رکھی تھی جیسے اللہ اور رسول ﷺ کا بڑا محبّ ہے۔ امیر المومنین ؓ سے عرض کرنے لگا۔ (خباثت اور شرارت اس کی آنکھوں سے نظر آرہی تھی) اے امیر المومنینؓ! اس کی کیا وجہ ہے کہ مہاجرین اور انصار ابوبکرؓ کو فوقیت دیتے ہیں جبکہ آپؓ مقام اور مرتبہ میں ان سے افضل ہیں۔ آپؓ اسلام لانے میں بھی ان سے مقدم ہیں۔ آپؓ کو اتنی سبقتیں حاصل ہیں۔ حضرت علیؓ بھانپ گئے کہ اس شخص کا اس خبیث گفتگو سے کیا مقصد ہے۔ چنانچہ آپؓ نے فرمایا کہ تم مجھے قرشی لگتے ہو، شاید قبیلہ عائذہ کے۔ اس آدمی نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تیرا ناس ہو۔ اگر ایک مومن اللہ تعالیٰ کی پناہ لینے والا نہ ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔ یاد رکھو! ابوبکرؓ مجھ سے چار امور میں سبقت لے گئے۔ ایک تو وہ امامت میں مجھ پر سبقت لے گئے، دوسرے ہجرت، تیسرے غارِ ثور، اور چوتھے سلام کو رواج دینے میں مجھ سے آگے بڑھ گئے۔ تیرا ناس ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سب لوگوں کی مذمت فرمائی لیکن ابوبکرؓ کی مدح فرمائی۔

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ

لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلَى

وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌO

اگر تم پیغمبر کی مدد نہ کرو گے تو اللہ اُن کا مددگار ہے (وہ وقت تمہیں یاد ہوگا)

جب اُن کو کافروں نے گھروں سے نکال دیا (اس وقت) دو

(ہی شخص تھے جن) میں (ایک ابوبکر تھے) دوسرے (خود رسول اللہ)

جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے اس وقت پیغمبر اپنے رفیق کو تسلی

دیتے تھے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے، تو اللہ نے اُن پر

تسکین نازل فرمائی اور اُن کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تمہیں نظر

نہیں آتے تھے اور کافروں کی بات کو پست کر دیا اور بات تو اللہ ہی

کی بلند ہے اور اللہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

(سورۃ التوبہ۔40)

(منتخب الکنز ۴/۴۴۷)

15.6۔ حضرت علیؓ علم وحکمت کا دروازہ ہیں

وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَ عَلِيّ'' بَابُهَا .

(رواه الترمذی و قال هذا حديث غريب و قال راوی بعضهم هذاالحديث عن شريک و لم يذكروا فيه عن الصنا بحی و لا نعرف هذا الحديث عن احد من الثقات غير شريک)

اورحضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں۔ (اس روایت کوترمذیؒ نے نقل کیا اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ بعض راویوں نے اس حدیث کو شریکؒ تابعی سے نقل کیا ہے لیکن ان کی اس حدیث کی اسناد میں صنا بحیؒ کا ذکر نہیں ہے جیسا کہ ان کی اور روایتوں کا سلسلہ اسناد میں اس نام کا ذکر آتا ہے۔ نیز اس روایت کوثقات میں سے شریکؒ کے علاوہ اورکسی سے نہیں سنا۔)

سیدنا علی المرتضیٰؓ کی حکمت، فصاحت اور بلاغت کی تاریخ میں مثالیں موجود ہیں۔ آپؓ کے قول اقوالِ زرّین بن گئے۔ تمام باتوں کوایک جگہ تحریر کرنا ایک بہت مشکل کام ہے۔ ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

نامور ادیب و نقاد الاستاذ احمد حسن الزّیات اپنی کتاب '' تاریخ الادب العربی '' میں لکھتے ہیں!

رسول اللہ ﷺ کے بعد گزشتہ زمانوں میں یا بعد کی آنے والی نسلوں میں کوئی بھی حضرت علیؓ سے زیادہ فصیح البیان ہمیں نظر نہیں آیا۔ خطابت میں بھی ایسا کوئی شخص نظر نہیں آیا جو ایسا زبان آور اور قادرِ کلام ہو۔ وہ حکیم تھے حکمت کے چشمے ان سے پھوٹتے تھے۔ وہ خطیب تھے بلاغت کے دریا ان کی زبان سے رواں تھے۔ وہ واعظ تھے قلب و نگاہ پر چھا جانے والے۔ رواں اور شاداب قلم جن کے دلائل بڑے قوی اور گہرے ہوتے تھے۔ کلام اور بیان میں اس درجہ قدرت تھی کہ جس بات کو چاہتے اور جس طرح چاہتے ادا کرتے تھے۔ اس پر سب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ آپؓ مسلمانوں کے سب سے بڑے خطیب اور انشا پردازوں کے امام تھے۔

حضرت علیؓ کی زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے جملے اپنی حکمت، فصاحت اور بلاغت کی وجہ سے اقوالِ زرّین بن گئے۔ آپؓ کے چند اقوال نمونے کے طور پر شہرۂ آفاق مجموعہ خطبات اور مکاتیب "نہج البلاغہ" سے تحریر کئے جاتے ہیں۔

۱۔ قیمة کل امرئ ما یحسنه

ہر انسان کی قیمت اس کام سے لگائی جاتی ہے جس کو وہ دوسروں کے مقابلہ میں بہتر طریقہ سے انجام دیتا ہے۔ انسان کی قیمت اس کے خاص ہنر سے لگائی جاتی ہے۔

۲۔ کلّموا الناس علی قدر عقولهم ، أتحبّون أن یکذّب اللّٰه و رسوله

لوگوں میں ان کی ذہنی سطح اور فہم کے مطابق بات کرو، کیا تمہیں پسند ہے کہ کوئی اپنی فہم اور ادراک سے بالا ہونے کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ

کو جھٹلائے۔

۳۔ **لمذ رصولة الكريم اِ ذا جا ع ، وصولة اللئيم اِذا شبع**

ایک شریف آدمی اس وقت بے قابو ہوتا ہے جب بھوکا ہو اور پست فطرت انسان اس وقت بے قابو اور جامہ سے باہر ہوتا ہے جب پیٹ بھرا ہوا ہو، اس کو کسی کی ضرورت نہ ہو۔

۴۔ **أجموا هذ ه القلوب و التمسو الها طرف الحكمة فا نها تملّ كما تملّ الأ بدان**

اُن دلوں کو بھی آرام دوان کے لئے حکمت آمیز لطیفے تلاش کرو، کیونکہ جسم کی طرح دل بھی تھکتے ہیں اور اکتا جایا کرتے ہیں۔

۵۔ **النفس مؤثرة للهوى ، اٰخذ ة بالهوينى ، جا محة ''الى اللهو ، أمّارة'' بالسوُّء ، مستوطنة للفجور ، طالبة للرّاحة ، نافرة عن العمل ، فاِن اكرهتها أنضيتها و اِن أهملتها أرديتها**

نفس خواہشات کو ترجیح دیتا ہے، سہل اور سست راہ اختیار کرتا ہے، تفریحات کی طرف لپکتا ہے، بُرائیوں پر ابھارتا ہے، بدی اس کے اندر چھپی رہتی ہے، راحت پسند ہے، کام چور ہے، اگر اس کو مجبور کرو گے تو کمزور ہو جائے گا۔ اور اگر چھوڑ دو گے تو ہلاک ہو جائے گا۔

۶۔ **ألا لايرجونّ أحدكم اِلاّ ربّه ، ولا يخافنّ اِلاذنبه ، ولايستحى أحد كم اِ ذا لم يعلم أن يتعلّم ،**

واِذاسُئل عمّا لایعلم أ ن یقول لا أعلم

خبردار ہوشیار! اللہ کے سوا قطعاً تم میں سے کوئی کسی سے امید نہ قائم کرے ، اپنے گناہوں کے سوا کسی بات سے نہ ڈرے، اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو سیکھنے میں شرم محسوس نہ کرے، اور اس سے ایسی کوئی بات دریافت کی جائے جس کو وہ نہ جانتا ہو تو کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں۔

۷۔ **الفقر یُخرس الفَطنِ عن حجته ، والمقلُّ غریب فی بلد ته**

غربت ذہانت کو کند کر دیتی ہے، ایک غریب آدمی اپنے وطن میں بھی رہ کر بھی پردیسی ہوتا ہے۔

۸۔ **العجز آفة ، والصبر شجاعة ، والذ ھد ثروة ، والورع جُنّة**

ناکارگی آفت ہے، صبر بہادری ہے، زُہد خزانہ ہے، خوفِ خدا ڈھال ہے۔

۹۔ **الآ داب حُلَل مجدّ دة ، والفکر مرآة صافیة**

اخلاق و آداب ایسے جوڑے ہیں جو بار بار نئے نئے پہنے جاتے ہیں، ذہن ایک صاف اور شفاف آئینہ ہے۔

۱۰۔ **اِذا اقبلت الد نیا علی أحد ا عارته محاسن غیره ، واِذا ادبرت عنه سلبته محاسن نفسه**

جب کسی کا اقبال ہوتا ہے تو دوسروں کی خوبیاں بھی اس سے منسوب کر دی

جاتی ہیں، اور جب زوال ہوتا ہے تو اس سے اس کی ذاتی خوبیوں کا بھی انکار کر دیا جاتا ہے۔

۱۱۔ ما أضمر أحد شیئا اِلاظهر فی فلتات لسانه و صفحات وجهه

جب کوئی بات آدمی دل میں پوشیدہ رکھتا ہے تو زبان سے اس کے اشارے مل جاتے ہیں، چہرے کے اتار چڑھاؤ سے معلوم ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ لاتکن عبد غیرک و قد جعلک اللّٰه حُرّا

کسی دوسرے کے غلام مت بنو، جب کہ اللہ نے تم کو آزاد پیدا کیا ہے۔

۱۳۔ ایّاک و الاِتّکال علی المُنَی فاِنها بضائع النّوکی

جھوٹی تمناؤں پر بھروسہ کرنے سے بچتے رہو تمنائیں بیوقوفوں کا سرمایہ ہیں۔

۱۴۔ ألا أ نبّئکم یا لعا لم کل العالم، من لم یزیّن لعباد اللّٰه معاصی اللّٰه، ولم یؤ منهم مکره، ولم یوئس من رَّوحه

تم کو بتاؤں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ وہ جو بندگانِ خدا کو مصیبت کی باتیں حسین بنا کر نہ دکھائے۔ اور خدا کی کاروائی سے بے خطر نہ رکھے۔ اور اس کی رحمت سے مایوس بھی نہ کرے۔

۱۵۔ الناس نیام، اِذا ما توا انتبهوا

لوگ محوِ خواب ہیں جب مریں گے تو ہوش آجائے گا۔

۱۶۔ الناس اعداء ماجهلوا

لوگ جن باتوں کو نہیں جانتے ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

۱۷۔　　**الناس بزمانهم أشبه منهم بآ بائهم**

لوگ اپنے اباؤ اجداد سے زیادہ اپنے زمانہ کے مشابہ ہوتے ہیں۔ یعنی لوگوں پر وقت اور ماحول کا اثر زیادہ پڑتا ہے۔

۱۸۔　　**المرء مخبوع'' تحت لسانه**

انسان اپنی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ یعنی جب تک آدمی بولے نہیں اس کی علمیت اور حقیقت پوشیدہ رہتی ہے۔

۱۹۔　　**ماهلک امرء عرف قدره**

جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس کے لئے کوئی بڑا خطرہ یا دھوکے کا اندیشہ نہیں۔

۲۰۔　　**رُبّ کلمة سلبت نعمة**

کبھی زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ نعمتوں کو چھین لیتا ہے۔

ابوعمر ابوطفیل کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا! میں نے حضرت علیؓ کو اس وقت دیکھا کہ جب آپؓ لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب اللہ کے بارے میں جو چاہو پوچھو۔ بخدا قرآن میں کوئی بھی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے یہ نہ معلوم ہو کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو، ہموار راستے میں چلتے ہوئے نازل ہوئی یا اس وقت جب آپ ﷺ کسی پہاڑی پر تھے۔

(ازالۃ الخفاء ، ص۲۶۸)

شریح بن ہانی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مسح الخفّین کا مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ (حضرت) علیؓ سے پوچھو۔ ان کو میری نسبت یہ مسئلہ زیادہ معلوم ہے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں جایا کرتے تھے۔ پھر میں نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے تین راتیں اور دو دن ہیں اور مقیم کے لئے ایک رات و دن۔ حضرت علیؓ سے روایت کی ہوئی ۵۸۶ حدیثیں ہیں۔ (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۱۶۷)

15.7 ۔ خاص فضیلت

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَا نْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهَ ﷺ مَا انْتَجَيْتُهٗ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ ۔ (رواۃ الترمذی)

اور حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۃ طائف کے دن رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کرنے لگے (یعنی ایسا نظر آرہا تھا کہ جیسے کسی خاص مسئلے پر ان کے ساتھ چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں اور جب ان باتوں کا سلسلہ کچھ دراز ہوا) تو (منافقین نے یا صحابی میں سے کسی نے) لوگوں سے کہا کہ اپنے چچا کے بیٹے کے ساتھ رسول اللہ ﷺ نے بڑی دیر تک بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا! علیؓ کے ساتھ میں نے نہیں بلکہ اللہ نے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذیؒ)

وَعَنْ عَلِیٍّ قَالَ کَانَتْ لِیْ مَنْزِلَۃٌ مِّنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ لَمْ تَکُنْ لِاَحَدٍ مِّنَ الْخَلَائِقِ اٰتِیْہِ بِاَ عْلٰی سَحَرٍ فَاَ قُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ ﷺ فَا نْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ اِلٰی اَھْلِیْ وَ اِلَّا دَخَلْتَ عَلَیْہِ . (رواۃ النسائی)

اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نظر میں مجھ کو ایک ایسی قدر و منزلت حاصل تھی جو خلقت میں کسی کو حاصل نہیں تھی۔ آپ ﷺ کے ہاں علی الصباح پہنچ جاتا (پہلے دروازے پر کھڑے ہو کر اجازت طلب کرنے کے لئے) کہتا! السلام علیک یا نبی اللہ (ﷺ) اگر رسول اللہ ﷺ میرا سلام سن کر کھنکار دیتے تو میں (یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ ﷺ کسی مشغولیت میں ہیں اور کوئی شرعی یا ذاتی رکاوٹ ہے جس کے سبب مجھ کو اندر نہیں جانا چاہئے) اپنے گھر واپس چلا آتا اور اگر آپ ﷺ نہ کھنکارتے تو میں بے تکلف آنحضرت ﷺ کے پاس چلا جاتا۔

علماء کے اس قول کے مطابق کسی کے گھر میں داخلے کی اجازت چاہنے کے لئے جو سلام کیا جاتا ہے اس کے جواب میں سلام کرنا صاحبِ خانہ کے لئے ضروری ہے۔ حضرت علیؓ کا سلام سن کر رسول اللہ ﷺ پہلے ان کے سلام کا جواب دیتے اور پھر کھنکارتے تھے۔ جن علماء کے نزدیک سلام کا جواب دینا ضروری نہیں ان کے نزدیک یہ وضاحت ضروری نہیں۔

سیدنا علیؓ نے اس روایت کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنی جس قربت اور بے تکلفی کا ذکر کیا وہ یقیناً ان ہی کا خصوصی مرتبہ تھا جو ان کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں تھا۔ کیونکہ وہ حضرت فاطمہ الزہراؓ کی نسبت سے اور چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں بے تکلفاً آمدورفت رکھتے تھے۔

۔ وَعَنْهُ قَالَ كُنْتُ شَاكِيًا فَمَرَّبِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاَنَا اَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ اَجَلِيْ قَدْ حَضَرَ فَاَرِحْنِيْ وَاِنْ كَانَ مُتَاَ خِّرًا فَارْفَغْنِيْ وَاِنْ كَانَ بَلَآءً فَصَبِّرْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَيْفَ قُلْتَ فَاَعَادَ عَلَيْهِ مَا قَالَ فَضَرَبَهٗ بِرِ جْلِهٖ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ اَوِ شْفِهٖ شَكَّ الرَّاوِيْ قَالَ فَمَا اشْتَكَيْتُ وَ جْعِيْ بَعْدُ۔

(رواۃ الترمذی وقال ھٰذا حدیث حسن صحیح)

اور حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں سخت بیمار ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزر رہے تھے جب میں (مرض کی شدت سے بیتاب ہو کر بلند آواز میں) یہ دعا مانگ رہا تھا۔ الٰہی! اگر میری موت کا وقت آپہنچا ہے تو مجھ کو (موت دے کر مرض کی اذیت سے نجات اور ابدی) سکون عطا فرما اور اگر ابھی وقت نہیں آیا تو (صحت بحال کر کے) مجھ کو راحت اور کشادگی (یعنی صحت اور تندرستی کی خوشی) عطا فرما اگر یہ بیماری امتحان اور آزمائش ہے تو تو مجھے صبر اور برداشت کی قوت عطا فرما دے (تاکہ میں بے تابی اور بے قراری کا اظہار نہ کروں)۔ رسول اللہ

ﷺ نے (مجھے یوں دعا مانگتے سنا تو) فرمایا کہ تم کیا دعا مانگ رہے تھے۔ میں نے دعا کے الفاظ ان کے سامنے دوہرا دئے۔ آپ ﷺ نے (دعا کے الفاظ سننے کے بعد) اپنے پاؤں سے حضرت علیؓ کو ٹھوکا دیا اور پھر یوں دعا فرمائی:

الٰہی! اس (علیؓ) کو عافیت عطا فرما یا یہ فرمایا کہ اس کو شفا بخش۔ یہ راوی کا اظہار شک ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے بعد پھر مجھ کو وہ بیماری کبھی لاحق نہیں ہوئی۔ اس روایت کو امام ترمذیؒ نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

15.8 ۔ تسبیح فاطمہ الزہراءؓ

حضرت علی ؓ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ الزہراءؓ نے چکی پیسنے کی مشکلات کی شکایت کی تھی۔ پھر انہیں معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ قیدی آئے ہیں۔ اس لئے وہ بھی ان میں ایک خادم حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں درخواست کرنے حاضر ہوئیں مگر اس وقت آپ ﷺ موجود نہ تھے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ ؓ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے اس کے متعلق کہہ کے واپس چلی آئیں۔ جب آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ ؓ نے آپ ﷺ کے سامنے ان کی درخواست پیش کی۔ اس پر آپؓ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لائے۔ وہ اس وقت سونے کے لئے لیٹ گئے تھے۔ آپ ﷺ کو دیکھا تو ہم لوگ کھڑے ہو نے لگے تو آپ ؓ نے فرمایا کہ اسی طرح لیٹے رہو۔ پھر آپ

ﷺ ہمارے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے آپ ؐ کے دونوں قدموں کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اس کے بعد آپ ؐ نے فرمایا کہ جو کچھ تم لوگوں نے مانگا ہے میں تمہیں اس سے بہتر بات کیوں نہ بتاؤں۔ جب تم اپنے بستر پر لیٹ جاؤ (سونے کے لئے) تو **اللّٰہ ُ اکبر** چونتیس مرتبہ، **الحمد للّٰہ** تینتیس مرتبہ اور **سبحان اللّٰہ** تینتیس مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ عمل اس سے بہتر ہے جو تم نے مجھ سے مانگا ہے۔

(بخاری ج۲ ص۹۲۱)

15.9 ۔ حضرت علی ؓ کا خوفِ خدا اور دنیا سے بے رغبتی

حضرت علی ؓ کی سب سے نمایاں خصوصیت اور وہ علامت جو ان کی پہچان بن گئی وہ دنیا سے بے رغبتی تھی۔ جب کہ دنیا کے عیش و آرام آپ ؓ کے قدموں میں تھے۔ عیش و آرام کے تمام اسباب آپ ؓ کے ہاتھ میں تھے، حکومت کے پورے اختیار، مالی وسائل و اسباب آپ ؓ کو حاصل تھے۔ لوگوں کی طرف سے عزت اور تعظیم میں کمی نہ تھی۔ کوئی آپ ؓ کا محاسبہ نہیں کر سکتا تھا پھر بھی آپ انتہائی محتاط زندگی گزارتے تھے۔

یحییٰ بن معین علی بن جعد سے روایت ہے کہ وہ حسن بن صالح سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ کی مجلس میں ایک بار زُہاد (دنیا سے بے رغبتی میں ممتاز افراد) کا ذکر ہوا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ " **أزهد الناس فی الدنیا علی بن ابی طالب** " دنیا میں سب سے زیادہ زاہد علی بن ابی طالب تھے۔　(البدایہ والنہایہ ج۸ ص۵)

ابوعبیدہ عنترہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ میں خورنق میں علی بن ابوطالبؓ کے پاس گیا۔ (خورنق: شاہی محل، امیر کے رہنے کی جگہ یا وہ مقام جہاں قدیم ایرانی محل خورنق تھا) حضرت علیؓ ایک چادر اوڑھے سردی میں کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے امیر المومنینؓ! اللہ نے آپؓ اور آپؓ کے خاندان کے لئے اس مال میں ایک حصہ رکھا ہے اور آپؓ سردی میں کانپ رہے ہیں۔ فرمایا کہ میں اس مال میں سے کچھ نہیں لیتا۔ میری یہی ایک چادر ہے جس کو لے کر میں گھر سے نکلا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہی ایک چادر ہے جس کو لے کر میں مدینہ سے نکلا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵)

ابونعیم، بنی ثقیف کے ایک شخص کے حوالے سے کہتے ہیں جن کو حضرت علیؓ نے عکبرا کا حاکم بنایا تھا۔ (عکبرا: موصل کے قریب ایک شہر ہے) ان کا بیان ہے کہ اس علاقے میں نمازی نہیں تھے۔ حضرت علیؓ جب وہاں آئے تو مجھ سے کہا کہ جب ظہر کا وقت ہو تو میرے پاس آجانا۔ چنانچہ ظہر کے وقت میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت علیؓ کے سامنے ایک پیالہ اور ایک کٹورا (پانی پینے کا برتن) رکھا تھا۔ آپؓ نے مٹی کی ایک ہانڈی طلب کی جو وہاں رکھی تھی۔ جب ان کے سامنے آئی تو اس کا منہ بند کیا ہوا تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ میری لالچ بڑھا رہے ہیں کہ اس میں کوئی ہیرے جواہرات نکلیں گے۔ مگر جب آپؓ نے اس کا منہ کھولا تو اس میں صرف ستّو تھا۔ آپؓ نے اس میں سے تھوڑا سا نکالا اور اس میں پانی ڈالا۔ خود پیا اور مجھے بھی پلایا۔ مجھ سے رہا نہ گیا، میں نے کہا اے امیر المومنینؓ! آپ عراق میں رہ کر یہ

کھاتے ہیں۔ یہاں کی عوام کا کھانا اس سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ فرمایا! واللہ میں اس کو بند بخل کی وجہ سے نہیں رکھتا۔ بات یہ ہے کہ میں اس قدر خریدتا ہوں جتنی ضرورت ہوتی ہے اور ڈرتا ہوں کہ اگر یہ ختم ہو جائے تو دوسرے مال سے ستّو بنا دیا جائے۔ اس لئے اس کی اتنی حفاظت کرتا ہوں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ میرے پیٹ میں سوائے حلال و پاک چیز کے کچھ جائے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱ ص ۸۲)

ایک مرتبہ آپؓ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا گیا۔ آپؓ نے فالودہ کو مخاطب کر کے فرمایا! تیری خوشبو اچھی ہے، رنگ حسین ہے، مزا لذیذ ہے، مگر میں نہیں چاہتا کہ نفس کو ایسی چیز کا عادی بناؤں جس کا وہ اب تک عادی نہیں ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، ج ۱ ص ۸۱)

زید بن وہب سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت علیؓ اپنے گھر سے اس حال میں نکلے کہ ایک تہ بند باندھے ہوئے تھے اور ایک چادر سے جسم ڈھانکے ہوئے تھے۔ تہ بند کو کپڑے کی ایک پٹی سے (کمر بند کی جگہ) باندھا ہوا تھا۔ ان سے لوگوں نے کہا کہ آپؓ اس لباس میں کس طرح رہتے ہیں؟ تو فرمایا! میں یہ لباس اس لئے پسند کرتا ہوں کہ یہ نمائش سے بہت دور ہے اور نماز میں عافیت والا ہے اور مومن کی سنت ہے۔ (المنتخب ج ۵ ص ۵۸)

15.10 ۔ حضرت علیؓ ۔ احکامِ شریعت میں سب سے زیادہ فہم رکھنے والے

متعدد روایات کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ سے یہ روایت ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! " **أ قضاکم علی** " تم میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت علیؓ میں ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے یمن بھیجا تو میں کم سن تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھے ان لوگوں میں بھیج رہے ہیں جن کے آپس میں جھگڑے ہوں گے اور مجھے فیصلہ چکانے اور فیصلہ کرنے کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اللہ تمہاری زبان سے صحیح بات نکلوائے گا اور تمہارے دل کو مطمئن کرے گا کہ تم فیصلہ صحیح کر رہے ہو۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرنے میں شک نہ ہوا۔

(مسند امام احمد بن حنبلؒ، ج ا ص ۸۳)

حضرت عمر فاروقؓ ایسے الجھے ہوئے مسائل سے پناہ مانگتے جس کے حل کرنے کے لئے ابوالحسنؓ (حضرت علیؓ) نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ کا یہ مقولہ مشہور ہے!

" **لو لا علیٌ لهلک عمر** " (اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمر تباہ ہو جاتا)

حضرت عمرؓ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی فیصلہ طلب پیچیدہ مسئلہ سامنے آتا تو فرماتے! " **قضية و لا أبا حسن لها** " مشکل پیش آگئی ہے اور اس کے حل کے لئے ابوالحسنؓ نہیں ہیں۔ (العبقریات الاسلامیہ للعقاد ص ۹۶۸)

15.11۔ حضرت علی ؓ سے بغض رکھنے والا منافق ہے

عَنْ اُمِ سَلَمَہَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ" وَ لَا یُبْغِضُہٗ مُؤْمِنٌ" ۔

(رواۃ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث حسن غریب اسناد)

حضرت ام سلمہ ؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! علی ؓ سے منافق محبت نہیں کرتا اور کامل مومن علی ؓ سے بغض وعداوت نہیں رکھتا۔

وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ ۔ (رواۃ احمد)

اور حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جس شخص نے حضرت علی ؓ کو بُرا کہا اس نے درحقیقت مجھے بُرا کہا۔

۔ وَعَنْہُ اَنَّ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لِعَلِیٍّ وَّ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ اَنَا حَرْب" لِّمَنْ حَارَبَھُمْ وَ سَلْم" لِّمَنْ سَالَمَھُمْ۔ (رواۃ الترمذی)

اور حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی ؓ، فاطمہ ؓ، حسن ؓ، حسین ؓ کے حق میں فرمایا کہ جو کوئی ان سے لڑے گا میں اس سے لڑوں گا اور جو کوئی ان سے مصالحت رکھے گا میں اس سے مصالحت رکھوں گا۔

۔ وَعَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِیْ عَلٰی عَآئِشَةَ قَالَتَ اَیُّ النَّاسِ کَانَ اَحَبَّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِیْلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا ۔ (رواۃ الترمذی)

اور حضرت جمیع ابنِ عمیر (تابعی) کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی پھوپھی کے ساتھ ام المومنیں حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا! رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبت کس سے تھی۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ فاطمہؓ سے پھر میں نے پوچھا اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت کس سے تھی۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا فاطمہؓ کے شوہر (علی مرتضیٰؓ) سے۔ (ترمذیؒ)

یہاں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کی منصف مزاجی اور حق گوئی قابلِ غور ہے۔ انہوں نے اخلاص کے ساتھ سچی بات کہہ دی۔ حالانکہ اگر وہ چاہتیں تو کہہ سکتیں تھیں آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبت مجھ سے اور میرے باپ سے ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر یہی سوال حضرت فاطمہ الزہراؓ سے کیا جاتا تو ان کا جواب یہ ہوتا کہ آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبت عائشہ ؓ اور ان کے باپؓ سے تھی۔ اس بات سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت فاطمہ الزھراءؓ کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بہر حال یہ بات ذہن نشین ہونی چاہیے کہ سب سے زیادہ محبوب ہونے کا مطلب سب سے افضل ہونا ہرگز نہیں ہے۔ اولاد اور نزدیکی اقارب اور رشتہ دار سے

محبت ہونا ایک طبعی چیز ہے۔ ایک شخص یقینی طور پر یہ جانتا ہے کہ غیر اولاد میں فلاں فلاں آدمی اس کی اولاد سے زیادہ فضلیت رکھتے ہیں مگر پھر بھی اس کے باوجود اپنی اولاد سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ ہاں اپنی اولاد کا غیر اولاد سے افضل ہونا اس بات کو لازم کرتا ہے کہ اس سے محبت بھی زیادہ ہو۔

15.12 ۔ گستاخِ علیؓ کا انجام

ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ عصر کے وقت بازار میں سے گزرتے ہوئے ایک مقام احجار الزیت پہنچے۔ آپ ؓ نے وہاں دیکھا کہ لوگ ایک سوار کے گرد جمع ہیں اور وہ زور زور سے چیخ رہا ہے اور حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ حضرت سعدؓ نے پوچھا کہ کیا ماجرہ ہے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ آدمی جو اونٹنی پر سوار ہے حضرت علی ؓ کو بُرا بھلا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعدؓ طیش میں آ گئے۔ سارے مجمع کو پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھے اور سوار سے کہا۔ اے فلاں ! تو حضرت علی ؓ کی شان میں گستاخی کیوں کر رہا ہے۔ کیا حضرت علی ؓ پہلے مسلمان ہونے والے شخص نہیں ہیں؟ کیا حضرت علیؓ پہلے شخص نہیں ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی؟ کیا حضرت علیؓ سب سے زیادہ زاہد فی الدنیا (دنیا سے بے رغبت) نہیں ہیں؟ کیا حضرت علیؓ سب سے بڑے عالم نہیں ہیں؟ کیا وہ رسول اللہ ﷺ کے داماد نہیں ہیں، حضور اکرم ﷺ نے اپنی بیٹی ان سے نہیں بیاہی تھی؟ کیا حضرت علیؓ غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے علم بردار نہیں تھے؟

اس کے بعد حضرت سعدؓ نے قبلہ رخ ہو کر اس آدمی کے خلاف یوں بددعا کی۔ اے اللہ! اس آدمی نے تیرے ایک دوست کے ساتھ گستاخی کی ہے، لوگوں کا یہ مجمع اس وقت تک نہ لوٹے جب تک ان لوگوں کو اپنی قدرت کا مشاہدہ نہ کروا دے۔ خدا کی قسم! ابھی لوگ واپس نہیں لوٹے تھے کہ جس اونٹنی پر وہ سوار تھا اس نے زور دار جھٹکا دیا اس کو نیچے پھینک دیا جس سے اس کی گردن ٹوٹ گئی اور اس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ وہیں مر گیا۔ (مستدرک حاکم ۳/۵۰۰)

15.13 ۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا نکاح

وَعَنْ بُرِيْدَةَ قَالَ خَطَبَ اَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ فَاطِمَةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ ثُمَّ خَطَبَهَا عَلِيٌّ فَزَوَّجَهَا مِنْهُ ۔

(رواۃ النسائی)

اور حضرت بریدہؓ کہتے ہیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا پیغام دیا تو رسول اللہ ﷺ نے کہا کہ وہ ابھی کمسن ہیں اور پھر جب حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ سے نکاح کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے ان سے حضرت فاطمہؓ کا نکاح کر دیا۔

ایک روایت ابوالخیر قزوینی حاکمیؒ نے حضرت انسؓ بن مالک سے نقل کی ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی تفصیل میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ پہلے حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کے لئے حضورِ اکرم ﷺ سے درخواست کی تو آپ ﷺ

نے ان کو جواب دیا کہ اے ابوبکرؓ فاطمہؓ کے بارے میں ابھی تک خدا کا کوئی فیصلہ نہیں آیا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اور بعض قریش کے لوگوں نے یہی درخواست اپنی طرف سے بھی پیش کی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو وہی جواب دیا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دے چکے تھے۔ پھر بعد میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ حضرت فاطمہؓ کے لئے اگر تم درخواست کرو تو امید ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کا نکاح تم سے کر دیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ جب قریش کے معززین حضرات کی درخواست قبول نہیں ہوئی تو میری درخواست کیسے قبول ہوگی۔

آخر کار حضرت علیؓ نے نکاح کا پیغام دے دیا ان کے پیغام پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میرے بزرگ و برتر پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے۔ حضرت انسؓ آگے بیان کرتے ہیں کہ چند دنوں بعد آپ ﷺ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا کہ جاؤ ابوبکر صدیقؓ، عمر بن خطابؓ، عثمان بن عفانؓ، عبد الرحمان بن عوفؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور انصار میں سے فلاں فلاں کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں ان سب کو بلا لایا اور یہ حضرات آ کر حضور ﷺ کے سامنے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے۔ اس وقت حضرت علیؓ کسی کام سے گئے ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ خطبہ پڑھا۔

الحمد للہ المحمود بنعمتہ المعبود بقدرتہ المطاع

بسلطانه المرهوب من عذابه و سطوته النافذ امره فى سمائه وارضه الذى خلق الخلق بقدرته و ميزهم بحكامه واعزهم بدينه و اكرمهم بنبيّه محمد ﷺ ان اللّٰه تبارک و تعالیٰ اسمه و عظمته جعل المصاهرة سببا لا حقا و امرا مفترضا او شج به الارحام و الزمه للانام فقال عز من قائل و هوالذى خلق الماء بشرا فجعله نسب و صهرًا و كان ربک قدير او امرا للّٰه تعالیٰ يجرى الیٰ قضا ئه قضاؤهٗ يجرى الیٰ قدره و لكل قضا و قدرو لكل قدرا جل و لكل اجل كتاب يمحو اللّٰه ما يشاء و يثبت و عنده امّ الكتاب.

پھر فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہؓ کا نکاح علی بن ابی طالبؓ سے کردوں۔ پس تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فاطمہؓ سے علیؓ کا نکاح چارسو مثقال چاندی پر کردیا ہے اگر علیؓ راضی ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے چھواروں کا طباق منگوا کر ہمارے سامنے رکھا اور فرمایا لے لو۔ ہم نے وہ چھوارے لے لئے اس دوران حضرت علیؓ بھی آنحضرت ﷺ کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور پھر ان سے فرمایا! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے ساتھ فاطمہؓ کا نکاح چارسو مثقال چاندی پر کردوں اگر تم راضی ہو۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا یارسول اللہ ﷺ! یقیناً میں اس پر راضی ہوں۔ اس کے بعد آنحضرت

ﷺ نے دعا فرمائی۔

جَمَعَ اللّٰہُ شَمْلَکُمَا وَ اَسْعَدَ جَدَّ کُمَا وَ بَارَکَ عَلَیْکُمَا وَ اَخْرَجَ مِنْکُمَاذُرِیَّۃً طَیِّبَۃً

اللہ تعالیٰ تم دونوں کو دلجمعی اور حسنِ رفاقت عطا فرمائے۔ تم دونوں کو نصیب والا بنائے۔ تم دونوں پر برکتیں نازل فرمائے اورتم دونوں کونہایت پاکیزہ نفس اولاد سے بہرامند فرمائے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی اس دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کونہایت پاکیزہ نفس اولاد سے سرفراز کیا۔

15.13.1 ۔ بہترین شخص

حضرت ابن عباسؓ کے حوالے سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہراءؓ کا نکاح حضرت علیؓ کے ساتھ کر دیا تو سیدہ فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے میرا نکاح ایک ایسے شخص کے ساتھ کر دیا جس کے پاس نہ مال ہے اور نہ کوئی چیز۔ اس پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اے فاطمہؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بیت میں سے دو شخصوں کو پسند فرمایا ہے۔ ایک تمہارے باپ کواور ایک تمہارے شوہر کو، تو ہرگز ان کی نافرمانی نہیں کرنا بلکہ فرمانبرداری بجالانا۔

مستدرک حاکم میں حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالے سے روایت درج ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ سے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا نکاح اس کے ساتھ کر دوں جو از روئے مسلمان سب سے پہلے مسلمانوں میں ہے اور علم کے اعتبار سے ان سب میں دانا ترین ہے۔ تم میری امت کی عورتوں میں سب سے بہترین ہو جس طرح حضرت مریم علیہ السلام اپنی قوم میں تھیں۔

طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ارشاد فرمایا! میں نے تمہارا نکاح اس کے ساتھ کیا ہے جو دنیا میں نیک بخت اور آخرت میں صالحین میں سے ہے۔

15.14 ۔ مسجد میں حضرت علیؓ کے گھر کا دروازہ

وَعَنِ ابْنَ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَمَرَ بِسَدِّ الْاَبْوَابِ اِلَّا بَابَ عَلِيٍّ ۔ (رواۃ الترمذی)

اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے اندر کھلنے والے تمام دروازے سوائے حضرت علیؓ کے بند کروا دئے تھے۔ اس روایت کو امام ترمذی نے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

بعض صحابہ ؓ کے گھروں کے دروازے مسجدِ نبوی کے اندر تھے اس احتیاط کے پیش نظر کہ کوئی حائضہ عورت یا کوئی جنبی مردان دروازوں کے ذریعہ اپنے گھروں میں آنے جانے کے لئے مسجد کے اندر سے نہ گزرے۔ آپ ﷺ نے ان سب صحابہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھروں کے ان دروازوں کو جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دیں لیکن حضرت علیؓ کو آپ ﷺ نے اس حکم سے مستثنیٰ رکھا اور ان کا دروازہ مسجد میں

کھلا رہنے دیا۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کے خصوصی حکم کے تحت ان کو یہ اجازت حاصل رہی کہ وہ جنابت یعنی ناپاکی کی حالت میں بھی مسجد کے اندر سے گزر سکتے ہیں۔

ایسی ہی ایک اور حدیث حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بارے میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دروازے کے علاوہ اور صحابہ کے دروازوں کو بند کروا دیا تھا جو مسجدِ نبوی میں کھلتے تھے۔ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد اور ٹکراؤ نہیں۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے متعلق حدیث میں اس بات کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے وہ حکم اپنے زمانۂ مرض الموت میں دیا جب کہ حضرت علیؓ سے متعلق اس حدیث میں کوئی وضاحت نہیں کی۔ اس لئے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ سے متعلق حکم پہلے دیا ہوگا اور حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت و خصوصیت کو ظاہر کرنے والا حکم زمانۂ مرض الموت کا ہے۔

ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کے تحت بحث کی ہے۔ انہوں نے امام احمدؒ کے حوالہ سے حضرت زید بن ارقمؓ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! درحقیقت مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ علیؓ کے دروازے کے علاوہ تمام دروازوں کو بند کروا دوں۔ ریاض کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس میں امام احمدؒ نے حضرت زید بن ارقمؓ سے یوں نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کے دروازے مسجد میں کھلنے کی وجہ سے ان کی گزرگاہ بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ علیؓ کے گھر کے سوا تمام دروازے بند کر دیے جائیں۔

زیدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ حکم سن کے چند لوگوں نے کچھ کلام کیا تو آنحضرت ﷺ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا! حقیقت یہ ہے کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے حکم ہوا ہے کہ علیؓ کے دروازے کے علاوہ تمام لوگوں کے دروازوں کو بند کروا دوں۔ اب تم میں سے کچھ لوگوں نے کلام کیا تو میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ میں نے بند کرنے کا حکم اپنی طرف سے دیا اور نہ کھلا رکھنے کا۔ مجھ کو جو حکم جس طرح سے دیا گیا اسی طرح میں نے اسے نافذ کر دیا۔

ملا علی قاری نے یہ بھی لکھا ہے کہ اوپر کی حدیث ابنِ عباسؓ کے علاوہ حضرت جابرؓ سے بھی منقول ہے۔ تاہم ملا علی قاریؒ نے وضاحت کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ صحیح حدیث وہی ہے جو ابو سعیدؓ سے بخاری اور مسلم نے نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! ابو بکرؓ کے دروازے کے علاوہ اور کوئی دروازہ مسجد نبوی کے صحن میں کھلا نہ چھوڑا جائے۔ حضرت علیؓ سے تعلق رکھنے والی حدیث صحیح ہو بھی تو ان دونوں حدیثوں کو الگ الگ حالات اور واقعات پر سمجھا جائے گا تا کہ ان دونوں کے درمیان تضاد نہ معلوم ہو۔

15.15 ۔ فضل و کمال

آپؓ طیب الشمائل، محمود الفضائل، جمیل الصفات، صاحب الکرامات، امام العارفین، قدوۃ العاملین، تاج البلغاء، رائد الفصحاء، نبراس الخطباء، عظیم الحلم، امام الذاہدین، ولی المومنین اور باب العلم ہیں۔ آپؓ کے کلام سے نور ظاہر ہوتا اور زبان سے حکمت و دانائی کی باتیں نکلتی تھیں۔ آپؓ امامِ عادل تھے، کبھی غلط فیصلہ نہیں کیا۔ آپؓ کے پاس سے سائل کبھی خالی ہاتھ نہیں گیا۔

حضرت علیؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ ان کی پرورش آقائے نامدار ﷺ نے خود فرمائی۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی تعلیم و تربیت کی۔ حضرت علیؓ بچپن سے لے کر جوانی تک اور جوانی سے لے کر رسول اللہ ﷺ کے وصال تک تسلسل کے ساتھ آپ ﷺ کی صحبت میں رہے۔ آپؓ کو جو بھی علم ملا وہ دربارِ رسالت سے ہی ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کے اندر سیکھنے کی بے پناہ صلاحیت رکھی تھی۔ اس لئے مکتبِ نبوت سے جو فیض آپؓ کو پہنچا وہ بہت کم صحابہؓ کو نصیب ہوا۔ قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر دینی علوم کے دریا تھے۔ آپؓ کے علمی کمال پر سب کو اتفاق ہے۔ (**کان من العلوم بالعمل العالی**)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو خود بھی پائے کے مفسر اور عالم تھے فرماتے تھے کہ علم کے دس حصوں میں سے خدا نے علیؓ کو نو حصے عطا کئے اور دسویں میں بھی ان کا حصہ ہے۔ زبانِ نبوت سے آپؓ کو " **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** " کی

سند ملی۔

کلام اللہ سے آپ ؓ کو خاص شغف تھا، آپ ؓ اس کے حافظ تھے۔ اس کی تعلیم آپ ؓ نے براہ راست اس زبان سے حاصل کی جس پر وحی نازل ہوئی۔ کلام اللہ پر آپ ؓ کی اتنی گہری اور وسیع نظر تھی کہ کسی آیت کا کوئی پہلو آپ ؓ کی نظر سے مخفی نہیں تھا۔ آپ ؓ فرماتے تھے کہ قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے کہ جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ کس پارے میں کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

فہم القرآن اور اس سے احکام اور مسائل استنباط کرنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ تفسیر کی کتابیں اور احادیث کے ابواب اس بات کا بین ثبوت ہیں۔ قرآن کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس ؓ کے علاوہ کوئی بھی آپ ؓ کا ہمسر نہیں تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ؓ نے آیتوں اور سورتوں کو نزولی ترتیب پر قرآنِ کریم کا ایک نسخہ مرتب کیا۔ (ابن سعد ج ۲ ص ۱۰۱)

حضرت علی ؓ کو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے علم کے شہر کا دروازہ قرار دیا تھا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی جس کی داڑھی بہت مختصر تھی حضرت علی ؓ کے پاس آیا، اس نے آپ ؓ کی گھنی اور بھری ہوئی داڑھی دیکھی تو کہنے لگا۔ اے علیؓ! آپ ؓ کا یہ دعویٰ ہے کہ قرآن مجید میں تمام علوم ہیں اور آپ ؓ علم کے شہر کے دروازہ ہیں۔ یہ تو بتائیں کہ قرآن مجید میں آپ کی گھنی داڑھی اور میری مختصر داڑھی کا بھی تذکرہ ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے!

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِىْ خَبُثَ لاَ يَخْرُجُ إِلَّا نَكِداً ☆ (سورۃ اعراف۔۵۸)

یعنی جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ اللہ کے حکم سے خوب نکلتا ہے

اور جو خراب ہے اس میں سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا مشکل

اس کے بعد آپؓ نے یہودی سے مخاطب ہو کر فرمایا!

اے یہودی! وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تمہاری ٹھوڑی ہے۔ (سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ)

حضرت علیؓ کی مروی احادیث کی تعداد حضرت شاہ ولی اللہؒ نے چھ سو کے قریب بتائی ہے۔ حافظ ابن جوزی کی کتاب " **تلقیح فهوم اهل الاثر فی عیون التاریخ و السیر** " کا نسخہ جس کو سید محمد یوسف ٹونکی صاحب نے اپنی تصحیح و اہتمام سے شائع کیا اس میں (۵۳۶) پانچ سو چھتیس کی تعداد بتائی ہے۔

سیدنا علی مرتضیٰؓ کو رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ احادیث سننے کا موقع ملا۔ آپؓ حفظِ حدیث اور روایتِ حدیث میں صحابہ کرامؓ کی جماعت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حافظ ابن حزمؒ نے اپنی کتاب " **الفصل فی الملل و الاهواء و النحل** " میں سیدنا علی مرتضیٰؓ کی مرویات کی تعداد پانچ سو چھیاسی (۵۸۶) ہے۔ یہ تعداد دوسرے احادیث کے راویوں سے کم ہے کیونکہ احادیث

کے روایت کرنے کے معاملہ میں آپؓ بہت محتاط تھے۔ وصال نبوی ﷺ کے بعد آپؓ تیس (۳۰) سال تک تعلیم وارشاد کی مسند پر جلوۂ افروز رہے۔ آپؓ کے شاگردوں کا ایک وسیع دائرہ ہے۔ حضرت علیؓ ان صحابہ میں شامل ہیں جو احادیث لکھا کرتے تھے۔ آپؓ نے فقہی احکام کی احادیث کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس کا نام صحیفہ تھا۔

حافظ ابن حزمؒ نے جو تعداد بیان کی ہے یہی تعداد امام جلال الدین سیوطیؒ نے تاریخ الخلفاء میں اور علامہ خزرجیؒ نے کتاب " **خلاصۃ تذھیب تھذیب الکمال** " میں درج کی ہے۔ علامہ خزرجی نے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں بیس (۲۰) احادیث متفق علیہ ہیں۔ یعنی امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ان کو روایت کیا ہے۔ اور نو (۹) حدیثوں کی روایت امام بخاری نے کی ہے اور پندرہ (۱۵) کی امام مسلم نے۔ غالباً اسی نقطہء نظر سے علامہ ابن حزم نے صحیح احادیث کی تعداد پچاس کے قریب لکھی ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تعداد " صحیح لذاتہ " کی ہے جو محدثین کے نزدیک صحیح کی سب سے عالی قسم شمار کی جاتی ہے۔

ثبوت کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ

(۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ

یہ چاروں قسمیں بالاتفاق مقبول ہیں اور حجت مانی جاتی ہیں۔

(مسند حضرت علیؓ)

" صحاح ستّہ " میں حضرت علیؓ کی روایات کی تعداد (۳۲۲) تین سو بائیس ہے جن کو ان سے (۱۵۳) ایک سو ترپن صحابہؓ نے نقل کیا۔ ان سب احادیث کی فہرست حافظ جمال الدین مزیؒ نے اپنی گراں قدر تصنیف " **تحفة الاشراف بمعرفة الاطراف** " میں راویوں کے اسماء کے حروفِ تہجی کی ترتیب سے پیش کر دیا ہے۔ ہر حدیث کے بارے میں نشاندہی کر دی ہے کہ صحاح ستہ کے کس باب میں کس راوی کی سند سے مروی ہے۔

امام ذہبیؒ نے " تذکرۃ الحفاظ " میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ حدیث کے امام تھے یعنی حدیث قبول کرنے میں بہت احتیاط برتتے تھے۔ چنانچہ جو شخص بھی آپؓ کے سامنے کوئی حدیث بیان کرتا تو پہلے اس سے قسم لے لیتے کہ جو کچھ کہے گا صحیح اور سچ کہے گا البتہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اس اصول سے مستثنیٰ تھے۔ حضرت علیؓ ان چند خوش نصیب لوگوں میں شامل ہیں جن کو احادیثِ نبوی ﷺ کی کتابت کا شرف حاصل ہوا۔

قرآن اور احادیث کے علوم کے علاوہ اور دوسرے علوم پر بھی آپؓ کو ملکہ حاصل تھا۔ اصول وکلیات سے فروعی اور جزوی احکام و مسائل کے استنباط کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس لئے فقہ میں آپؓ کا مقام بہت بلند ہے۔ صحابہؓ کی جماعت میں آپؓ کو امام اور مجتہد کا درجہ حاصل ہے۔ اکابر صحابہؓ فقہی مسائل میں آپؓ کی طرف ہی رجوع کرتے تھے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اکابر صحابہؓ کا آپؓ سے سوال کرنا اور مشکل مسائل میں آپؓ کے فتاویٰ اور قول کی طرف رجوع کرنا مشہور واقعات ہیں۔ (مسند احمد بن حنبلؒ ج ا ص ٦٦)

حضرت عمر فاروق ؓ خود مجتہد اور امامِ فقہ تھے۔ پھر بھی حضرت علی ؓ سے استفادہ حاصل کرتے رہتے تھے۔ آپ ؓ کے حریف امیر معاویہ ؓ کو بھی فقہی مسائل میں آپ ؓ کی طرف رجوع کرنا پڑتا تھا۔ فقیہہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ جن کے فتاویٰ پر حنفی فقہ کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ آپ ؓ کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت علی ؓ کی مرویات میں صرف وہی روایات درست سمجھی جاتی ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے شاگردان سے نقل کرتے ہیں۔

امام حافظ شمس الدین ذہبیؒ نے جو علمِ تاریخ اور اسماء الرجال کے ماہر سمجھے جاتے ہیں۔ اپنی مشہور کتاب " **سیر اعلام النبلاء** " میں لکھتے ہیں!

اہلِ کوفہ کے سب سے بڑے فقیہہ علی ؓ اور ابنِ مسعود ؓ ہیں، اور ان دونوں کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہہ علقمہ ؓ ہیں اور علقمہ ؓ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہہ ابراہیم نخعیؒ ہیں اور ابراہیم نخعیؒ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہہ حمّادؒ ہیں اور حمّادؒ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہہ ابو حنیفہؒ ہیں اور ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہہ ابو یوسفؒ ہیں۔ پھر ابو یوسفؒ کے اصحاب آفاقِ عالم میں پھیل گئے اور ان میں سب سے بڑے فقیہہ محمدؒ ہیں اور محمدؒ کے اصحاب میں سب سے بڑے ابو عبداللہ الشافعیؒ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ان سب پر رحمتیں نازل ہوں۔

فقہی کمال کا ایک اور پہلو قضا یعنی مقدمات کا فیصلہ کرنے کی صلاحیت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا! " **اقضا هم علی** " صحابہ کرام ؓ میں سب سے بڑے قاضی ہیں۔

یہ سند رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کو دی اور قضا کا شعبہ آپؓ کر حوالے کیا۔ چنانچہ اہلِ یمن کے قبولِ اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو وہاں کا قاضی بنا کر بھیجا اور رخصت کرتے ہوئے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے اصول بتائے۔ تقسیم میراث کے علم میں پورے مدینہ میں آپؓ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں بھی قضا کی ذمہ داری حضرت علیؓ ہی کے پاس تھی۔ فصاحت اور بلاغت میں خطۂ عرب میں آپؓ کا نمایاں مقام ہے۔ آپؓ کے خطبات اور مکتوبات زبان و ادب کا اعلیٰ نمونہ اور معیار ہیں۔ مرتضیٰ الشریف نے نہج البلاغہ کے نام سے آپؓ کے خطبات جمع کئے ہیں۔ اس میں تمام خطبات جو ان سے منسوب کئے گئے ہیں صحیح نہیں ہے تاہم بیشتر خطبات حضرت علیؓ کے ہی ہیں۔ اس کے علاوہ طبری، اخبار الطّوال، مسعودی اور یعقوبی کی تاریخ کی کتابوں میں بھی آپؓ کے خطبات محفوظ ہیں۔

اس زمانے میں خطہ ٔعرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہ تھا لیکن حضرت علیؓ خطابت کے علاوہ لکھنے کی بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے زیادہ تر فرامین حضرت علیؓ ہی لکھا کرتے تھے۔ صلح حدیبیہ کا مشہور صلح نامہ حضرت علیؓ ہی نے تحریر کیا تھا۔ آپؓ کے خطوط اور تحریریں ادب کا دلکش نمونہ ہے۔

حضرت علیؓ کو شعر گوئی کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپؓ موقع کے حساب سے برجستہ شعر ارشاد فرماتے تھے۔ آپؓ کے اشعار صاف ستھرے اور پاکیزہ

اخلاق کی نشان دہی کرتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں حضرت علیؓ سے منسوب بعض اشعار موجود ہیں۔ معرکہ خیبر میں مقابلہ سے پہلے جو اشعار کہے وہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

15.16 ۔ علمِ نحو کی ابتداء

اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ کو بے شمار علوم وفنون سے نوازا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فن " نحو " کے بانی ہیں۔ حضرت علیؓ نے ایک دفعہ ایک عجمی کو غلط قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو آپؓ نے "نحو" کی ضرورت محسوس کی اور پھر اس کی ترتیب و تدوین فرمائی اور اس کے اصول وضوابط قائم کئے۔ اس ضمن میں حضرت ابوالاسودؓ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؓ کو گردن جھکائے کچھ سوچتے ہوئے دیکھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ اے امیر المومنین! آپؓ کیا سوچ رہے ہیں اور کس فکر پر غور کر رہے ہیں۔ آپؓ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تمہارے شہر میں لغات کے اندر تغیر اور تبدّل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے کہ عربی زبان کے کچھ اصول اور قواعد مرتب کروں تا کہ زبان کی حیثیت قائم رہے۔ میں نے کہا کہ اگر آپؓ ایسا کریں گے تو ہم پر احسانِ عظیم ہو گا اور آپؓ کے بعد بھی وہ اصول وقواعد ہمیشہ کے لئے قائم اور باقی رہیں گے۔

حضرت ابوالاسودؓ بیان کرتے ہیں کہ اس گفتگو کے تین دن بعد پھر میں

حضرت علیؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپؓ نے ایک کاغذ مجھے دیا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد یہ لکھا ہوا تھا۔

کلام کی تین اقسام ہیں۔ اسم ۔ فعل ۔ حرف

اسم --- وہ ہے جو اپنے مسمی کی نشاندہی کرے۔

فعل --- وہ ہے جو اس کی حرکت کو ظاہر کرے۔

حرف --- حرف وہ ہے جو اسم و فعل تو نہ ہو مگر معنی کے اظہار میں مدد دے۔

اس کے بعد حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تم اپنی معلومات کے مطابق اضافہ کر سکتے ہو۔ پھر ارشاد فرمایا! اے ابوالاسودؓ ! ہر چیز کی تین حالتیں ہوتی ہیں۔ ظاہری، باطنی اور درمیانی (یعنی جو نہ تو ظاہر ہو اور نہ پوشیدہ)۔ اس تیسری حالت پر علمائے اکرام نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ حضرت علیؓ سے یہ تفصیل سن کر میں گھر واپس آ گیا۔ پھر میں نے حروف کی اقسام سے حروفِ نصب (یعنی حروفِ ناصبہ) اِنَّ ، اَنَّ ، لَیۡسَتُ ، لَعَلَ ، کَانَ لکھ کر آپؓ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ آپؓ نے دیکھا اور فرمایا کہ تم نے لَکِنَّ کیوں نہیں لکھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے لَکِنَّ کو ان میں شمار نہیں کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ ان میں اس کا اضافہ کرو لَکِنَّ بھی حروفِ ناصبہ میں شامل ہے۔

(تاریخ الخلفاء)

15.17 ۔ حضرت علیؓ کا مزاج

حضرت علی ؓ سلیم فطرت انسان تھے۔ آپ ؓ کی ذات اخلاقِ نبوی ﷺ کا پیکر اور تعلیماتِ اسلامی کی تصویر تھے۔ آپ ؓ کے فضائلِ اخلاق میں زہد و تقویٰ سب سے نمایاں ہے۔ اس کی جھلک زندگی کے ہر موقع پر نظر آتی ہے۔ دنیا سے بے رغبتی تمام عمر آپ ؓ کی زندگی کا حصہ رہی۔ آپ ؓ کی زندگی میں غربت اور امارت دونوں آئے لیکن امارت کے دوران بھی آپ ؓ نے اپنا طرزِ زندگی نہیں بدلہ۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں آپ ؓ کی آمدنی اتنی ہوگئی تھی کہ اس پر چالیس ہزار سالانہ زکوۃ ادا ہوتی تھی لیکن ان دنوں میں بھی کبھی کبھی فاقوں کی نوبت آجاتی تھی۔ (مسند احمد بن حنبل ؒ ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت علی ؓ ساری زندگی معمولی گھر میں رہے۔ تمام عمر آپ ؓ نے اپنے رہنے کے لئے کوئی عمارت نہیں بنوائی۔ حضرت فاطمہ الزہراء ؓ جو معمولی سا جہیز لائیں تھیں تمام عمر اسی پر گزارہ کیا۔ آپ ؓ کے پاس ایک مینڈھے کی کھال تھی وہی بستر کا کام دیتی تھی اور اوڑھنے کے لئے صرف ایک چادر تھی جو کہ پورے جسم کو مشکل سے ڈھانکتی تھی۔ آپ ؓ کا کوئی ذاتی ملازم یا غلام نہ تھا۔ گھر کا تمام کام خاتونِ جنت حضرت فاطمہ الزھراء ؓ اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے ضرار اسدی سے فرمایا کہ مجھے حضرت علی ؓ کے اوصاف بتاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس بات سے آپ ؓ مجھے معاف فرما دیں۔ حضرت امیر معاویہ ؓ نے اپنی بات پر پھر اصرار کیا تو جناب ضرار اسدی نے کہا

کہ اب آپؓ اصرار کرتے ہیں تو سنئے۔ حضرت علیؓ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ نہایت عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے ہر حرف سے علم کا چشمہ پھوٹتا تھا۔ ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا کہ دلفریبی اور شادابی سے وحشت کرتے تھے اور شب کی وحشت نا کی سے لگاؤ رکھتے تھے۔ بہت گریہ کرنے والے اور بہت زیادہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ عام لباس پہنتے تھے اور بچا کچا کھانا پسند فرماتے تھے۔ ہم میں بالکل ہماری طرح گھل مل کر رہتے تھے۔ ہم جب ان سے سوال کرتے تو ہماری بات کا جواب دیتے تھے۔ جب ہم ان سے انتظار کرنے کو کہتے تھے تو وہ ہمارا انتظار بھی کرتے تھے۔ وہ اپنی خوش اخلاقی سے ہمیں اپنا گرویدہ کر لیتے تھے اور خود بھی ہم سے قریب ہو جاتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ کی قسم! ان کی ہیبت سے ہم ان سے بات نہ کر سکتے تھے۔ وہ اہلِ دین کی عزت کرتے تھے۔ غرباء کو اپنے سے قریب کرتے تھے۔ انصاف میں کمزور کبھی ناامید نہیں ہوتا تھا۔ فرماتے تھے کہ زادِ راہ تھوڑا ہے سفر طویل ہے اور راستہ پُرخطر ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب حضرت علیؓ کے یہ اوصاف سنے تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا کہ اللہ ابوالحسنؓ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (سیرت حضرت علی المرتضیٰؓ)

ابن جریر و ابن عبد البر حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا کہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا! تم

نے ٹھیک کہا ہے میں چوک گیا ہوں۔ ہر علم والے سے دوسرا زیادہ عالم ہوسکتا ہے۔
(کنز العمال ج ۵ ص ۲۴ باب فی آداب العلم والعلماء)

16.0 ۔ تصوف کے امام اور درویشانہ صفات

16.1۔ تصوف

تصوف وہ علم ہے جس میں حقائقِ ذات وصفاتِ باری تعالیٰ پر بات کی جاتی ہے اور اس میں ان اعمال اور اشغال کا ذکر ہوتا ہے جن میں تزکیہ باطن جو اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے یا یوں سمجھیں کہ وہ راستہ اپنانا جو قرآن اور حدیث کے بالکل درمیان سے گزرتا ہے جسے صراط مستقیم کہتے ہیں۔ اس پر چلنے سے انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ اس علم کا موضوع ذات وصفاتِ الٰہی ہے اور اس کی غرض وغایت معرفت الٰہی ہے جس کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔

قاضی ثنا اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں سورۃ التوبہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ! صوفیاء کرامؒ جس کو ''علم لدنی'' کہتے ہیں اس کا حصول فرض عین ہے کیونکہ اس کا ثمر قلب کی صفائی، دوام حضوری اور تزکیہ نفس ہے۔ رذائل اخلاق سے دوری اور فضائل اخلاق سے متصف ہونا ہے۔ رذائل وفضائل کی تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ رزائل مومن کے اعضاء وجوارح کے گناہوں سے زیادہ شدت سے حرام ہیں اور فضائل نماز روزے وغیرہ سے زیادہ اہم ہیں کیونکہ ہر عبادت جس میں خلوص نہ ہو بے فائدہ ہے اور خلوص کا نام ہی ''تصوف'' ہے۔

شریعت کا وہ جز جو اعمالِ باطنی سے متعلق ہے تصوف اور سلوک کہلاتا ہے اور جو اعمالِ ظاہری سے متعلق ہے وہ فقہ کہلاتا ہے۔ تصوف اس علم کا نام ہے جس کے ذریعہ باطن کے رزائل اخلاق شہوت، زبان کے شر، غضب، حسد، حبِ دنیا، حبِ جان، بخل، حرص، ریا، عجب اور غرور سے پاک کرنا اور فضائل یعنی اخلاقِ حمیدہ توبہ، صبر، شکر، خوف ورجا، زہد، توحید، توکل، محبت، شوق، اخلاص، مراقبہ، محاسبہ اور تفکر سے آراستہ کرنا ہے تاکہ توجہ الی اللہ پیدا ہو جو زندگی کا مقصد ہے۔

حضرت علیؓ کو تصوف کا درجۂ کمال حاصل تھا۔ صوفیاء اکرام کے نزدیک آپؓ علمِ تصوف کا ماخذ ہیں۔ ایک مرتبہ آپؓ نے خود اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس میں ایک علم ہے کاش میں اس کا حامل ہوتا۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اگر آپؓ جنگوں میں مشغول نہ رہتے تو ہمیں اس علم تصوف کے بہت سے نکات بتا جاتے۔ کیونکہ آپؓ کو علم لدنی حاصل تھا۔ چنانچہ آپؓ نے بہت سی ایسی باتیں بتائی ہیں جن پر علم تصوف کی بنیاد قائم ہے۔ مثلاً ایک شخص نے آپؓ سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ ایمان چار ستونوں پر قائم ہے۔ صبر، یقین، عدل، اور جہاد۔ پھر صبر کے دس مقامات کی تفصیل بیان کی۔ صوفیانہ حیثیت سے حضرت علیؓ کو تمام صحابہ کرامؓ پر خاص فضیلت حاصل ہے کہ آپؓ نے بہت سے صوفیانہ نکات بیان فرمائے ہیں اور بیان کو معانی اور احوال پر فضیلت حاصل ہے۔

تصوف کا سرچشمہ آپ ؓ کی ہی ذاتِ گرامی ہے۔ صوفیاء کے تمام بڑے بڑے سلاسل آپؓ کی ذات سے پھوٹے ہیں۔ حضرت علی ؓ کا روحانی فیض حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے تمام دنیا میں پھیلا۔

(ازالۃ الخفاء، ص۱۰۴)

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اصول اور بلاغت میں ہمارے شیخ سیدنا علی مرتضیٰؓ ہیں۔ (قرۃ العینین از شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

16.2 ۔ طالب علموں کو نصیحت

حضرت علیؓ نے فرمایا!

استاد کا یہ حق ہے کہ اس سے کثرت سے سوال نہ کئے جائیں۔ نہ اس سے بحث کی جائے۔ نہ اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرے۔ نہ اسے کنکھیوں سے دیکھے۔ نہ اس کے پوشیدہ بھیدوں کی کھوج میں رہے۔ نہ اس کے سامنے کسی کی غیبت کرے اور وہ خواہ موجود ہو یا غائب ہر حال میں اس کے مال، عزت و آبرو کی حفاظت کرے۔ مجلس میں اس کے سامنے بیٹھے۔ اگر استاد کو کوئی ضرورت پیش آئے تو اس کی خدمت میں سبقت لے جانے کی کوشش کرے۔

(حیاۃ الصحابہ ج۳ ص۴۴۸)

نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا! چار باتیں بدبختی کی علامت ہیں۔

۱) آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ بہنا

۲) قلب کا سخت ہو جانا

۳) مال کی محبت بڑھ جانا

۴) آرزوؤں کی کثرت

فرمایا! اگر اللہ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس دنیا کی قدر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی نہ ملتا۔ (تنبیہ الغافلین از فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ص ۱۹۲)

محدثین اہل سنت میں سے الالکائی نے مسائل فقہ میں حضرت علیؓ کے مذہب کو کتاب الطہارت سے لے کر کتاب القضاء تک جمع کر کے ایک مستقل کتاب فقہ تیار کی ہے۔ حافظ شمس الدین الذہبیؒ نے " تذکرۃ الحفاظ " میں محدث الالکائی کا ذکر کیا ہے۔

16.3 ۔ زہد و تقویٰ

آپؓ کی ذات زہد فی الدنیا کا نمونہ تھی اور حقیقت یہ ہے کہ آپؓ زہد و تقویٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ کوفہ تشریف لائے تو دارالامارت کے بجائے ایک میدان میں خیمہ لگا لیا۔ اور فرمایا کہ عمر بن خطابؓ نے ہمیشہ ہی ان عالی شان محلات کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا، مجھے بھی اس کی حاجت نہیں میرے لئے یہ میدان ہی بس ہے۔ بچپن سے شادی تک رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی رہے۔ اور وہاں

کوئی عیش وعشرت کا سامان ہواس کا سوال ہی نہ تھا۔ سید النساء اہل الجنۃ حضرت فاطمہ الزہراء کے ساتھ شادی ہوئی تو علیحدہ مکان میں رہنے لگے۔ آپؓ کے گھر میں دنیاوی عیش وعشرت اور شان وشوکت کا دور دور نشان نہیں تھا۔ شادی کے وقت جو سامان سیدہ فاطمہؓ لے کر آئیں تھیں ان میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ چکی پیستے پیستے خاتونِ جنتؓ کے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ گھر میں اوڑھنے کی صرف ایک چادر تھی وہ بھی اس قدر مختصر کہ پاؤں چھپاتے تو سر کھل جاتا اور سر چھپاتے تو پاؤں کھل جاتا۔ معاش کی یہ حالت تھی کہ ہفتوں گھر میں پکانے کا کوئی سامان نہیں ہوتا۔ بھوک کی شدت ہوتی تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے۔ ایامِ خلافت میں بھی زُہد کا دامن نہیں چھوٹا اور معمولاتِ زندگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ معمولی لباس اور روکھا سوکھا کھانا آپؓ کے لئے دنیا کہ نعمت تھی۔ دروازے پر کوئی دربان نہیں ہوتا تھا۔ امیر المومنین ایک عام شہری کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ گھر میں کوئی خادمہ نہیں ہوتی تھی۔ حضرت بی بی فاطمہؓ گھر کا تمام کام خود اپنے ہاتھوں سے کرتیں تھیں۔

(ازالۃ الخفاء بحوالہ ابن ابی شیبہ)

سادگی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ کوئی آپؓ سے کوئی مسئلہ پوچھنے یا اپنی کوئی حاجت کے لئے حاضر ہوتا تو دیکھتا کہ کبھی آپؓ اپنا جوتا ٹانک رہے ہیں، کبھی اونٹ چراتے ہوئے، کبھی مٹی کھودتے ہوئے پاتے۔ مزاج میں بے تکلفی اتنی تھی کہ کچی مٹی کے فرش پر سو جاتے۔ ایامِ خلافت میں بھی چھوٹی آستین اور اونچے دامن کا کرتا پہنتے اور معمولی کپڑے کا تہہ بند باندھتے۔ بازار میں گشت کرتے تھے اور تعظیماً کوئی پیچھے ہو لیتا تو منع فرماتے کہ اس سے ولی کے دل میں فتنہ اور مومن کے لئے

ذلت ہے۔ (بخاری کتاب المناقب، مناقبِ علیؓ)

حضرت علیؓ اپنا سودا سلف بازار سے خود خرید کر لاتے تھے۔ ایک دن بازار سے کھجوریں خریدیں اور خود اٹھا کر چل دئے تو ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین! مجھے دیجئے میں آپؓ کے گھر تک پہنچا دوں گا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ بچوں کا باپ ہی اس کا زیادہ مستحق ہے۔ (ادب المفرد الکبر)

16.4 ۔ شجاعت

شجاعت میں حضرت علیؓ کی ایک خاص شان تھی جس میں آپؓ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کے سوا تمام غزواۃ میں شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے خود آپؓ کو اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے لئے مدینہ طیبہ میں چھوڑ دیا تھا۔ حضرت علیؓ کے پوچھنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تمہاری میرے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی حضرت ہارون علیہ اسلام کی حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے ساتھ تھی بس فرق یہ ہے کہ وہ نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو۔ جنگِ بدر آپؓ کا پہلا غزوۃ تھا جس میں آپؓ نے بہادری کے جوہر دکھائے۔ آپؓ کی جوانی کا زمانہ تھا۔ جنگ کے آغاز میں ولید سے مقابلہ ہوا اور ایک ہی وار میں آپؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ شیبہ کے مقابلہ میں حضرت عبید اللہ بن حارثؓ آئے اور شیبہ نے حضرت عبید اللہ بن حارثؓ کو زخمی کر دیا تو حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ غزوۃ احد میں کفار کا جھنڈا

طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے مبارزت طلب کی تو حضرت علی مرتضیٰؓ ہی اس کے مقابلہ پر آئے اور سر پر ایسی تلوار ماری کہ سر کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کو خبر ہوئی تو فرطِ مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کے نعرے لگائے۔

غزوۂ خندق میں بھی حضرت علیؓ نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ عرب کے مشہور پہلوان عمرو بن عبدود نے مبارزت طلب کی تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے مقابلہ کی اجازت طلب کی۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو اپنی تلوار عنایت کی اور خود اپنے دستِ مبارک سے ان کے سر پر عمامہ باندھا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی! اے اللہ تو اس مقابلہ میں علیؓ کا مددگار رہو۔ حضرت علیؓ نے بڑی بے جگری سے اس پہلوان کا مقابلہ کیا اور آخر کار وہ جہنم رسید ہوا۔ جب آپؓ نے اسے زیر کر کے تکبیر کا نعرہ بلند کیا تو مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ نے اپنے حریف پر کامیابی حاصل کر لی ہے۔

غزوۂ خیبر میں جب ایک قلعہ فتح کرنے میں کئی دن لگ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو محبوب رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کے محبوب اسے محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے دن آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ خیبر کا سب سے طاقت ور انسان مرحب تلوار لہراتا ہوا اور اشعار پڑھتا ہوا مقابلہ پر آیا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت علیؓ بھی اشعار پڑھتے ہوئے آگے بڑھے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے ہوئے اس کے سر پر اتنی زور کا وار کیا کہ وہ ایک ہی وار میں ڈھیر ہو گیا اور قلعہ فتح

ہوگیا۔ خیبر کی فتح کو آپؓ کی جنگی کامیابیوں میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

غزوۂ ہوازن اس لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے کہ اس غزوۂ میں تمام قبائل متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے آ گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن صحابہ کرامؓ کو جھنڈے دیئے ہوئے تھے ان میں حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ جنگ کے شروع ہی میں کفار نے تیروں کی بارش کر دی جس کی وجہ سے مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے۔ صرف چند صحابہ ثابت قدمی سے لڑتے رہے ان میں حضرت علیؓ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزواۃ میں اور خود ان کے زمانے میں جو معرکے پیش آئے ان میں کبھی انہوں نے پسپائی اور بزدلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔

شجاعت کی اقسام:

شجاعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں اور دونوں کے لئے الگ الگ ہنر، صلاحیت اور حوصلہ چاہیئے ہوتا ہے۔ اور وہ دونوں قسمیں حضرت علیؓ کے اندر بھرپور طریقہ سے موجود تھیں۔ ایک پہلوانوں کی شجاعت ہوتی ہے اور دوسری حکام اور سپہ سالار کی شجاعت۔ پہلوانوں کی شجاعت یہ ہوتی ہے کہ دوبدو لڑائی (مبارزت) میں دل کی مضبوطی اور مدِ مقابل پر گرفت اور غلبہ کی قوت ہو۔ اور سرداروں کی شجاعت یہ ہے کہ عدالت اور عقلمندی، صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت، فوج کو استعمال کرنے کا ہنر، موجود وسائل کے ساتھ دشمن کو شکست دینے اور ملکوں کو فتح کرنے کی صلاحیت اور حوصلہ ہو۔ سردار کو اس بات کا علم ہونا چاہیئے کہ جنگ کرنے اور صلح

کرنے میں کس وقت جلدی کرنی چاہیئے اور کس وقت دیر کرنی چاہیئے۔ اپنی فوج کی صلاحیتوں کے بارے میں پوری معلومات ہونی چاہیئے تا کہ ان کی صلاحیتوں کو مدِ نظر رکھ کر ان کو بہتر طریقہ سے استعمال کیا جا سکے۔

16.4.1 ۔ دشمنوں کے ساتھ حسنِ سلوک

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہادر وہ نہیں جو دشمن کو پچھاڑ دے، بلکہ بہادر وہ ہے جو اپنے نفس کو زیر کرے۔ حضرت علی ؓ میدان کے مجاہد تھے۔ آپ ؓ کی زندگی کا زیادہ تر حصہ مخالفین کی معرکہ آرائی میں گزرا لیکن اس کے باوجود آپ ؓ نے اپنے دشمن سے بھی اچھا برتاؤ کیا۔ ایک دفعہ ایک لڑائی میں آپ ؓ کا حریف گر کر برہنہ ہو گیا تو آپ ؓ اس کو چھوڑ کر الگ کھڑے ہو گئے تا کہ اس کو شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔ جنگِ جمل کے بعد آپ ؓ نے خود جا کر ام المومنین ؓ کی خیریت دریافت کی اور مدینہ جانے کے لئے ان کے سفر کا مکمل بندوبست کیا۔

جنگِ جمل میں حضرت زبیر ؓ حضرت علی ؓ کے مخالفین میں سے تھے، مگر جب ان کا قاتل ابن جرموزان کی تلوار لے کر آپ ؓ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ؓ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا! صفیہ ؓ کے فرزند کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو۔ پھر حضرت زبیر ؓ کی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا! یہ وہی تلوار ہے جس نے کئی مرتبہ آنحضرت ﷺ کے چہرے سے مشکلات کے بادل کو ہٹایا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے میرے حواری زبیر ؓ ہیں۔ (مستدرک ج ۳ ص ۳۶۷)

حضرت علیؓ کے سب سے بڑے دشمن اور قاتل ابن ملجم کے متعلق وصیت کی کہ اس کا معمول کے طور پر قصاص لینا نہ اس کا مثلہ کرنا یعنی ہاتھ پاؤں اور ناک کا کاٹنا وغیرہ اور ایک ہی وار میں اس کا خاتمہ کرنا۔

16.5 ۔ حضرت علیؓ کی سخاوت

16.5.1 ۔ فقیر اور اشرفیوں کا قصہ

امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰؓ کی مجلس میں ایک ضعیف البدن آدمی داخل ہو گیا۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں اور پیشانی ابھری ہوئی تھی۔ بھوک و افلاس اور محتاجی کے آثار اس پر ظاہر ہو رہے تھے اور جو کپڑے اس نے پہنے ہوئے تھے اس میں بے شمار پیوند لگے ہوئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ قریب آیا اور آپؓ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹ حیاء کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ پھر اس نے اپنے اوپر ضبط کرنے کے بعد کمزور آواز میں دربارِ خلافت میں عرض کیا! یا امیر المومنینؓ! میں ضرورت مند ہوں۔ میں نے اپنی حاجت آپؓ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں پیش کی ہے۔ اگر آپؓ میری حاجت روائی کریں گے تو میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور آپؓ کا شکریہ ادا کروں گا۔ اور اگر آپؓ نے میری حاجت پوری نہ کی تو میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور آپؓ کا عذر قبول کروں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! یہ بات زمین پر لکھو۔ کیونکہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ میں تمہارے چہرے پر سوال کی ذلت دیکھوں۔ اس آدمی نے زمین پر لکھ دیا کہ میں حاجت مند

ہوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کو ایک جوڑا کپڑے کا عطا کیا جائے۔ جوڑا لایا گیا اور اس شخص کو پہنایا گیا۔ پھر اس شخص نے یہ اشعار کہے۔

اِن نلت حسن ثنائی نلت مکرکة

ولست تبغی بما قد قلتة بدلا

اِن الثناء لیحیی ذکر صاحبه

کالغیث یُحیی نداه السهل والجبلا

لا تزهد الدهر فی ضیر تُوفَّقه

فکل عبد سیجزی با لذی عملا

آپؓ نے مجھے کپڑوں کا ایسا جوڑا پہنایا جس کی خوبیاں پُرانی ہو جائیں گی لیکن میں آپؓ کو حسنِ تعریف کے جوڑے پہناؤں گا۔ اگر آپؓ کو میری حسنِ تعریف حاصل ہوئی تو آپؓ نے عزت کی چیز کو حاصل کیا اور جو کچھ میں نے کہا آپؓ اس کا بدل نہیں ڈھونڈیں گے۔ کسی کی تعریف اس کو (جس کی تعریف کی گئی ہے) زندہ رکھتی ہے۔ جیسے شیر کی آواز میدانوں میں اور پہاڑوں میں زندہ رہتی ہے۔ تو کبھی بھی خیر کے کام سے بے رغبت نہ ہونا، جس کی تمہیں توفیق ملے۔ کیونکہ ہر بندے کو اس کے عمل کا بدلہ ملنے والا ہے۔

(جب حضرت علیؓ نے اس کے اشعار سنے تو) فرمایا! اشرفیاں لاؤ۔ چنانچہ سو دینار لائے گئے۔ آپؓ نے اس فقیر کو دے دئے۔ اصبغ نے کہا! اے امیر المومنینؓ! آپؓ نے اس کو حلّہ (کپڑوں کا جوڑا) اور سو دینار دے دئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! ہاں۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا

ہے کہ " لوگوں کو ان کے درجات پر اتارو" میرے نزدیک اس شخص کا یہی مرتبہ ہے۔ (الکنز ۶/ ۶۳۰)

16.6 ۔ سیدنا علیؓ کا لباس

خالد بن امیہ سے مروی ہے کہ میں نے اس حالت میں علیؓ کو دیکھا کہ ان کی تہہ بند گھٹنوں سے ملی ہوئی تھی۔

عبداللہ بن ابی الہذیل سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو کھدّر کا کرتہ پہنے دیکھا۔ جب وہ اس کی آستین کھینچتے تھے تو ناخن تک کھچ جاتی تھی اور جب وہ ڈھیلا کرتے تو وہ ان کی نصف کلائی تک پہنچ جاتی تھی۔

عطا بن محمد سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو موٹے کپڑے کا بے دھلا کرتہ پہنے دیکھا۔ ابو العلاء مولائے المسلمین سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو ناف سے اوپر تہہ بند باندھتے دیکھا۔

عمرو بن قیس سے مروی ہے کہ علیؓ کو پیوند لگی تہبند باندھے دیکھا تو ان سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ دل کو خاکسار بناتی ہے اور مومن اس کی پیروی کرتا ہے۔

حر بن جرموز نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے علیؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ محل سے نکل رہے ہیں اور ان کے جسم پر دو قطری کپڑے تھے۔ ایک تہبند جو آدھی پنڈلی تک تھی اور ایک چادر پنڈلی سے اونچی اسی تہبند کے قریب تھی۔ ان کے ہمراہ درہ (چمڑے کا ہنٹر) تھا۔ جسے وہ بازار میں لے جاتے تھے اور لوگوں

کو اللہ سے ڈرنے اور ایمانداری سے کاروبار کرنے کا حکم دیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد)

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت کی کہ علیؓ نے چار درہم میں سنبلانی کرتہ خریدا، درزی کو بلا کے کرتے کی آستین کھینچی اور اتنے حصے کو کاٹنے کا حکم دیا جو ان انگلیوں سے آگے تھا۔

عطا ابی محمد سے مروی ہے کہ میں نے علیؓ کو بابِ صغیر سے نکلتے ہوئے دیکھا، جب آفتاب بلند ہو گیا تو انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ان کے جسم پر سکری کی طرح کا موٹے کپڑے کا کرتہ تھا جو ٹخنوں سے اوپر تھا۔ اس کی آستین انگلیوں تک تھیں اور انگلیوں کی جڑ کھلی ہوئی تھی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بازار سے دو کرتے خریدے اور اپنے غلام سے کہا کہ جو تجھے پسند ہے وہ لے لے۔ غلام نے عمدہ والا پسند کیا آپؓ نے وہ اسے دے دیا دوسرا خود پہن لیا۔ اس کی آستینیں بڑی تھیں۔ آپؓ نے قینچی منگوا کر بڑھی ہوئی آستینیں کاٹ لیں اور اس کو پہن کر خطبہ دینے کے لئے تشریف لے گئے۔

یہ تھے وہ اسلاف جن پر دین کا دارومدار تھا۔ تکلف اور بناوٹ ان کے پاس ہو کر نہیں گزری تھی۔ ایک ہم ہیں کہ تکلف و بناوٹ کے سوا کچھ نہیں۔

(تنبیہ الغافلین از فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ ص ۱۴۱)

16.6.1 ۔ عمامہ

جعفر کے آزاد کردہ غلام سے روایت ہے کہ میں نے علیؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے سر پر سیاہ عمامہ تھا جس کو وہ اپنے آگے اور پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔

ابی العنبس عمرو بن مروان نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ میں نے علیؓ کے سر پر سیاہ عمامہ دیکھا جسے وہ اپنے پیچھے لٹکائے ہوئے تھے۔

ابی جعفر انصاری سے مروی ہے کہ جس روز حضرت عثمانؓ شہید ہوئے، میں نے علیؓ کے سر پر سیاہ عمامہ پہنے ظلۃ النساء میں بیٹھے دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ سارے زمانے میں تم لوگوں کی تباہی ہو۔ (طبقات ابن سعد)

16.7 ۔ حضرت علیؓ خطیب اور شاعر

حضرت علیؓ فنِ خطابت میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ آپؓ کی تقریر سننے والوں کے ذہن اور قلوب پر اثر انداز ہوتی تھی۔ نہایت مدلل خطاب ہوتا تھا۔ حضرت ابو وائلؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے کوفہ میں لوگوں کے سامنے خطاب فرمایا، میں بھی سننے والوں میں موجود تھا، آپؓ نے فرمایا!

اے لوگو! بات یہ ہے کہ میں نے محتاجی اختیار کی اور محتاج ہو گیا۔ جس کو عمر دی گئی وہ آزمایا گیا۔ جس نے مصائب کے لئے تیاری نہیں کی تو جب اس میں مبتلا کیا جائے گا تو صبر نہیں کر سکے گا۔ جس کو جب مالک بنایا جائے اور اس نے اپنے آپکو ترجیح دی اور جس نے مشورہ نہیں لیا وہ پشیمان ہوتا ہے۔

پھر فرمایا! وہ زمانہ قریب ہے کہ جب اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اور قرآن میں سے صرف اس کی تحریر رہ جائے گی۔

سن لو! آدمی کو علم حاصل کرنے میں شرم نہیں محسوس کرنی چاہیے اور جس شخص سے ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہیں جانتا اسے چاہیئے کہ کہہ دے کہ میں نہیں جانتا۔

تمہاری مساجد ان دنوں بہت خوبصورت اور مزّین ہوں گی اور تمہارے دل اور بدن ہدایت سے خراب ہوں گے۔ آسمان کے نیچے سب سے زیادہ شریر تمہارے علماء ہوں گے۔ ان ہی سے فتنہ کا ظہور ہو گا اور انہیں میں لوٹے گا۔

اسی دوران ایک شخص نے کھڑے ہو کر آپؓ سے پوچھا! اے امیر المومنین ! ایسا وقت کب آئے گا۔ ارشاد فرمایا! جب فقہ تمہارے رزیلوں میں چلا جائے گا اور فحش تمہارے پسندیدہ لوگوں میں آجائے گا اور حکومت تمہارے ذلیل لوگوں میں چلی جائے گی پس اس وقت قیامت قائم ہو گی۔

(بیہقی ۔ کذا فی الکنز)

حضرت علیؓ کے خطبات میں روانی کے ساتھ ساتھ فصاحت اور بلاغت کا عنصر بھی نمایاں طور پر پایا جاتا تھا۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا!

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں میں اس کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مدد طلب کرتا ہوں اور اسی پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر توکل کرتا ہوں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور

دینِ حق اس لئے دے کر بھیجا کہ وہ اس کے ذریعہ تمہاری بیماری کو دور کریں اور اس کے ذریعہ تم میں سے جو غافل ہیں انہیں بیدار کریں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تم مرو گے اور موت کے بعد اٹھائے جاؤ گے اور اپنے اعمال کے لئے کھڑے کئے جاؤ گے اور اعمال پر تمہیں بدلہ دیا جائے گا۔ لٰہذا تم کو دنیاوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ (علامہ ابن جوزی)

حضرت علی شعر وسخن کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ آپؓ جنگوں میں اور محفلوں میں موقع کی مناسبت سے برجستہ اشعار کہا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کو شعر گوئی کا ملکہ بھی حاصل تھا۔ آپؓ کے اشعار صاف ستھرے اور پاکیزہ اخلاق کی نشان دہی کرتے تھے۔ احادیث کی کتابوں میں حضرت علیؓ سے منسوب بعض اشعار موجود ہیں۔ معرکہ خیبر میں مقابلہ سے پہلے جو اشعار کہے وہ حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

انا الذی سمتنی اُمی حیدرة

میں ہوں جس کا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے

کلیث غابات کریه المنظره

جھاڑی کے شیر کی طرح خوف ناک اور ڈراؤنا

او فیهم با لصاع قیل السدره

میں دشمن کو نہایت تیزی سے قتل کر دیتا ہوں

17.0 ۔ حضرت علیؓ کی کرامات

حضرت علیؓ کی بے شمار کرامات ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

17.1 ۔ چکی کا خود بخود چلنا

اس کرامت کے بارے میں حضرت حبانؒ نے اپنی کتاب " **امعاف الراغبین** " میں واقعہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوذر غفاریؓ کو بھیجا کہ حضرت علیؓ کو بلا کے لائیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ گئے تو دیکھا کہ چکی خود بخود چل رہی ہے اور وہاں کوئی آدمی بھی نہیں ہے۔ انہوں نے آ کر اس عجیب کرامت کا تذکرہ رسول کریم ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

اے ابوذرؓ! اللہ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی ڈیوٹیاں بھی عطا فرما دی ہیں کہ یہ میری آل کی مدد کرتے ہیں۔ (جامع کرامات اولیاء ازالۃ الخفاء)

17.2 ۔ جھوٹ کی سزا

حضرت علیؓ کی خدمتِ اقدس میں ایک شخص آپؓ کے مخالفین کا جاسوس بن کر رہتا تھا۔ آپؓ کی خفیہ باتوں کی اطلاعات آپؓ کے مخالفین کو پہنچاتا تھا۔ ایک دن آپؓ نے اس ضمن میں اس سے دریافت کیا تو اس نے قسمیں کھانی شروع کر دیں اور اپنی بے گناہی کا یقین دلانا شروع کر دیا۔ حضرت علیؓ اس کی دیدہ دلیری

دیکھ کر جلال میں آ گئے اور فرمایا! اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی بینائی چھین لے۔ چند دن ہی گزرے ہوں گے کہ اس شخص کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی اور وہ اندھا ہوگیا اور اسے لوگ لاٹھی پکڑا کر چلایا کرتے تھے۔

(شواہد النبوۃ)

17.3 ۔ سیلاب ختم ہوگیا

حضرت علیؓ کے عہدِ خلافت میں ایک مرتبہ نہر فرات میں زبردست طغیانی کی باعث سیلاب آ گیا جس سے تمام لوگ متاثر ہوئے۔ کھیت برباد ہو گئے۔ لوگ آپؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بارے میں فریاد کی۔ آپؓ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کا جبہ مبارک اور عمامہ شریف اور چادر زیب تن فرمائی۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک جماعت آپؓ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ جن میں حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ بھی تھے۔ آپؓ پل پر پہنچے اور اپنے عصا مبارک سے فرات کی طرف اشارہ فرمایا تو نہر کا پانی فوری طور پر تھوڑا سا کم ہوگیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید پانی کم ہوگیا۔ جب تیسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو سارا پانی اتر گیا اور سیلاب ختم ہوگیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے شور مچایا۔ امیر المومنینؓ ! بس کیجئے، اس قدر ٹھیک ہے۔

(شواہد النبوۃ)

17.4 ۔ گستاخ اندھا ہوگیا

سیدنا علیؓ کی ایک کرامت کے بارے میں علی بن زازانؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپؓ نے کوئی بات ارشاد کی تو ایک گستاخ نے آپؓ کو ٹوکتے ہوئے نہایت بے باکی سے یہ کہا! اے امیر المومنین آپؓ جھوٹے ہیں۔ آپؓ جھوٹے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ اے شخص اگر میں سچا ہوں تو پھر تو تو ضرور اللہ کے قہر میں گرفتار ہوگا۔ یہ سن کر اس گستاخ نے پھر گستاخی کرتے ہوئے کہا کہ آپؓ بے شک میرے لئے بددعا کریں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ ابھی اس نے یہ بات کی ہی تھی کہ اسی وقت اس کی آنکھوں کی بینائی ختم ہوگئی اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہو کر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

17.5 ۔ اپنے وصال کی خبر

حضرت ابن فضالہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنینؓ مقام ینبع میں شدید علیل ہوگئے تو میں اپنے والد محترم کے ساتھ آپؓ کی عیادت کے لئے گیا۔ گفتگو کے دوران میرے والد نے عرض کیا کہ اے امیر المومنینؓ! آپؓ اس وقت ایک ایسے مقام پر بیماری کی حالت میں قیام پزیر ہیں کہ اگر اس مقام پر آپؓ کا وصال ہوگیا تو پھر تو قبیلہ جہنیہ کے گنوار لوگوں کے علاوہ اور کون آپؓ کی تجہیز و تکفین کرے گا۔ اس لئے میری آپؓ سے درخواست ہے کہ آپؓ مدینہ طیبہ تشریف لے چلیں کیونکہ اگر وہاں آپؓ کا وصال ہوتا ہے تو وہاں آپؓ کے جان نثار مہاجرین

اور انصار اور دیگر محترم صحابہ کرامؓ آپؓ کا جنازہ پڑھیں گے اور یہ مقدس شخصیات آپؓ کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کریں گی۔ یہ سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا!

اے فضالہ! تم اطمینان رکھو میں اس مرض میں ہرگز ہرگز انتقال نہیں کروں گا۔ سن لو میرا انتقال اس وقت تک ہرگز نہیں ہوگا جب تک کہ تلوار کی وار سے میری اس پیشانی اور داڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم)

17.6 ۔ دیوار گرنے سے رک گئی

جعفر بن محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے سامنے دو شخص جن میں جھگڑا تھا پیش ہوئے تو وہ ایک دیوار کے ساتھ بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے کہا کہ یہ دیوار گرنے والی ہے تو حضرت علیؓ نے اس سے کہا کہ تو اپنا بیان جاری رکھ اللہ ہماری حفاظت کے لئے کافی ہے۔ پھر آپؓ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور وہاں سے اٹھ گئے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء)

17.7 ۔ مُردوں سے کلام

ایک دفعہ فجر کے وقت آپؓ کے ذہن میں موت، قبر، آخرت اور حساب و کتاب کا خیال آنے لگا۔ چنانچہ آپؓ مدینہ منورہ کے قبرستان کی طرف تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر آپؓ نے بڑے دردمندانہ آواز میں پکار کر کہا:

اے قبر والو! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکات ہو۔ آپؓ کو آواز آئی کہ تم پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ قبروں میں سے آواز آئی کہ اے امیر المومنین! ہمارے جانے کے بعد جو کچھ ہوا اس کی ہمیں خبر دیجئے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو تمہاری بیویاں تھیں انہوں نے آگے شادیاں کرلیں ہیں۔ اور تمہارے جو مال تھے وہ تقسیم ہو گئے ہیں۔ اور تمہاری اولاد کا شمار یتیموں میں ہونے لگا ہے۔ اور جن عمارتوں کو تم نے تعمیر کیا تھا ان میں دوسرے لوگ آ کر آباد ہو گئے ہیں۔ یہ ہیں وہ خبریں جو ہمارے پاس تھیں۔ اب تم بتاؤ تمہارے پاس کیا خبریں ہیں۔

آواز آئی! ہمارے کفن پھٹ گئے ہیں۔ ہمارے شعور منتشر ہو گئے ہیں۔ کھالیں ٹکڑے ٹکڑے ہو گئیں ہیں۔ آنکھیں رخساروں پر بہہ گئی ہیں۔ ناک کے نتھنوں سے خون اور پیپ بہنے لگا ہے۔ جو اعمال ہم نے آگے بھیجے تھے وہ ہم نے پالئے ہیں۔ اور جو کچھ ہم پیچھے چھوڑ کر آئے تھے اس میں ہمیں خسارہ ہوا اور ہم رہن رکھے ہوئے ہیں۔

(معجم کرامات الصحابہؓ ص۹۴)

18.0 ۔ حضرت علیؓ کے فرمودات

18.1 ۔ حضرت علیؓ کے حکیمانہ اقوال

آپؓ نے فرمایا! لوگو! اپنے زبان اور جسمانی حرکات کو ایک رکھو۔ اپنے اعمال وقلوب سے جدائی کرو۔ قیامت میں آدمی کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ وہ کر جائے گا۔ ان ہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی۔ کوئی عمل تقویٰ اور خلوص کے بغیر قابلِ قبول نہیں۔ اے عالمِ قرآن! عاملِ قرآن بھی بن، عالم وہی ہے جس نے پڑھ کر اس پر عمل کیا اور اپنے علم وعمل میں موافقت پیدا کی۔ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ عالموں کے علم وعمل میں سخت اختلاف ہوگا۔ وہ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کریں گے۔ حتیٰ کے کوئی شخص ان کے پاس آ بیٹھے گا تو اس کو الگ بیٹھنے کا حکم دیں گے۔ یاد رکھو! اعمال حلقہ ومجلس سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ذاتِ الٰہی سے۔ حسنِ خلق آدمی کا جوہر، عقل اس کی مددگار اور ادب انسان کی میراث ہے۔ وحشت غرور سے بدتر چیز ہے۔

ایک شخص نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے تقدیر کا مسئلہ سمجھا دیجئے۔ آپؓ نے فرمایا کہ اندھیرا راستہ ہے مت پوچھو۔ اس نے پھر وہی عرض کیا! آپؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھید ہے سمجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے کیوں اس کی تفتیش کرتا ہے۔ اس نے پھر اصرار کیا تو آپؓ نے کہا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری مرضی کے مطابق پیدا کیا یا تمہاری فرمائش پر پیدا کیا۔

اس نے کہا کہ اللہ نے اپنی مرضی کے مطابق پیدا کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ بس پھر وہ جب چاہے اور جس طرح چاہے تم کو استعمال کرے اس میں کوئی چارا نہیں۔ ہر مصیبت کی ایک انتہا ہوتی ہے جب وہ کسی پر آتی ہے تو اپنی انتہا تک پہنچ کر رہتی ہے۔ غافل کو چاہئے کہ جب مصیبت میں گرفتار ہو تو بھٹکتا ہوا نہ پھرے اور اس کو دور کرنے کی تدبیریں کرے کیونکہ اور زحمت ہوگی۔ مانگنے پر کسی کو کچھ دینا ہو تو بخش دے اور بغیر مانگے دینا سخاوت ہے۔ عبادت میں سستی پیدا ہونا، معیشت میں تنگی کا پیدا ہونا، لذتوں میں کمی کا آجانا گناہ کی سزا ہے۔ حضرت حسنؓ کو آپؓ نے آخری بار نصیحت کی کہ سب سے بڑی دولت عقل ہے اور سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے۔ سخت ترین وحشت غرور ہے اور سب سے بڑا اکرم حسنِ خلق ہے۔ احمق کی صحبت سے پرہیز کرو، وہ چاہتا تو ہے کہ تم کو نفع پہنچائے لیکن نقصان پہنچاتا ہے۔ جھوٹے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ قریب ترین کو بعید اور بعید ترین کو قریب کر دیتا ہے۔ بخل سے بچو کیونکہ وہ تم سے وہ چیز چھوڑا دے گا جس کی تم کو سخت ضرورت ہے۔ تاجر کے پاس نہ بیٹھو کیونکہ وہ تم کو کوڑیوں کے مول بیچ دے گا۔

پانچ باتیں یاد رکھو:

کسی شخص کو سوائے گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرانا۔ سوائے اللہ تعالیٰ سے اور کسی آدمی سے امید نہ رکھنا۔ جو چیز نہ جانتے ہو اس کے سیکھنے میں کبھی شرم نہ کرنا۔ کسی عالم سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جسے وہ نہ جانتا ہو اسے بلا دریغ کہہ دینا چاہئے کہ اللہ بہتر جانتا ہے (یعنی میں نہیں جانتا)۔ صبر اور ایمان میں وہی

نسبت ہے جو سر اور جسم میں، جب صبر جاتا رہے تو سمجھو ایمان بھی جاتا رہا۔ جب سر ہی جاتا رہا تو جسم کیسے بچ سکتا ہے۔ فقیہ اس شخص کو کہنا چاہئے جو لوگوں کو اللہ سے ناامید نہ کرے اور گناہوں کی رخصت نہ دے اور اللہ کے عذاب سے بے خوف نہ کر دے۔ قرآنِ کریم سے ہٹا کر کسی اور طرف نہ کر دے۔ انار کو اس پتلی جھلی کے ساتھ کھانا چاہئے جو دانوں کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ وہ معدہ میں جا کر غذا پکا دیتی ہے۔ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ مومن ایک ادنیٰ غلام سے بھی زیادہ ذلیل ہو گا۔ (تاریخ الاسلام۔مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا! مجھے تمہارے بارے میں دو باتوں کا خطرہ اور خوف ہے۔

۱) آرزوؤں کی زیادتی

۲) شہوتوں کی پیروی

آرزوؤں کی زیادتی، آخرت فراموشی اور خواہشات کی پیروی راہِ حق سے محرومی کا سبب ہے۔ دنیا تمہارے پیچھے اور آخرت تمہارے سامنے ہے، آج عمل ہے حساب نہیں کل حساب ہوگا عمل نہیں، جو کرنا ہے آج کر لو کل کچھ نہ کر سکو گے۔

(تنبیہ الغافلین از فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ ص ۱۸۸)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا! جس نے اپنے اندر چھ باتیں پیدا کر لیں اس نے جنت میں جانے اور جہنم سے بچنے کی کوشش مکمل کر لی۔

۱) اللہ کو پہچان کر اس کی اطاعت میں لگ گیا۔

۲) شیطان کو پہچان کر اس کی مخالفت میں سرگرم ہو گیا۔

۳) حق کو سمجھ کر اس کی پیروی میں لگ گیا۔

۴) باطل کی حقیقت کو جانا اور اس سے مکمل پرہیز کیا۔

۵) دنیا کو پہچانا اور اس کو چھوڑ دیا۔

۶) آخرت کی فکر اور طلب میں لگ گیا۔

(تنبیہ الغافلین از فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ ص۱۹۲)

18.2 ۔ سیدنا علی المرتضیٰ کے راہ نما اقوال

۔ عقیدہ میں شک رکھنا شرک کے برابر ہے۔
۔ ادب بہترین کمالات اور خیرات افضل ترین عبادت ہے۔
۔ موت ایک بے خبر ساتھی ہے۔
۔ عادت پر غالب آنا کمال فضیلت ہے۔
۔ دوستی ایک خود پیدا کردہ رشتہ ہے۔
۔ اچھے اخلاق سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔
۔ گناہوں پر نادم ہونا ان کو مٹا دیتا ہے اور نیکیوں پر مغرور ہونا ان کو برباد کر دیتا ہے۔
۔ فاسق کی بُرائی بیان کرنا غیبت نہیں۔
۔ آدمی کی قابلیت اس کی زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔
۔ معافی نہایت اچھا انتقام ہے۔
۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اپنی جان بھی بھلا دیتا ہے۔
۔ حرام کاموں سے نفس کو روکنا بھی صبر کی دوسری قسم ہے۔
۔ آدمی اگر عاجز ہو اور نیک کام کرتا ہے تو اس سے اچھا ہے کہ جو طاقت رکھے اور برے کام کو نہ چھوڑے۔
۔ علم مال سے بہتر ہے کیونکہ علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی۔

۔ شریف کی پہچان یہ ہے کی جب کوئی سختی کرے تو سختی سے پیش آتا ہے اور جب اس سے کوئی نرمی کرے تو نرم ہو جاتا ہے۔ اور کمینے سے جب کوئی نرمی کرے تو وہ سختی سے پیش آتا ہے اور جب کوئی سختی کرے تو ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔

۔ علماء اس لئے غریب و بے کس ہیں کہ جاہل لوگ زیادہ ہیں جو ان کی قدر و قیمت نہیں سمجھتے۔

۔ جلد معاف کرنا انتہائی شرافت ہے اور انتقام لینے میں جلدی کرنا انتہائی رزالت ہے۔

۔ تجربے کبھی ختم نہیں ہوتے اور عقلمند وہ ہے جو ان سے ترقی حاصل کرتا رہے۔

۔ غریب وہ ہے جس کا کوئی دوست نہ ہو۔

۔ سچائی میں اگرچہ خوف ہے مگر باعث نجات ہے اور جھوٹ میں اطمینان ہے مگر ہلاکت کا سبب ہے۔

۔ بخیل دنیا میں فقیروں کی سی زندگی بسر کرے گا اور عاقبت میں امیروں کا سا حساب دے گا۔

۔ ہمسائے کے ساتھ بدخواہی اور اقارب کے ساتھ بُرائی شقادت ہے۔

۔ فسق و فجور کے مقام سے دور رہ کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مقام اور اس کے عذاب کے محل ہیں۔

- تیرے مال میں تیرا حصہ تو صرف اتنا ہے جسے تو نے آخرت کے لئے بھیج دیا اور جسے تو نے دنیا میں چھوڑ دیا وہ تیرے وارثوں کا ہے۔
- امن کی طرف راستہ مل جانے کی صورت میں خوف کی حالت میں مقیم رہنا نادانی ہے۔
- اگر تو کسی کے ساتھ احسان کرے تو اس کو مخفی رکھ اور جب تیرے ساتھ کوئی احسان کرے تو اس کو ظاہر کر۔
- اپنا واجبی حق لینے میں کوتاہی نہ کرو البتہ دوسرے کے حقوق غضب کرنے سے بچو۔
- غیبت سننے والا غیبت کرنے والوں میں داخل ہے اور بُرے کام پر راضی ہونے والا گویا اس کام کو کرنے والا ہے۔
- تھوڑا علم فسادِ عمل کا موجب ہے اور صحتِ عمل صحتِ علم پر منحصر ہے۔
- جب تک کسی شخص کا پوری طرح حال معلوم نہ ہو اس کی نسبت بزرگی کا اعتقاد نہ رکھنا۔
- جب تک کسی شخص سے بات چیت نہ ہو اسے حقیر نہ سمجھو۔
- لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے۔
- جب دشمن پر تم کو قابو حاصل ہو تو اس پر قابو پانے کا شکریہ یہ ہے کہ اس کو معاف کر دو۔
- جب تقدیر کا معاملہ آجاتا ہے تو تدبیر رائگاں ہو جاتی ہے
- طمع کی چکا چوند سے عقل گر جاتی ہے۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت علی ؓ سے درخواست کی کہ ہم دس آدمی ہیں اور سوال ایک ہی ہے مگر جواب جداگانہ چاہتے ہیں۔ آپ ؓ نے فرمایا سوال کرو۔ اس نے سوال پیش کیا کہ علم بہتر ہے یا مال۔ آپ ؓ نے اس طرح جواب دینا شروع کیا۔

۔ علم اسلئے کہ مال کی تم کو حفاظت کرنی ہوتی ہے اور علم تمہاری حفاظت کرتا ہے۔

۔ علم اس لئے کہ مال فرعون اور ہامان کا ترکہ ہے اور علم انبیاء کی میراث ہے۔

۔ علم اس لئے کہ مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے اور علم ترقی کرتا ہے۔

۔ علم اس لئے کہ مال دیر تک رکھنے سے پرانا ہو جاتا ہے اور علم کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا

۔ علم اس لئے کہ مال کو ہر وقت چوری کا خطرہ ہوتا ہے علم کو نہیں۔

۔ علم اس لئے کہ صاحبِ مال کبھی بخیل بھی کہلاتا ہے مگر صاحبِ علم کریم کہلاتا ہے۔

۔ علم اس لئے کہ اس سے دل کو روشنی ملتی ہے اور مال سے دل میں ظلمت آتی ہے۔

۔ علم اس لئے کہ کثرتِ مال سے فرعون وغیرہ نے خدائی دعویٰ کیا مگر کثرتِ علم سے رسول اللہ ﷺ نے " **ما عبد نا ک حق عباد** " تک کہا۔

۔ علم اس لئے کہ مال سے بے شمار دشمن پیدا ہوتے ہیں مگر علم سے

ہر دلعزیزی پیدا ہوتی ہے۔

۔ علم اس لئے کہ یومِ قیامت مال کا حساب ہوگا مگر علم پر کوئی حساب نہیں ہوگا۔

۔ علم ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتا ہے اور جہل اعلیٰ کو ادنیٰ بنا دیتا ہے۔

۔ حکمت مومن کی کھوئی ہوئی چیز ہے حکمت خواہ منافق سے ملے لے لو۔

۔ جو چیز اپنے لئے پسند کرو دوسرے کے لئے بھی پسند کرو۔

۔ سب سے بہترین لقمہ وہ ہوتا ہے جو اپنی محنت سے حاصل کیا گیا ہو۔

۔ جو پاک دامن عورت پر تہمت لگائے اسے سلام مت کرو۔

۔ موت کو ہمیشہ یاد رکھو مگر اس کی آرزو نہ کرو۔

۔ ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں سچ بولنے سے نقصان کا اندیشہ ہو وہاں بھی سچ بولے۔

۔ لوگ بیماری کی وجہ سے غذا چھوڑ دیتے ہیں لیکن عذابِ الٰہی کے خوف سے گناہ نہیں چھوڑتے۔

۔ امر بالمعروف کرنے والا مومن کی کمر مضبوط کرتا ہے اور نہی عن المنکر کرنے والا منافق کو ذلیل کرتا ہے۔

18.3 ۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ملفوظات

۔ بندے کو اپنے رب کے سوا کسی سے امید نہیں باندھنی چاہئے اور نہ ڈرنا چاہئے سوائے اپنے گناہوں کے۔

۔ جو شخص نہیں جانتا اسے سیکھنے میں شرم نہیں کرنی چاہئے۔ اور جس سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہیں جانتا تو وہ واللہ اعلم کہنے میں شرم نہ کرے۔

۔ صبر کا مرتبہ ایمان کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا سر کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں، تو جب سر جائے گا تو جسم بھی جاتا رہے گا اسی طرح جب صبر جائے گا تو ایمان بھی جاتا رہے گا۔

۔ زید بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بنی عامر کے ایک شخص سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! مجھے تم میں دو بُرائیوں کا اندیشہ ہے۔ طولِ امل (امیدوں کا انبار) اور نفسانی خواہشوں کا اتباع۔ فرمایا کہ طولِ امل آخرت کو بھلا دیتا ہے اور خواہشِ نفس حق سے روک دیتا ہے۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ پیٹھ پھیر کے رخصت ہو رہی ہے اور آخرت سامنے آتی جا رہی ہے۔ دونوں میں سے ہر ایک کی اولاد ہے تو چاہئے کہ آخرت کی اولاد بنو۔ کیونکہ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہو گا عمل نہیں ہو گا۔ (ازالۃ الخفاء)

۔ حضرت حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا! خوش حالی ہے اس شخص کے لئے جو گمنام ہو اور لوگوں نے اسے نہ پہچانا اور اللہ نے اسے پہچانا کہ وہ اس کی رضا جوئی میں ہے۔ ایسے لوگ ہدایت کے چراغ ہیں۔ ہر خطرناک فتنہ ان

کی برکت سے دفع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

۔ راز فاش کرنے والے پیٹ کے ہلکے نہیں ہوتے اور نہ جلد باز، یہ ریا کار ہوتے ہیں۔

۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! غصہ کو ضبط کرو اور ہنسنا کم کرو۔ اس سے قلوب نہیں بگڑتے۔

۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! جس نے ایمان اور قرآن کو جمع کیا اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ خوشبودار بھی ہے اور خوش مزا بھی ہے۔ جس نے نہ ایمان کو جمع کیا نہ قرآن اس کی مثال اندرائن کی ہے کہ بدبودار اور بدمزا۔

(ازالۃ الخفاء)

حضرت علیؓ نے فرمایا!

ذکر ۔ دو ذکروں کے درمیان ہے۔

اسلام ۔ دو تلواروں کے درمیان ہے۔

گناہ ۔ دو فرضوں کے درمیان ہے۔

۱) ذکر دو ذکروں کے درمیان ہے۔ بندے کا اللہ کو یاد کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ پہلے اللہ اس کو ذکر کی توفیق دیتا ہے اور بندے کے یاد کرنے کے بعد اللہ اس کو مغفرت کے ساتھ یاد کرتا ہے تو گویا بندے کے یاد کرنے سے پہلے اور بعد میں اللہ یاد کرتا ہے۔

۲) اسلام دو تلواروں کے درمیان ہے۔ غیر مسلم اگر اسلام یا جزیہ وغیرہ قبول نہ کریں تو تلوار کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اللہ نہ کرے مرتد ہو جائے تو اس کی سزا تلوار ہے۔

۳) گناہ دو فرضوں کے درمیان ہے۔ بندے پر یہ فرض ہے کہ وہ گناہ سے بچے اور گناہ سرزد ہو جائے تو توبہ فرض ہے۔

(تنبیہ الغافلین از فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ ص ۲۷۵)

18.4 ۔ حضرت علیؓ کے وہ کلمات جو ضرب المثل بن گئے

۔ لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں، جب مرتے ہیں تو جاگتے ہیں۔

۔ وہ شخص ہلاک نہیں ہوا جس نے اپنا مرتبہ پہچان لیا۔

۔ آدمی اپنی اچھی قیمت خود بناتا ہے۔

۔ جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

۔ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہوتا ہے۔ جس کی زبان شیریں ہو گی اس کے دوست بہت ہوں گے۔

۔ اس کو نہ دیکھو کہ کس نے کہا، یہ دیکھو کہ کیا کہا۔

۔ مصیبت کے وقت گھبرا جانا مصیبت کو بڑھا دیتا ہے۔

۔ شرافت اور بدتمیزی ایک ساتھ جمع نہیں ہوتی۔

۔ حاسد کو کبھی راحت نہیں ملتی۔

۔ جھوٹ بولنے والے کی مروت نہیں چاہئے۔

۔ کوئی بزرگی تقویٰ سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتی۔

۔ توبہ سے زیادہ نجات دلانے والا کوئی سفارشی نہیں۔

۔ بھرے مجمع میں کسی کو نصیحت کرنا، اسے رسوا کرنا ہے۔

۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جس کا مکر سب سے زیادہ چھپا ہوا ہو۔

۔ حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے۔

۔ تمام عیبوں کا مجموعہ بخل ہے۔

- سعادت مند وہ ہے جو غیر کے حال سے عبرت حاصل کر لے۔
- یہ تعجب کی بات نہیں کہ مرنے والا کیسے مر گیا، تعجب کی بات یہ ہے کہ بچنے والا کیسے بچا۔
- اگر غیب کے پردے ہٹا دئے جائیں تو میرے یقین میں زیادتی نہ ہوگی۔
- احسان زبان کو قطع کر دیتا ہے۔

19.0 ۔ مسندِ علی بن ابی طالبؓ

19.1۔ شرائطِ خلافت

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے میرے کانوں نے سنا اور میرے دل نے اسے یاد کرلیا۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ سب لوگ قریش کے تابع ہیں۔ نیک لوگ ان کے نیکوں کے تابع ہیں اور بُرے لوگ ان کے بُروں کے تابع ہیں۔ (امام احمد بن حنبلؒ)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز خطبہ پڑھا اس میں فرمایا کہ اے لوگو! آگاہ رہو۔ سردار قریش سے ہونا چاہیئے، آگاہ رہو۔ سردار قریش سے ہونا چاہیئے، آگاہ رہو۔ سردار قریش سے ہونا چاہیئے۔ جب تک وہ تین صفتوں کو قائم رکھیں۔

۱) حاکم بنائے جائیں تو عدل کریں،

۲) وعدہ کریں تو پورا کریں،

۳) اور ان سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں۔

اور جو کوئی ان میں ایسا نہ کرے گا تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

(امام احمد بن حنبلؒ)

19.2 ۔ شیخینؓ کی افضلیت

شعبی نے حارث سے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ انبیاء اور مرسلین کے سوا باقی تمام پیرانِ اہلِ جنت کے اگلے اور پچھلوں کے سردار ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

سفیان ثوریؒ جامع بن راشد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں ہم سے ابویعلیٰ نے محمد بن علی (حنفیہ) سے روایت کر کے بیان کیا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے اپنے والد (حضرت علیؓ) سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کون بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا! ابوبکرؓ۔ پھر میں نے پوچھا کہ ان کے بعد کون؟ فرمایا عمرؓ۔ پھر میں ڈرا کہ ان کے بعد عثمانؓ کو نہ ذکر کریں لہٰذا میں نے کہا کہ پھر ان دونوں کے بعد آپؓ ہیں۔ فرمایا نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔

(بخاری و ابوداؤد)

حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا اس امت میں نبی (ﷺ) کے بعد سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں اور پھر عمرؓ ۔

(صحیح بخاری)

یہ قول حضرت علی المرتضیٰؓ کا ہے جس کو ان سے اسی (80) لوگوں نے روایت کیا ہے۔ (دیکھیے ازالۃ الخفاء و منہاج السنہ)

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عمرؓ غسل اور تکفین کے بعد چارپائی پر رکھے گئے

تو قبل اس کہ کہ ان کا جنازہ اٹھایا جائے چاروں طرف سے لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور سب ان کے لئے دعائے رحمت کرتے رہے اور میں بھی ان میں سے تھا۔ اس وقت یکایک اچانک کسی نے پیچھے سے آ کر میرے شانے پکڑ لئے میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعائیں کیں اور حسرت اور افسوس سے کہا! اے عمر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا کہ جس کے جیسے اعمال نامہ کے ساتھ اللہ سے ملنا آپ رضی اللہ عنہ کے اعمال نامہ سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ اللہ کی قسم! مجھے یہی خیال تھا کہ اللہ آپ کو آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کر دے گا کیونکہ میں اکثر اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ اور میں داخل ہوا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ اور میں نکلا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ۔ (غرض یہ کہ ہر کام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کو اپنے ساتھ شریک کر لیا کرتے تھے۔		(صحیح بخاری)

منصور بن معتمر، حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ کچھ لوگ انہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل جانتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا! اے لوگو! مجھے خبر پہنچی ہے کہ بعض لوگ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں اور اگر مجھے پہلے یہ خبر مل چکی ہوتی اور میں اس کی ممانعت کا اعلان کر چکا ہوتا تو میں اس پر اسے سزا دیتا۔ لہٰذا آج کے بعد میں یہ بات کسی سے سنوں گا تو کہنے والا مفتری ہے (بہتان لگانے والا) اور اس پر حد ہے۔ (یعنی اسے کوڑے لگواتا)۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

اس امت کے بہتریں اشخاص نبی ﷺ کے بعد ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ ان کے بعد اللہ جانے امت میں سے بہترین کون ہیں۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کے سات نجباء اور رقباء ہوتے ہیں۔ مگر مجھے چودہ نجباء و رقباء عطا ہوئے۔ ہم لوگوں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا! میںؓ اور میرے دونوں بیٹے حسنؓ و حسینؓ ، جعفرؓ ، حمزہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، مصعب بن عمیرؓ، بلالؓ، سلمان فارسیؓ، عمار بن یاسرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابوذرؓ، اور مقدادؓ۔ (جامع ترمذی)

ابو حبان اپنے والد سے اور وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ رحم کرے ابو بکرؓ پر (انہوں نے بڑے بڑے کام کئے) مجھے اپنی بیٹی بیاہ دی اور مجھے دارالہجرت (مدینہ منورہ) تک سوار کرلائے۔ اور بلالؓ کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا۔ اللہ رحم فرمائے عمرؓ پر سچ کہتے ہیں اگرچہ وہ تلخ ہو ان کو حق بات بولنے نے اس حال میں پہنچایا کہ حق بولنے کے سبب کوئی ان کا دوست نہیں رہا۔ اللہ رحم فرمائے عثمانؓ پر وہ ایسے باحیا ہیں کہ جن سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ رحم فرمائے علیؓ پر۔ اے اللہ! جس طرف وہ پھریں ان کے ساتھ حق کو بھی پھیر دے۔ (جامع ترمذی)

19.3۔ تقدیر پر ایمان

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کا ٹھکانا نہ لکھا گیا ہو۔ یعنی یا تو اس کا ٹھکانا آگ میں ہوگا یا جنت میں۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! تو پھر ہم اپنے توشۂ تقدیر پر بھروسہ نہ کرلیں اور اعمال چھوڑ دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عمل کرو۔ اس لئے کہ جو شخص نیک بخت ہے اس کے لئے نیک بختی کے کام آسان کر دئے جاتے ہیں۔ اور جو بد بخت ہے اس کے لئے بدبختی کے کام آسان کر دئے جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی

فَأَمَّا مَن أَعْطَى وَاتَّقَىO (سورۃ اللیل۔۵)

یعنی جس شخص نے بخشش کی، پرہیز گاری اختیار کی اور عملِ خیر کو اچھا سمجھا۔
(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک ان چار باتوں کا یقین نہ رکھے۔

۱) اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (حضرت محمد ﷺ) اللہ کا رسول ہوں اور مجھ کو اللہ نے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔

۲) موت برحق ہے۔

۳) مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو سچ مانے۔

۴) تقدیر پر ایمان رکھے۔ (جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ)

19.4 ۔ علم اور عالم

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہی لوگوں میں ایسا وقت آئے گا اسلام میں صرف اس کا نام باقی رہ جائے گا۔ قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے (یعنی اس کی روح نکل جائے گی) ۔ مسجدیں ظاہر میں آباد ہوں گی لیکن حقیقت میں خراب ہوں گی۔ ہدایت سے ان کے علماء آسمان کے نیچے کی مخلوق میں سب سے بدتر ہوں گے۔ انہیں سے دین میں فتنہ برپا ہوگا اور ان ہی میں لوٹ کر آئے گا۔ (بیہقی، شعب الایمان)

19.5 ۔ طہارت

19.5.1 ۔ وضو

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی کنجی وضو ہے اور نماز کی تحریم تکبیر ہے (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دینے سے تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں)۔ اور نماز کی تحلیل سلام کہنا ہے (یعنی نماز کو سلام کہہ کر ختم کر دینے سے تمام باتیں حلال ہو جاتی ہیں)۔ (ترمذی ودارمی)

19.5.2 ۔ غسل

حضرت علیؓ نے کہا کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر

عرض کیا کہ میں نے ناپاکی کو دور کرنے کے لئے غسل کیا اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ ناخن برابر جگہ غسل میں خشک رہ گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس پر مسح کر لیتے تو کافی ہوتا۔ (ابن ماجہ)

19.5.3 ۔ موزوں پر مسح

شریح بن ہانی نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات کی مدت مقرر کی ہے۔

(مسلم)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ اگر دین رائے پر ہوتا تو موزوں کے اوپر مسح کرنے کے بجائے موزوں کے نیچے مسح کرنا بہتر سمجھتا۔ بلاشبہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو موزوں کے اوپر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ (ابوداؤد و درامی)

19.5.4 ۔ نماز

حضرت علیؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! علیؓ تین کاموں میں دیر نہیں کرنی چاہیئے۔ ایک نماز ادا کرنے میں جب وقت ہو جائے۔ دوسرے جنازہ میں جب تیار ہو جائے۔ تیسرے غیر منکوحہ عورت کے نکاح میں جب اس کا (عورت کے مطابق مرد) پایا جائے۔ (رواۃ ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ جن کے درمیان ملائکہ مقربین اور مومنین و مسلمین میں سے جو لوگ آپ ﷺ کے تابع ہیں۔ ان پر آپ سلام بھیجتے تھے (یعنی التحیات پڑھتے تھے)۔

(ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر سے پہلے دو رکعت پڑھیں۔ (ابوداؤد)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ وتر ہے۔ وتر کو دوست رکھتا ہے پس اے اہلِ قرآن وتر پڑھو۔

(ترمذی ، ابوداؤد، نسائی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب شعبان کی پندرہویں رات آئے تو تم رات کو قیام کرو۔ یعنی نوافل پڑھو اور دن کو روزہ رکھو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آفتاب غروب ہونے کے بعد آسمانِ دنیا پر نازل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جس کی میں بخشش کر دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا جس کو میں رزق عطا کروں، ہے کوئی مصیبت میں گرفتار جس کو میں عافیت دوں۔ وہ ایسے فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح روشن ہو جاتی ہے۔

(ابن ماجہ)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ابوبکرؓ نے مجھ سے حدیث بیان کی اور ابوبکرؓ نے سچ کہا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نہیں ہے کوئی جو گناہ کرے پھر وضو کر کے نماز کے لئے کھڑا ہو اور اس کے بعد اللہ

سے مغفرت چاہے تو اللہ اس کو بخش دیتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلَى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O

(سورۃ آل عمران۔۱۳۵)

اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور بُرائی کر بیٹھتے ہیں تو
اللہ کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا
گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟
اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اَڑے نہیں رہتے۔۱۳۵
(جامع ترمذی)

19.6 ۔ درود شریف

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ (ترمذی، احمد)

19.7 ۔ مریض کی عیادت

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

جب کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی صبح کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے شام تک اس کی رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جو شام کے وقت عیادت کرتا ہے تو ستّر ہزار فرشتے صبح تک اس کی رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور جنت میں اس کے لئے ایک باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

19.8 ۔ میّت اور جنازہ

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میّت کو بہت زیادہ قیمتی کفن نہ دو اس لئے کہ وہ جلد چھن جاتا ہے یعنی جلدی خراب وخستہ ہو جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ (جنازہ دیکھ کر) کھڑے ہوئے ہیں پس ہم بھی کھڑے ہو گئے (جنازہ جانے کے بعد) پھر آپ ﷺ بیٹھے تو ہم بھی بیٹھ گئے۔ (صحیح مسلم، امام مالک، ابوداؤد)

19.9 ۔ صدقہ کی فضیلت

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ اور خیرات کرنے میں جلدی کرو (یعنی مرنے سے پہلے پہلے صدقہ خیرات کرلو) کیونکہ صدقہ بلاؤں کو روکتا ہے۔ (زریں)

19.10 ۔ فضائلِ قرآن

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد لیا۔ پھر اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کرے گا اور اس کے گھر والوں میں سے دس لوگوں کے حق میں اس کی سفارش قبول ہوگی جو قطعی دوزخی ہوں گے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، درامی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہر چیز کی زینت ہے اور قرآن کی زینت سورۃ الرحمٰن ہے۔ (بیہقی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (سورۃ الاعلیٰ) کو بہت محبوب رکھتے تھے۔

19.11 ۔ استغفار وتوبہ اور دعائیں

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کو بہت دوست رکھتا ہے جو بہت گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے پھر توبہ کرتا ہے ۔(مسند احمدؒ)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

اللّٰھم اعوذ بوجھک الکریم و کلماتک التامات من شر ما انت اٰ خذبنا صیتہٖ اللّٰھم انت تکشف المغرم وَ الماثم

اللّٰھم لا یھرم جندک و لا یخلف وعدک وَ لا ینفع ذالجدک منک الجد سبحانک و بحمدک

یعنی اے اللہ! میں تیری بزرگی اور برتر ذات اور تیرے کامل کلمات کے ذریعہ اس چیز کی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی کے بال تو پکڑے ہوئے ہے یعنی جو چیز تیرے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ اے اللہ! تو ہی دور کرتا ہے قرض کو اور گناہوں کو۔ اے اللہ! نہیں شکست پاتا تیرا لشکر اور نہیں خلاف ہوتا تیرا وعدہ اور نہیں نفع دیتی دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے بچانے میں۔ پاک ہے تو میں تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتا ہوں۔ (ابوداوٗد)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ایک مکاتب ان کے پاس آیا۔ (مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے آزاد ہونے کے لئے کچھ ادا کرنے کا معاہدہ کرے) اور کہا کہ میں اپنا زرِ کتابت ادا کرنے سے قاصر ہوں آپؓ میری مدد فرمایئے۔ انہوں نے کہا کہ میں تم کو وہ کلمات سکھا دوں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو سکھائے تھے۔ اگر تم پر بڑے پہاڑ جتنا بھی قرض ہوگا تو اللہ اس کو ادا کروا دے گا تو ان کلمات کو پڑھ لیا کرو۔ کلمات یہ ہیں!

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَا لِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ ☆

اے اللہ! کفایت کر دے میرے لئے حلال کو حرام سے اور بے پرواہ کر دے مجھ کو اپنے فضل سے اپنے ماسوا سے۔ (بیہقی)

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ ان کے لئے سواری کے لئے جانور لایا گیا۔ انہوں نے جب رکاب پر پاؤں رکھا تو کہا بِسْمِ اللّٰہِ اور جب پشت پر سوار ہوئے تو کہا اَلْحَمْدُ للّٰہِ اوراس کے بعد کہا سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذِہٖ وَ مَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَ اِنَّا اِلیٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ پھر تین بار الحمدللہ کہا اور تین بار اللہ اکبر اور کہا سُبْحَانَکَ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ .. یعنی پاک ہے تو (اے اللہ) میں نے ظلم کیا اپنے نفس پر پس بخش دے تو مجھ کو اس لئے کہ گناہوں کو تو ہی بخشتا ہے۔ اس کے بعد وہ ہنسے۔ پوچھا گیا اے امیر المومنینؓ! آپ کیوں ہنسے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اسی طرح کیا تھا جس طرح میں نے کیا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ ﷺ کو ہنسایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے خوش ہوتا ہے جب وہ کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار! میرے گناہوں کو بخش دے اور اللہ تعالیٰ یہ سن کر کہتا ہے میرا بندا جانتا ہے کہ سوائے میرے گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔ (احمد، ترمذی ، ابوداؤد)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! یہ پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَ سَدِّدْنِیْ

اے اللہ ! ہدایت دے مجھ کو اور سیدھا کر مجھ کو۔ جب تو ہدایت کو طلب کرے تو تصوّر میں سیدھا چلنے کو رکھے اور جب سوال کرے تو راستی اور سچائی کو تصور میں رکھے۔ (صحیح مسلم)

19.12۔ حج اور قربانی کے جانور

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جس جانور کی ہم قربانی کریں اس کی آنکھ، کان کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ اس میں کوئی نقص نہ ہو اور یہ حکم دیا کہ ہم اس کو ذبح نہ کریں جس کا کان اگلی طرف سے کٹا ہو یا پچھلی طرف سے اور نہ اس کو جس کا کان پھٹا ہو لمبائی میں یا گولائی میں۔

(ترمذی ، ابوداؤد ، نسائی ، ابن ماجہ ، درامی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے اس جانور کی قربانی جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے ہوں۔ (ابن ماجہ)

حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے عورتوں کو (حج کے بعد) سر منڈوانے سے۔ (جامع ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کیا! یا رسول اللہ ﷺ میں نے سر منڈانے سے پہلے فرض طواف کر لیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب سر منڈوا لے یا بال ترشوا لے کوئی حرج نہیں۔ دوسرا شخص آیا اس نے کہا کہ میں نے کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! کنکریاں مار لے کوئی حرج نہیں۔ (جامع ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سو اونٹوں کی قربانی کی، مجھے ان کا گوشت تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے تقسیم کر دیا، پھر ان کے جھولوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے تقسیم کر دیا، پھر ان کی کھالوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے ان کی کھالوں کو تقسیم کر دیا۔ (رواۃ البخاری)

19.13 ۔ بدعت

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے کوئی چیز نہیں لکھی مگر قرآن اور وہ چیز جو اس صحیفہ میں ہے۔ (اور اس صحیفہ میں یہ ہے کہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مدینہ حرم ہے مقام " عیر " سے ثور تک (یہ دو پہاڑیوں کے نام ہیں جو مدینہ کے دو اطراف واقع ہیں) پس جو شخص کہ پیدا کرے مدینہ میں کوئی نئی بات یا نئی بات پیدا کرنے والے کو پناہ دے۔ اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اس کے فرض اور نفل نہیں قبول کئے جائیں گے۔ مسلمانوں کا عہد ایک ہے۔ اس کے لئے ایک ادنیٰ شخص بھی کوشش کر سکتا ہے تو اس کو نبھانا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کے عہد کو توڑے اس پر اللہ کے فرشتوں کی اور سارے مسلمانوں کی لعنت ہے۔ اس کے فرض اور نفل قبول نہیں کئے جاتے۔ (بخاری و مسلم)۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص دعویٰ کرے اپنے باپ کے سوا غیر باپ کی جانب (یعنی اپنے آپ کو دوسروں کے ساتھ منسوب کرے یا کوئی غلام

اپنے مالک کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرے تو اس پر اللہ کی اس کے فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس کے فرض اور نفل قبول نہیں کئے جاتے۔

19.14 ۔ سود

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ لعنت ہے سود خور پر، سود دینے والے پر، سود کا کاغذ لکھنے والے پر، سود کا حساب لکھنے والے پر، اور صدقہ سے منع کرنے والے پر اور نوحہ کرنے والے پر۔

(سنن نسائی)

19.15 ۔ نکاح و طلاق

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے اور گھریلو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا۔

(بخاری و مسلم)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ کیا آپ ﷺ اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی بیٹی سے نکاح کی خواہش رکھتے ہیں۔ وہ قریش کی ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں حمزہؓ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں نسب میں حرام کی ہیں وہی رضاعت میں بھی حرام ہیں۔ (مسلم)

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! نکاح سے پہلے طلاق نہیں ہوتی اور نہ مالک ہونے سے پہلے غلام آزاد کرسکتا ہے۔ اور مسلسل روزہ رکھنا (یعنی رات کوافطار نہ کرنا اور برابر روزے رکھنا) جائز نہیں۔ بالغ ہونے کے بعد کوئی شخص یتیم نہیں رہتا اور دودھ پینے کی مدت کے بعد دودھ پینا رضاعت میں شامل نہیں۔ (شرح السنہ)

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! تین آدمیوں کے قول وفعل کا اعتبار نہیں یعنی ان کے قول وفعل پر پکڑ نہیں۔ ایک تو سونے والا جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔ دوسرا بچہ جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ اور تیسرا بے عقل جب تک اس کی عقل درست نہ ہو جائے۔

(ترمذی و ابوداؤد)

19.16 ۔ قصاص

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! سب مسلمان خواہ وہ شریف ہوں یا رزیل، چھوٹے ہوں یا بڑے، عالم ہوں یا جاہل قصاص اور دیت میں برابر ہیں۔ مسلمانوں میں سے اگر معمولی سا معمولی آدمی بھی کسی سے عہد کرے تو اس عہد کو پورا کرے۔ اگر کسی دور کے رہنے والے مسلمان نے کسی سے معاہدہ کیا تو اس کو توڑا نہ جائے۔ تمام مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں ایک ہاتھ (یعنی ایک متحد جماعت) کا حکم رکھتے ہیں۔ خبردار! کسی کافر کے بدلے کسی

مسلمان کو قتل نہ کیا جائے۔ اس شخص کو جو اپنے عہد وضمان میں ہے جب تک وہ عہد وضمان میں رہے۔ (ابوداؤد و نسائی)

19.17 ۔ مرتد کا قتل

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم پیدا ہوگی جو نو عمر اور کم عقل ہونے کے باوجود بہترین لوگوں کی باتیں کرے گی اور اس کا ایمان اس کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گی جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ تم میں سے جو شخص اس قوم سے ملے ان کو قتل کر ڈالے۔ ان کو قتل کرنے میں اس شخص کو قیامت میں اجر ملے گا۔

(بخاری و مسلم)

19.18 ۔ جہاد

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد میں) خرچ کرنے کے لئے مال بھیجے اور خود گھر میں رہے۔ اس کو ہر درہم کے بدلے میں سات سو درہم ملیں گے۔ اور جو شخص خود اللہ کی راہ میں لڑا اور جہاد میں اپنا مال بھی خرچ کیا اس کو ہر درہم کے بدلے میں سات لاکھ ملیں گے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ (ابن ماجہ)

19.19 ۔ کھانے پینے کی چیزیں

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لہسن کھانے سے منع فرمایا ہے مگر جب اس کو پکا لیا جائے تو اس کا کھانا درست ہے۔

(ترمذی ۔ ابوداؤد)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے ظہر کی نماز پڑھی پھر کوفہ کی ایک کشادہ جگہ میں لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ پھر ان کے لئے پانی لایا گیا۔ جس میں سے اول انہوں نے پیا پھر منہ دھویا اور ہاتھ دھوئے اور سر کا مسح کیا اور پاؤں دھوئے۔ پھر وضو سے جو پانی بچ گیا اس کو کھڑے ہو کر پیا اور فرمایا کہ لوگ کھڑے ہو کر پانی پینا بُرا سمجھتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی کیا جیسا کہ میں نے ابھی کیا ہے۔

(بخاری)

19.20 ۔ لباس

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے ہدیہ کے تہہ بند اور دھاری دار ریشمی چادر بھیجی گئی۔ آپ ﷺ نے ان کو میرے پاس بھیج دیا، میں نے اس کو پہن لیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے چہرے پر غصہ کے آثار ہیں پھر فرمایا! میں نے ان کو تمہارے پاس پہننے کے لئے نہیں بھیجا تھا۔ تم ان کو پھاڑ کر دوپٹے بنا کر عورتوں میں تقسیم کر دو۔ (بخاری و مسلم)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو منع فرمایا ہے سونے کی انگوٹھی سے اور قسی ومیاثر سے (قسی: ایک کپڑا جو سوتی ہوتا ہے لیکن اس میں ریشمی دھاریاں ہوتی ہیں اور میاثر: سرخ زین پوش کو کہتے ہیں) ۔

(ترمذی، ابوداؤد ، ابن ماجہ)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ریشمی کپڑا لیا اور اپنے داہنے ہاتھ میں رکھا اور پھر سونا لیا اور اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔

(احمد ، ابوداؤد، نسائی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ریشم کے مصری کپڑے کے پہننے، کسم کے رنگے ہوئے کپڑے کے پہننے اور سونے کی انگوٹھی استعمال کرنے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو اس اور اس انگلی میں انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے یعنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی۔

(مسلم)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے سر منڈوانے سے منع فرمایا ہے۔ (نسائی)

19.21 ۔ تصویر

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جس گھر میں تصویر ہو اور نہ اس گھر میں آتے ہیں جس میں کتّا اور ناپاک آدمی ہو۔ (ابوداؤد، نسائی)

19.22 ۔ آداب و سلام

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب آدمیوں کی کوئی جماعت گزرے اور ان میں سے ایک کسی آدمی یا جماعت کو سلام کرے تو یہ سلام ساری جماعت کی طرف سے ہے اور اسی طرح سے اگر کسی مجلس میں سے صرف ایک آدمی کسی سلام کا جواب دے تو یہ سلام ساروں کی طرف سے کافی ہوگا۔

(بیہقی، ابوداؤد)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مسلمان کے مسلمان پر چھ پسندیدہ حقوق ہیں۔

۱) جب کوئی مسلمان ملے تو اس کو سلام کرے۔

۲) جب کوئی مسلمان دعوت دے تو اسے قبول کرے۔

۳) جب کسی مسلمان کو چھینک آئے تو اس کا جواب دے۔

۴) جب کوئی مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔

۵) اگر کوئی مسلمان مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جائے۔

٦) دوسرے مسلمان کے لئے اس چیز کو پسند کرے جس کو خود اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (ترمذی ، درامی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس رات کو اور دن کو ہروقت آیا جایا کرتا تھا۔ جب میں رات کو حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اجازت کے لئے کھنکار دیتے۔ (سنن نسائی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو مظلوم کی بد دعا سے بچاؤ۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے صرف اپنا حق طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ حقدار کو حق طلب کرنے سے نہیں روکتا۔ (بیہقی ، مشکوۃ)

حضرت محمد کعب قرظیؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے علی بن ابی طالبؓ سے سنا تھا۔ علیؓ نے کہا کہ ہم لوگ مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ مصعب بن عمیرؓ آئے ان کے جسم پر صرف ایک چادر تھی جس میں چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کو دیکھ کر رو پڑے کہ ایک زمانے میں وہ کس قدر خوشحال تھے اور آج ان کی کیسی حالت ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا کہ جب تم صبح کو ایک جوڑا پہن کر نکلو گے اور شام کو دوسرا جوڑا پہن کر نکلو گے۔ تمہارے سامنے کھانے کا ایک بڑا پیالہ رکھا جائے گا اور دوسرا اٹھایا جائے گا (یعنی انواع واقسام کے کھانے تمہارے سامنے رکھے جائیں گے)۔ تم اپنے گھروں میں اس طرح پردہ ڈالو گے جس طرح کعبہ پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! کیا

ہم اس روز آج کے دن سے بہتر حال میں ہوں گے اس لئے کہ ہم کو عبادت کے لئے کافی وقت ملے گا اور محنت اور اشغال میں بے فکری ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں آج کے دن تم اس دن سے بہتر ہو۔ (ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جو شخص اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے تھوڑے سے رزق پر راضی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے سے عمل پر راضی ہو جاتا ہے۔ (بیہقی)

19.23 ۔ جنتیوں کے صفات

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں حورِ عین کے اجتماع کی ایک جگہ ہوگی (یعنی ایسی جگہ ہوگی جہاں حوریں جمع ہوا کریں گی) اس اجتماع میں بلند آواز سے ترانے گائیں گی اور ان کی آواز اس قدر دلکش ہوگی کہ لوگوں نے کبھی نہ سنی ہوگی۔ یہ حوریں اس قسم کا گانا گائیں گی۔ ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے، کبھی فکر مند نہ ہوں گے، ہم اپنے پروردگار اور خاوندوں سے راضی اور خوش رہیں گے، کبھی ناخوش نہیں ہوں گے۔ خوشخبری ہے ہر اس شخص کے لئے جو ہمارے لئے ہے اور ہم اس کے لئے ہیں۔ (ترمذی)

19.24 ۔ سید المرسلین ﷺ کا حلیہ مبارک اور فضائل

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو دراز قد تھے اور نہ پستہ قد تھے۔ آپ ﷺ کا سر مبارک بڑا تھا اور داڑھی گنجان تھی۔ ہتھیلیاں اور پاؤں فربہ اور پُر گوشت تھے۔ آپ ﷺ کا رنگ سرخ وسفید تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ موٹے تھے۔ سینہ پر ناف تک بالوں کی ایک لمبی دھاری یا لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تو آگے کی جانب جھکے ہوئے چلتے گویا آپ ﷺ نشیب میں جا رہے ہوں۔ نہ آپ ﷺ سے پہلے اور نہ آپ ﷺ کے بعد میں نے کوئی شخص آپ ﷺ جیسا دیکھا۔۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور سلام ہو۔

(ترمذی)

حضرت علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو لمبے تھے اور نہ پستہ قد بلکہ درمیانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے بال نہ تو گھنگریالے نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ بل کھائے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نہ بہت موٹے تھے اور نہ بالکل نحیف و دبلے۔ آپ ﷺ کا چہرہ گول اور سرخ وسفید تھا۔ آپ ﷺ کی آنکھیں سیاہ تھیں اور پلکیں لمبی اور آپ ﷺ کی ہڈیوں کے سرے یعنی جوڑ موٹے تھے۔ آپ ﷺ کے جسم پر بال نہ تھے صرف ایک دھاری یا لکیر بالوں کی تھی جو سینہ سے ناف تک چلی گئی تھی۔ ہاتھ اور پاؤں پُر گوشت تھے۔ جب چلنے کو قدم اٹھاتے تو گویا آپ ﷺ بلندی سے اتر رہے ہیں۔ جب آپ ﷺ ادھر ادھر دیکھتے تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہوتے۔ آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور

آپ ﷺ خاتم النبیین تھے۔ آپ ﷺ لوگوں میں نہایت کشادہ دل، سخی اور زبان کے نہایت سچے تھے۔ آپ ﷺ نہایت صاف الفاظ میں گفتگو کرتے تھے۔ آپ ﷺ طبیعت کے نہایت نرم اور قوم کے لحاظ سے نہایت شریف بزرگ تھے۔ جو شخص آپ ﷺ کو یکا یک دیکھتا اس پر ہیبت تاری ہو جاتی اور جو شخص آپ ﷺ کو شناخت کر کے آپ ﷺ سے محبت اور اختلاط رکھتا، آپ ﷺ سے محبت کرتا۔ حضور اکرم ﷺ کی صفات بیان کرنے والے یعنی حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات سے پہلے اور وفات کے بعد میں نے آپ ﷺ جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

(ترمذی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ ابوجہل نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم تم کو جھوٹا نہیں کہتے۔ ہم تو اس چیز کو جھٹلاتے ہیں جس کو تم لائے ہو یعنی جس کو تم وحی الٰہی کہتے ہو)۔ اللہ تعالیٰ نے ابوجہل وغیرہ کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

فَإِنَّهُمْ لاَ يُكَذِّبُونَكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللّهِ يَجْحَدُونَ O

(سورۃ الانعام۔۳۳)

(وہ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ سے تجاوز کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں۔

(ترمذی)

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ ایک یہودی تھا جس کو فلاں عالم کہا جاتا ہے۔ اس کے رسول اللہ ﷺ پر چند دینار چاہئے تھے۔ اس نے آپ ﷺ پر تقاضا کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا! اے یہودی! میرے پاس کچھ نہیں ہے کہ میں تمہیں دوں۔ اس نے کہا! محمد (ﷺ)! میں اس وقت تک تم سے جدا نہ ہوں گا جب تک تم میرا قرض نہیں ادا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا میں تمہارے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ اس کے سامنے بیٹھ گئے اور اسی مقام پر آپ ﷺ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور پھر صبح کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام ؓ یہودی کو دھمکاتے تھے اور نکال دینے کا خوف دلاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب محسوس کیا کہ صحابی اس کو دھمکاتے ہیں تو آپ ﷺ نے ان کو منع کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک یہودی آپ ﷺ کو روک سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو منع فرمایا ہے کہ میں اس شخص پر ظلم کروں جو ہماری پناہ اور ذمہ داری میں ہے۔ یا اس پر جو ہماری پناہ میں نہیں ہے پھر جب دن چڑھ گیا تو یہودی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول (ﷺ) ہیں۔ میرے مال کا آدھا حصہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قسم! میں جو آپ ﷺ کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ محض اس لئے کیا کہ میں دیکھوں کہ جو صفات تورات میں لکھی ہیں وہ آپ ﷺ میں پائی جاتی ہیں کہ نہیں۔ توریت میں لکھا ہے کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) مکہ میں پیدا ہوں گے۔ طیبہ کی طرف ہجرت کریں گے اور ان کی حکومت شام میں ہوگی۔ وہ بدزبان

اور سنگدل نہیں ہوں گے۔ اور نہ بازار میں شور کرنے والے۔ اور نہ فحش گوئی کرنے والے۔ اور نہ بیہودہ بات کہنے والے ہوں گے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ یہ میرا مال ہے جو حکم آپ ﷺ مناسب فرمائیں دے سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو جہاں چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ یہودی بہت مالدار تھا۔ (بیہقی)

حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا جب ہم آپ ﷺ کے ساتھ گردونواح میں جاتے تو جو پہاڑ (پتھر) اور درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا! **السلام علیک یا رسول اللّٰہ** ۔

(ترمذی ۔ درامی)

19.25 ۔ مناقبِ صحابہ کرامؓ

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی کے لئے ماں باپ کو جمع کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر سعد بن ابی وقاص ؓ کے لئے ۔ احد کے دن رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سعد (رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) تیر چلاؤ میرے ماں باپ تم پر قربان۔ (ترمذی)

حضرت علی ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! مریم بنتِ عمران ساری امت کی عورتوں میں افضل تھیں۔ اور خدیجۃ الکبریٰ ؓ بھی سب سے زیادہ بہتر ہیں۔ ایک اور روایت میں وکیع ؒ نے آسمان و زمین کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کے رہنے والوں میں سب سے بہتر ہیں۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا! ابوبکر ؓ جنت میں جائیں گے، عمر ؓ جنت میں جائیں گے، عثمان ؓ جنت میں جائیں گے، علی ؓ جنت میں جائیں گے، طلحہ ؓ جنت میں جائیں گے، زبیر ؓ جنت میں جائیں گے، عبد الرحمٰن بن عوف ؓ جنت میں جائیں گے، اور سعد بن ابی وقاص ؓ جنت میں جائیں گے، اور سعید بن زید ؓ جنت میں جائیں گے اور ابوعبیدہ بن جراح ؓ جنت میں جائیں گے۔ (رواۃ الترمذی)

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰۤ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَیَ الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِھَاۤ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمَیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیٍٔ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات	یا مجیب الد عواۃ
یا شافی الامراض	یا دافع البلیّات
یا حل المشکلات	یا کافی المھمّات
یا را فع الد رجا ت	یا ارحم الرٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سرداراورآقاحضرت محمد ﷺ اوران کی آل اور اصحاب اورپیغمبروں پردرودبھیج اوراس کےذریعےتوہمیں تمام خوف وہراس اور مصیبتوں سےنجات دیدے ہماری سب حاجتوں کوپورافرمادےاورہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردےہمیں اپنےنزدیک اعلیٰ سےاعلیٰ درجات سےسر فرازفرمادےاورہمیں زندگی میں اورموت کےبعدتمام بھلائیوں سےنوازدے۔

بےشک توہرشےپرقادرہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا اْلِا یْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْ بِنَا وَ کَرِّہْ
اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا
مِنَ الرَّ شِدِیْنَ.
اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَالْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ
غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ

☆☆☆

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)

2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ

3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ

4- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

5- نفس کا بیان

6- بشر و شجر

7- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)

8- غفلت اور جہالت

9- اخلاقِ مومن

10 سیرتِ امامِ اعظم ۔ ابوحنیفہ ؒ (حضرت نعمان بن ثابت ؒ)

11 نفاق

12 ائمہ حدیث کے مختصر حالات

13 اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات وحالات

14,15 تاریخ اسلام کی عظیم خواتین (جلد اول) (جلد دوم)

16 امتِ مسلمہ کی شہداء خواتین

17 عظیم مسلمان مائیں

18 خانوادۂ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

19 سیرت سیدنا امیر معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

20 دجال ۔ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

English Books

21- Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)

(According to the Calendar)

22- Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)

23- Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)

24- HEARTS - In the light of Quran

25- What is Soul (Nafs)

26- Historical Trees of Islam

27- Hypocrisy

28- Muslim Protocols

29- Carelessness and Ignorance

30- Great Women in Islamic History (Vol - 1)

31- Great Women in Islamic History (Vol - 2)

32- Biogrophies of Muhadeseen

33- Boigraphy of Imam-e-Azam (Hazrat Abu Hanifa (ra)

34- Seerat Syedna Amir Muawiyah (RA)

35- Dajjal - Imam Mehdi - Hazrat Esa (AS)

36- Tasawwuf

37- Naqshbandia Family

38- Stories of Auliya Karam (ra)

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

PUBLICATIONS OF SIKANDER NAQSHBANDI

1- سیرتِ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم (ماہ وسال کے آئینہ میں)

2- ثانی اثنین۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

4۔ سیرتِ امامِ اعظم۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (حضرت نعمان بن ثابت) رحمۃ اللہ علیہ

5۔ آئمہ حدیث کے مختصر حالات

6- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

7- نفس کا بیان

8- بشر و شجر

9- تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں)

10- غفلت اور جہالت

11- اخلاقِ مومن

12۔ نفاق

13 ۔ اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات

14 ۔ تاریخ اسلام کی عظیم خواتین

15 - Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)

(According to the Calendar)

16 - Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)

17 - Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)

18 - HEARTS - In the light of Quran

19 - What is Soul (Nafs)

20 - Historical Trees of Islam

www.eislamicbooks.com /

sikander.naqshbandi@gmail.com